الموعود

از
سیدنا حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

الموعود

(تقریر فرمودہ ۲۸ ردسمبر ۱۹۴۴ء برموقع جلسہ سالانہ قادیان)

تشہّد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد درج ذیل قرآنی دعائیں پڑھیں۔

۱۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّفِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔[۱]

۲۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّفِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

۳۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّفِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

۴۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَآ اِنۡ نَّسِیۡنَآ اَوۡ اَخۡطَاۡنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحۡمِلۡ عَلَیۡنَآ اِصۡرًا کَمَا حَمَلۡتَہٗ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ ۚ[۲]

۵۔ وَاعۡفُ عَنَّا ٝ وَاغۡفِرۡ لَنَا ٝ وَارۡحَمۡنَا ٝ اَنۡتَ مَوۡلٰنَا فَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ ۔[۳]

۶۔ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیۡ لِلۡاِیۡمَانِ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِرَبِّکُمۡ فَاٰمَنَّا ٭ۖ رَبَّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَکَفِّرۡ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ ۔[۴]

۷۔ رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۔۵

۸۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۶

۹۔ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۷

اس کے بعد فرمایا:

آج میرا گلا بالکل بیٹھا ہوا ہے گو کل کی نسبت رات سے کسی قدر فرق ہے۔ رات کو تو آواز بالکل ہی نہیں نکلتی تھی اور اَب نکلتی تو ہے مگر زور اور تکلیف کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دے کہ مَیں اپنا مضمون آج بیان کر سکوں کیونکہ سینہ میں مجھے اِس قسم کی جلن اور سوزش ہے کہ مَیں ڈرتا ہوں شاید میں زیادہ دیر تک بول نہ سکوں اور مضمون اِس قسم کا ہے کہ دو تین گھنٹہ سے کم میں اِس کا بیان ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے بلکہ ممکن ہے اِس سے بھی زیادہ وقت صرف ہو جائے۔

کل مَیں بعض باتیں بیان کرنا بھول گیا تھا اور تقریر کے بعض حصے مجھے چھوڑنے بھی پڑے تھے کیونکہ وقت زیادہ ہو گیا تھا۔ آج میں اُن باتوں میں سے دو تین باتوں کا ذکر کر دیتا ہوں۔

رسالہ ''فرقان''

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ رسالہ ''فرقان'' کے متعلق مَیں نے یہ اجازت دی ہے کہ اِسے دو سال تک اور شائع کیا جائے مگر آئندہ صرف غیر مبائعین کے ساتھ تعلق رکھنے والے مضامین کا ہی اِس میں جواب نہ دیا جائے بلکہ بہائیوں کے زہر کا بھی ازالہ کیا جائے۔ گویا آئندہ ''فرقان'' دونوں قسم کے مضامین پر مشتمل ہو گا۔ کچھ تو پیغامیوں کے ساتھ تعلق رکھنے والے مضامین ہوں گے اور کچھ بہائیوں کے ساتھ تعلق رکھنے والے مضامین ہوں گے۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ احباب جس طرح پہلے اِس کی اشاعت کے ثواب میں شامل ہوتے ہیں اِسی طرح اِس دوسرے دَور میں بھی وہ ''فرقان'' جاری رکھنے والوں کی ہمت افزائی کریں گے اور اِس رسالہ کی اشاعت کر کے اِن دونوں فتنوں کے ازالہ کی

کوشش کریں گے۔

سیرت حضرت اماں جان کا دوسرا حصہ

ایک بات مجھے شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے کہی ہے کہ مَیں سیرت حضرت اماں جان کی خریداری کے متعلق دوسروں کو تحریک کروں۔ غالباً اِن کی مراد یہ ہے کہ سیرت حضرت اماں جان کا دوسرا حصہ جو اِن کی طرف سے شائع ہو رہا ہے دوست اِس کی خریداری میں اور زیادہ سے زیادہ اشاعت میں حصہ لیں۔ میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ انہیں اِس کتاب کی خریداری کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ دوسرا حصہ شیخ محمود احمد صاحب مرحوم کا لکھا ہوا ہے یا شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے اِسے مرتب کیا ہے بہر حال پہلی جلد کو مرتب کرنے میں بہت بڑی محنت سے کام لیا گیا تھا اور جماعت کے دوستوں نے بھی اِسے ہاتھوں ہاتھ لے لیا۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ احباب اِس دوسری جلد کی اشاعت میں بھی اِن کی امداد کریں گے۔

افریقہ میں زنانہ بورڈنگ مدرسہ

سلسلہ کے آئندہ تبلیغی کاموں کے متعلق بھی بعض باتیں کل کی تقریر میں رہ گئی تھیں جن میں سے چند باتوں کا ذکر کر دیتا ہوں ایک اعلان تو مَیں نے کر دیا تھا کہ افریقہ میں بھی زنانہ بورڈنگ مدرسہ جاری کرنے کا ہمارا ارادہ ہے۔ مجھے یاد نہیں مَیں نے اِس کے ساتھ ہی اِس امر کا ذکر کیا تھا یا نہیں کہ افریقہ کے ایک دوست نے اِس غرض کے لئے پندرہ ہزار روپیہ کی زمین وقف کر دی ہے اور وہاں کی احمدی مستورات چندہ جمع کر کے اِس سکول کو جاری کرنا چاہتی ہیں۔ اِن کا خط میرے نام آیا ہے جس میں اُنہوں نے خواہش ظاہر کی ہے کہ ہندوستان کی احمدی خواتین بھی اِس تحریک میں حصہ لیں۔ مَیں نے لجنہ اماء اللہ کو تحریک کی تھی کہ وہ اِس میں حصہ لے چنانچہ لجنہ نے اِس غرض کے لئے چار ہزار روپیہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اِس کے علاوہ وہاں اِنْشَاءَ اللّٰہُ ایک ایسا سکول جاری کرنے کا بھی ارادہ ہے جو لنڈن میٹرک یا سینئر کیمبرج کا لڑکوں کو امتحان دلا سکے۔ یہاں ہندوستان میں تو الگ الگ یونیورسٹیاں ہیں اور ہر یونیورسٹی سے لوگ امتحان دے کر ملازمت حاصل کر سکتے ہیں مگر مغربی افریقہ میں یونیورسٹیاں نہیں ہیں۔

اِس وقت وہاں ہماری جماعت کی طرف سے صرف مڈل سکول قائم ہیں اور مغربی افریقہ کے قانون کے مطابق مڈل پاس لڑکوں کو معمولی ملازمتیں تو مل جاتی ہیں مگر اچھی ملازمتیں نہیں ملتیں ہمارے ہاں تو آجکل مڈل بلکہ انٹرنس کا بھی کوئی سوال نہیں لیکن ایک زمانہ ہندوستان پر بھی ایسا گزرا ہے جب مڈل پاس لڑکوں کو یہاں ملازمتیں مل جاتی تھیں اور وہاں ابھی وہی زمانہ ہے۔ وہ لوگ تعلیم میں بہت پیچھے ہیں بلکہ وہاں کے باشندوں کا ایک حصہ ایسا ہے جو ننگا پھرا کرتا تھا پھر احمدی مبلّغوں کے زور دینے پر انہوں نے کپڑے پہننے شروع کئے۔ وہاں چونکہ جماعت کے لڑکوں کو تعلیم حاصل کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے اور اُنہیں تحریک کی جاتی ہے کہ وہ جماعت کے مدارس میں داخل ہوں اور ہمارے مدرسوں میں انگریزی کی وہ اعلیٰ تعلیم نہیں دی جاتی جو دوسرے عیسائی مدرسوں میں دی جاتی ہے اِس لئے ملازمتوں کے معاملہ میں ہماری جماعت کو نقصان پہنچ رہا ہے اور اعلیٰ درجہ کی ملازمتیں ہماری جماعت کے نوجوانوں کو نہیں ملتیں۔ اَب تجویز یہ ہے کہ لنڈن میٹرک یا سینئر کیمبرج کے اصول پر وہاں ایک سکول جاری کیا جائے۔ جس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد لڑکے اِن امتحانات کو پاس کر کے اعلیٰ درجہ کی ملازمتیں حاصل کر سکیں۔ واقفین میں سے ایک نوجوان کو اِس غرض کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے اور وہ پاسپورٹ حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ وہ پہلے انگلستان میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے جائیں گے اور جب وہ تعلیم سے فارغ ہو جائیں گے تو اُنہیں ویسٹ افریقہ میں مقرر کر دیا جائے گا۔ امید ہے کہ وہ دو تین ماہ تک یہاں سے انگلستان روانہ ہو جائیں گے۔

مغربی افریقہ کیلئے ایک اَور مبلّغ کا مطالبہ

ایک اور درخواست افریقہ سے میرے پاس پرسوں ہی پہنچی ہے جس کا مجھے پہلے علم نہیں تھا۔ مَیں نے مغربی افریقہ میں جو مبلّغین بھجوائے ہیں اُن کے علاوہ حکیم فضل الرحمٰن صاحب مبلّغ نے ایک اَور مبلّغ کا بھی مطالبہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ نائیجریا کے ایک حصہ میں عیسائی مشنوں نے اتنا کام کیا ہے کہ قریباً سب کے سب لوگ عیسائی ہو چکے ہیں۔ چنانچہ جو وہاں کے اصل باشندے ہیں اُن میں سے بمشکل ایک فیصدی کوئی مسلمان نظر آئے گا ورنہ سب کے سب عیسائی ہیں۔ آبادی کے لحاظ سے بیشک آٹھ دس فیصدی مسلمان ہیں مگر وہ

مسلمان ایسے ہیں جو دوسرے علاقوں سے وہاں آئے ہوئے ہیں اصل باشندے نہیں۔ پس انہوں نے درخواست کی ہے کہ ایک مبلّغ جو کم سے کم بی اے ہو اور اگر ایم اے ہو تو زیادہ اچھا ہے اُس علاقہ میں تبلیغ کیلئے بھجوایا جائے۔ سو اِنْشَاءَ اللّٰہُ اِس سال وہاں ایک گریجوایٹ مبلّغ بھجوانے کی کوشش کی جائے گی تا کہ وہ عیسائیت کا مقابلہ کرے۔

تفسیر القرآن کے متعلق اعلان

مَیں یہ بھی اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ اِس وقت قرآن کریم کی تفسیر کی دو جلدیں تیار ہو رہی ہیں۔ ایک جلد آخری پارہ کی ہے جو نصف کے قریب ہو چکی ہے اور ایک جلد پہلے پارہ کی ہے جو نصف سے زیادہ ہو چکی ہے۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال ہوا تو جلسہ سالانہ کے بعد دو چار ماہ کے اندر اندر آخری پارہ کی تفسیر لکھی جائے گی اور پھر دو تین مہینہ کے اندر شائع کر دی جائے گی۔ اِس کے بعد اِنْشَاءَ اللّٰہُ پہلے پارہ کی تفسیر شائع کی جائے گی۔ پہلے میرا منشاء تھا کہ ابتدائی پانچ پاروں کی تفسیر اکٹھی شائع ہو مگر جب تفسیر لکھنے لگا تو پہلے پارہ کی تفسیر ہی بہت بڑھ گئی کیونکہ شروع میں بہت سے مضامین کو کھول کر بیان کرنا پڑتا ہے اور اِس کے لئے زیادہ وضاحت کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر مَیں نے ارادہ کیا کہ سورہ بقرہ کی تفسیر ایک جلد میں شائع ہو جائے مگر اِس ارادہ کو بھی منسوخ کرنا پڑا کیونکہ ابھی تک نصف پارے سے کچھ اوپر تفسیر لکھی گئی ہے اور چھ سَو سے زیادہ صفحات ہو چکے ہیں اگر اگلے نصف حصہ کی تفسیر کو مختصر کر دیا جائے تو بھی آٹھ نو سَو بلکہ ہزار صفحہ تک ایک پارہ کی تفسیر پہنچ جائے گی اور اگر سورہ بقرہ کی تمام تفسیر کو پہلی جِلد میں شامل کیا جائے تو دو ہزار صفحات سے کم میں یہ تفسیر نہیں آسکے گی۔

پچھلی تفسیر جب شائع ہوئی تو بعض نوابوں کی طرف سے مجھے پیغام پہنچا کہ ہمیں تفسیر پڑھنے کا بڑا شوق ہے مگر ہماری عادت یہ ہے کہ ہم سوتے وقت کتاب پڑھتے ہیں کوئی ہلکی سی کتاب ہوئی اُسے سینہ پر رکھ لیا اور پڑھنا شروع کر دیا۔ پڑھتے پڑھتے جب نیند آ گئی تو سو گئے مگر آپ نے اتنی بڑی کتاب لکھ دی ہے کہ سینہ پر اُسے رکھنے سے درد شروع ہو جاتا ہے اور ہم اِسے نہیں پڑھ سکتے۔ اگر آپ نے تفسیر ہمیں بھی پڑھانی ہے تو ڈیڑھ ڈیڑھ، دو دو سَو صفحہ کی کتاب لکھیں جو آسانی سے ہم لوگ پڑھ سکیں اور آسانی سے اُٹھا بھی سکیں اتنی بڑی کتاب نہ اُٹھائی جاتی ہے نہ

آسانی سے پڑھی جاتی ہے۔ اگر سورہ بقرہ کی ہی دو اڑھائی ہزار صفحات میں تفسیر شائع ہو تو اِس قسم کے لوگ اَوروں کو بھی ڈرا دیں گے اِس لئے مَیں سمجھتا ہوں ہمیں پہلے پارہ کی تفسیر الگ شائع کرنی پڑے گی۔ بہرحال یہ دونوں تفسیریں اِنْشَاءَ اللّٰہُ جلد شائع ہو جائیں گی۔ آخری پارہ کی تفسیر کے متعلق میری یہ خواہش تھی کہ جلسہ سالانہ تک اِس کے تین چار سَو صفحے چھپ جائیں مگر مشکل یہ ہوئی کہ قادیان میں کوئی پریس اِس غرض کے لئے فارغ نہیں تھا اُن کے پاس اور بہت سے کام تھے یا اُن کی چھپوائی اتنی اچھی نہیں تھی جتنی اچھی چھپوائی ہم تفسیر کی چاہتے ہیں۔ دو مہینے کی بات ہے کچھ کاپیاں ایک پریس پر لگائی گئیں تو وہ سب کی سب اُڑ گئیں۔ اَب میں نے تحریک جدید کی طرف سے ایک پریس خرید لیا ہے اور دس ہزار روپیہ اُس پر صرف آیا ہے اور اِنْشَاءَ اللّٰہُ جنوری میں فٹ ہو کر تفسیر کی چھپوائی شروع ہو جائے گی۔ یہ دقتیں تھیں جن کی وجہ سے تفسیر شائع نہ ہو سکی ورنہ اگر پہلے چھپ سکتی تو جس طرح پہلے سال میں نے شائع شدہ تفسیر کا کچھ حصہ دوستوں کے لئے دفتر میں رکھوا دیا تھا اِسی طرح اِس سال بھی میں اُس کا کچھ حصہ رکھوا دیتا مگر پریس کی مشکلات کی وجہ سے باوجود اِس کے کہ مضمون تیار ہے اور باوجود اِس کے کہ کاپیاں لکھنے والے فارغ ہیں اور کچھ کاپیاں لکھی ہوئی بھی موجود ہیں ہم اِس کا کوئی حصہ چھپوا نہیں سکے جس کی وجہ سے احباب کو تفسیر کا نمونہ دکھانے سے ہم قاصر رہے ہیں۔ (الفضل ۲۵ جنوری ۱۹۴۵ء)

(اس کے بعد اصل مضمون ''الموعود'' کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:۔)

براہین احمدیہ کی اشاعت سے غیر مذاہب میں تہلکہ

۱۸۸۴ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظیم الشان کتاب ''براہین احمدیہ'' کی آخری جلد شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب کے شائع ہونے پر قدرتی طور پر غیر مذاہب کے وہ مشنری اور مبلّغ جو یہ سمجھ رہے تھے کہ اب ہم اسلام کو کھا جائیں گے، اُن کے اندر بے چینی اور گھبراہٹ پیدا ہونی شروع ہوگئی کیونکہ اس سے پہلے ایک طرف تو عیسائی یہ سمجھ رہے تھے کہ مسلمان ہمارا شکار ہیں اور دوسری طرف ہندوؤں میں پنڈت دیانند صاحب بانی آریہ سماج کی کوششوں کی وجہ سے ایک مذہبی بیداری پیدا ہو رہی تھی اور وہ بھی یہ خیال کر رہے تھے کہ مسلمان اب ہمارے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتے۔ اِسی طرح برہمو سماج والے

بھی اسلام کے خلاف کوشش کر رہے تھے اور اپنی اِس جد و جہد میں انہیں کامیابی حاصل ہو رہی تھی ۔ ایسے وقت میں جب عیسائی ، ہندو ، آریہ اور برہمو سب یہ سمجھ رہے تھے کہ مسلمان ہمارا شکار ہیں اب ہم اُن کو اسلام سے منحرف کر کے اپنے مذہب میں شامل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب ''براہین احمدیہ'' شائع ہوئی ۔ اِس کتاب میں آپ نے تین سَو دلائل کے ساتھ اسلام کی صداقت ثابت کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا ۔ چار جلدیں اِس کتاب کی شائع ہوئیں ، ایک جلد اشتہار کے طور پر اور تین جلدیں اصل مضمون کے طور پر اور پھر یہ تین جلدیں جو آپ کی طرف سے شائع ہوئیں اِن میں بھی اسلام کی صداقت کی دراصل ایک ہی دلیل بیان ہوئی تھی اور وہ بھی مکمل طور پر نہیں بلکہ دلیل ابھی جاری تھی کہ کتاب بند ہوگئی ۔ اِس آدھی دلیل سے ہی جو براہین احمدیہ کی تین جلدوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائی ہے غیر مذاہب میں ایسا تہلکہ مچ گیا کہ یا تو اُن مذاہب کے لیڈروں اور ان مذاہب کے پیروؤں کے دلوں میں یہ خیال قائم ہو گیا تھا کہ وہ اسلام کو کھا جائیں گے اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے معدوم کر دیں گے یا اب اُن کو یہ فکر پیدا ہو گیا کہ کہیں اسلام دنیا پر غالب نہ آ جائے اور ہمارے اپنے بھائی اسلام کی طرف نہ کھنچے جائیں ۔ چنانچہ اِس کتاب کے شائع ہوتے ہی دشمنانِ اسلام نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ''ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات'' کے مطابق اپنے لئے ایک مستقل خطرہ کا الارم سمجھ کر اپنے تیروں کا ہدف بنانا شروع کر دیا اور وہ سب کے سب آپ پر ٹوٹ پڑے ۔ اُس وقت آپ کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا نہیں تھا ، صرف اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں آپ نے یہ کتاب لکھی تھی ۔ جب اِس کتاب کو لکھتے لکھتے آپ چوتھی جلد تک پہنچے تو اللہ تعالیٰ کے الہامات سے آپ سمجھ گئے کہ اب الٰہی منشاء کسی اور رنگ میں آپ سے خدمتِ دین لینے کا ہے ۔ چنانچہ آپ نے ''براہین احمدیہ جلد چہارم'' کے ٹائٹل پیج پر ''ہم اور ہماری کتاب'' کے زیر عنوان اعلان فرما دیا کہ :-

''ابتداء میں جب یہ کتاب تالیف کی گئی تھی اُس وقت اِس کی کوئی اور صورت تھی پھر بعد اِس کے قدرتِ الٰہیہ کی ناگہانی تجلّی نے اِس احقر عباد کو موسیٰ کی طرح ایک

ایسے عالم سے خبر دی جس سے پہلے خبر نہ تھی۔ یعنی یہ عاجز بھی حضرت ابن عمران کی طرح اپنے خیالات کی شبِ تاریک میں سفر کر رہا تھا کہ ایک دفعہ پردۂ غیب سے اِنِّــیْ اَنَا رَبُّکَ کی آواز آئی اور ایسے اسرار ظاہر ہوئے کہ جن تک عقل اور خیال کی رسائی نہ تھی۔ سو اب اِس کتاب کا متولی اور مہتمم ظَاهِـراً وَّ بَـاطِناً حضرت ربّ العالمین ہے اور کچھ معلوم نہیں کہ کس اندازہ اور مقدار تک اِس کو پہنچانے کا ارادہ ہے اور سچ تو یہ ہے کہ جس قدر اُس نے جلد چہارم تک انوارِ حقیت اسلام کے ظاہر کئے ہیں یہ بھی اِتمام حجت کیلئے کافی ہیں اور اُس کے فضل و کرم سے امید کی جاتی ہے کہ وہ جب تک شکوک اور شبہات کی ظلمت کو بکلّی دُور نہ کرے اپنی تائیدات غیبیہ سے مددگار رہے گا۔ اگرچہ اِس عاجز کو اپنی زندگی کا کچھ اعتبار نہیں لیکن اِس سے نہایت خوشی ہے کہ وہ حی و قیوم کہ جو فنا اور موت سے پاک ہے ہمیشہ تا قیامت دینِ اسلام کی نصرت میں ہے اور جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ ایسا اُس کا فضل ہے کہ جو اِس سے پہلے کسی نبی پر نہیں ہوا''۔ [۸]

بہرحال یہ کتاب چونکہ اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کو ایک نئے رنگ میں دنیا پر ظاہر کرنے والی تھی، اِس لئے آریوں، ہندوؤں، عیسائیوں اور برہموؤں وغیرہ نے مل کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حملہ کر دیا اور افسوس یہ ہے کہ مسلمان بھی اِس حملہ میں اُن کے ساتھ مل گئے حالانکہ یہ ایک موٹی بات تھی جس کو وہ آسانی کے ساتھ سمجھ سکتے تھے کہ اسلام کی تائید میں یہ پہلی کتاب نہیں تھی جو شائع ہوئی ہو بلکہ اِس سے پہلے خود مسلمان بیسیوں کتابیں اسلام کی تائید میں شائع کر چکے تھے مگر اُن کتابوں سے نہ عیسائیوں میں کوئی جوش پیدا ہوا، نہ ہندوؤں میں کوئی جوش پیدا ہوا، نہ آریوں میں کوئی جوش پیدا ہوا اور نہ برہموؤں میں کوئی جوش پیدا ہوا۔ پھر وجہ کیا تھی کہ اُن کتابوں سے تو اُن کے دلوں میں کوئی جوش پیدا نہ ہوا لیکن اِس کتاب کے نکلتے ہی عیسائی بھی جوش میں آ گئے، ہندو بھی غصہ سے بھر گئے، آریہ بھی مقابلہ کے لئے نکل کھڑے ہوئے، برہمو سماجی بھی اِس کے اثر کو باطل کرنے کی طرف متوجہ ہو گئے اور تمام غیر مذاہب کے مشنری اور مبلّغ اشتہاروں، ٹریکٹوں اور کتابوں کے ذریعہ اُس کا

جواب دینے لگ گئے ۔ یہاں تک کہ بعض نے اچھا خاصا گند اُچھالا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صداقت کے وہ دلائل جو براہین احمدیہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش فرمائے تھے اُن کے خلاف انہوں نے پے در پے لکھنا شروع کر دیا۔ یہ شور جو غیر مذاہب کے مشنریوں اور اُن کے مبلّغوں میں پیدا ہوا اور جس نے اُن کی صفوں میں ایک تزلزل پیدا کر دیا مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی تھا اور وہ اگر ذرا بھی غور اور تدبر سے کام لیتے تو اِس حقیقت کو آسانی کے ساتھ سمجھ سکتے تھے کہ اِس کتاب میں کوئی ایسی چیز ضرور ہے جس سے مسیحی مبلّغ اور آریہ مشنری سخت گھبراتے ہیں۔ اگر کوئی ایسی چیز اِس کتاب میں موجود نہ ہوتی تو وہ سب کے سب آپ کے پیچھے کیوں پڑ جاتے۔

مخالفت کا اصل راز

اصل بات یہ ہے کہ دشمن کی توجہ ہی صحیح حقیقت کا انکشاف کیا کرتی ہے اور بااثر طبقہ کی طرف سے مخالفت ہی کسی چیز کی اہمیت کا ثبوت ہوا کرتی ہے۔ اگر کوئی چیز دشمن کے مقابلہ میں پیش کی جائے تو خواہ پیش کرنے والا اُسے کتنا ہی بڑا کامیاب حربہ قرار دے اگر دشمن اُس کی مخالفت نہیں کرتا، اگر وہ اُس کو کوئی اہمیت نہیں دیتا تو یہ قطعاً نہیں کہا جا سکتا کہ وہ چیز فی الواقع دشمن کے لئے خطرناک ہے یا بہت بڑا کامیاب حربہ ہے لیکن اگر وہ فوراً مخالفت شروع کر دیتا ہے تو یہ اِس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ اُس پر کاری حملہ ہوا ہے اور اب اُسے اپنے بچاؤ کا فکر لاحق ہو گیا ہے۔ پس مخالفین اسلام کا گھبرانا، اُن کا شور مچانا، اُن کا گند اُچھالنا، اور اُن کا براہین احمدیہ کی اشاعت پر اِس کی تردید کے لئے کمر بستہ ہو جانا خود اِس بات کا ثبوت تھا کہ وہ اِس کتاب کو اپنے لئے ایک زبردست خطرہ سمجھنے لگ گئے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ اگر اسلام کی حفاظت کا یہ سلسلہ اِسی رنگ میں جاری رہا تو اسلام غالب آ جائے گا اور ہم مغلوب ہو جائیں گے۔ مگر مسلمانوں نے اِس نکتہ کو نہ سمجھا اور انہوں نے خود بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حملے شروع کر دیئے اور اِس طرح عیسائیت اور آریہ سماج کا ہاتھ مضبوط کرنے لگ گئے۔

پنڈت لیکھرام اور منشی اندرمن مراد آبادی کا مقابلہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ حالات دیکھے تو آپ نے اشتہاروں کے ذریعہ دشمنوں کا مقابلہ کرنا شروع کر دیا۔ اِس

مخالفت میں خصوصیت کے ساتھ اُس وقت کی آریہ سماج کے لیڈر پنڈت لیکھرام صاحب اور منشی اندرمن صاحب مرادآبادی پیش پیش تھے۔ بِالخصوص پنڈت لیکھرام صاحب نے اِس مخالفت میں نمایاں حصہ لیا اور انہوں نے تکذیب براہین نامی کتاب بھی لکھی۔ یہ حالات بتاتے ہیں کہ آریہ سماج نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حملہ کی سختی اور طاقت کو محسوس کر لیا تھا ورنہ اُن کے لیڈر کو اپنی عمر آپ کی تردید میں اِس طرح خرچ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کاش! مسلمان اِس حقیقت کو سمجھتے تو وہ وقت پر خطرہ سے آگاہ ہو جاتے۔ مگر اُنہوں نے خود بھی آپ کی مخالفت میں حصہ لے کر دشمنانِ اسلام کے ہاتھ کو مضبوط کرنا شروع کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اُس وقت اپنا کوئی دعویٰ نہیں تھا جس کی تردید کے لئے یہ لوگ کھڑے ہوئے ہوں بلکہ اُس وقت آپ کا صرف اتنا دعویٰ تھا کہ اسلام سچا مذہب ہے لوگوں نے قرآن کریم پر غور نہیں کیا اور غور نہ کرنے کی وجہ سے ہی وہ اِس کی تعلیم پر اعتراض کرتے ہیں اب میں قرآن کریم کی تعلیم کو ایسے رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کروں گا کہ لوگوں کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایسی بدلائل اور پاکیزہ کتاب دنیا میں اور کوئی نہیں۔ اِس بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ مخالفینِ اسلام کا اصل حملہ آپ پر نہیں تھا کیونکہ آپ تو محض اسلام کے ایک وکیل کی حیثیت سے دنیا میں کھڑے ہوئے تھے اُن کا اصل حملہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور قرآن کریم کی حقانیت پر تھا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ دنیا میں قرآن کریم کا نور ظاہر ہو یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور آپ کی راستبازی کا دنیا کو علم ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا چلّہ کشی کا ارادہ

جب آپ نے دیکھا کہ غیر مسلم تو الگ رہے خود مسلمانوں میں بھی ایک طبقہ ایسا موجود ہے جس نے آپ کے خلاف لکھنا شروع کر دیا ہے حالانکہ آپ اسلام کی تائید اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے اظہار کیلئے کھڑے ہوئے تھے تو آپ کے دل میں سخت درد پیدا ہوا اور آپ نے خدا تعالیٰ سے یہ دعائیں مانگنی شروع کیں کہ تُو مجھے اپنی تائید سے ایسا موقع بہم پہنچا کہ مَیں اُن تمام وساوس کو جو اسلام کے خلاف پھیلائے جاتے ہیں اور اُن تمام حملوں کو جو اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے جاتے ہیں کامیابی سے

دُور کر سکوں اور اسلام کی محافظت اور دشمنوں کے حملوں کے دفاع کا فرض پوری خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام دے سکوں۔ اِس غور و فکر میں آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ میں چالیس دن تک چِلّہ کروں اور کسی علیحدہ مقام پر خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کروں کہ وہ ایسی تائیدات کے سامان میرے لئے مہیا فرمائے جن سے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور اسلام کی صداقت کا کامل اور روشن تر ثبوت لوگوں کے سامنے پیش کر سکوں۔ چنانچہ آپ نے دعاؤں اور استخاروں سے کام لینا شروع کر دیا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ الٰہی! بعض مقامات بھی خاص طور پر بابرکت ہوتے ہیں اور ان مقامات کے ساتھ تیرے خاص فضل وابستہ ہوتے ہیں۔ وہاں اگر دعائیں کی جائیں تو وہ اور دعاؤں کی نسبت زیادہ شان سے اور قریب ترین عرصہ میں شرف قبولیت حاصل کرتی ہیں۔ تو اپنے خاص فضل سے اِس بارہ میں بھی میری راہنمائی فرما کہ میں یہ دعائیں کہاں کروں اور کس جگہ اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کیلئے دعائیں کرنے کے لئے جاؤں۔

ہوشیار پور کے حالات

اِن دعاؤں اور استخارہ کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتایا گیا کہ آپ ہوشیار پور میں چِلّہ کریں۔ مولوی عبداللہ صاحب سنوری اُس وقت آپ کے معتقد تھے۔ اُنہیں جب معلوم ہوا کہ آپ چالیس دنوں تک خاص دعائیں کرنا چاہتے ہیں تو اُنہوں نے آپ کی خدمت میں درخواست کی کہ جب آپ چِلّہ کریں تو مجھے بھی اطلاع دیں کہ کس جگہ چِلّہ کیا جائے گا تاکہ میں بھی خدمت کا ثواب حاصل کر سکوں۔ وہ اُس وقت پٹیالہ میں پٹواری ہوا کرتے تھے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ ہوشیار پور کے مقام پر چِلّہ کرنا پسند کرتا ہے تو آپ نے مولوی عبداللہ صاحب سنوری کو لکھا کہ مَیں چِلّہ کیلئے ہوشیار پور جا رہا ہوں آپ بھی فوراً پہنچ جائیں تاکہ قادیان سے ہم اکٹھے روانہ ہو سکیں۔ چنانچہ مولوی عبداللہ صاحب سنوری قادیان پہنچ گئے اور آپ ۲۱ر جنوری ۱۸۸۶ء کو ہوشیار پور روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ صرف تین آدمی تھے۔

اوّل مولوی عبداللہ صاحب سنوری۔

دوم حافظ شیخ حامد علی صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت پُرانے خادموں میں سے تھے اور لمبے عرصے تک آپ کی خدمت کرتے رہے ہیں۔

سوم فتح خاں صاحب جو رسول پور متصل ٹانڈہ ضلع ہوشیار پور کے ایک زمیندار دوست تھے۔

آپ نے جانے سے پہلے شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور کو جو آپ کے واقفوں اور دوستوں میں سے تھے ایک خط لکھا کہ مَیں وہاں دو ماہ کے لئے آنا چاہتا ہوں آپ میرے لئے کسی مکان کا انتظام کریں جہاں ٹھہر کر مَیں علیحدگی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرسکوں۔ آپ نے یہ بھی لکھا کہ مَیں نہیں چاہتا ان ایام میں لوگ مجھ سے ملنے کے لئے آئیں۔ مَیں صرف اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنا چاہتا ہوں اِس لئے مکان ایسا ہو جو شہر کے ایک طرف ہو اور اُس میں بالا خانہ بھی ہو تا کہ دعا اور توجہ الی اللہ میں کوئی نقص واقع نہ ہو۔ چنانچہ اُنہوں نے اپنا ایک خاندانی مکان جو کسی وقت طویلے[9] کے طور پر کام آتا تھا اور اسی نام سے مشہور تھا آپ کے لئے خالی کرا دیا اور لکھا کہ میں نے آپ کے لئے ایک مکان کا انتظام کر دیا ہے جو شہر سے باہر ہے لیکن اتنی دور بھی نہیں کہ شہر سے چیزیں لانے میں تکلیف محسوس ہو آپ جب چاہیں تشریف لے آئیں۔ اِس اطلاع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ۲۱ رجنوری ۱۸۸۶ء کو روانہ ہوئے اور راستہ میں ایک رات رسول پور ٹھہرتے ہوئے ۲۲ رجنوری جمعہ کے دن وہاں پہنچ گئے۔ جاتے ہی آپ نے شیخ مہر علی صاحب کے طویلہ کے بالا خانہ میں قیام فرمایا اور پھر اُن تینوں دوستوں کو جو آپ کے ساتھ تھے الگ الگ ڈیوٹیوں پر مقرر فرما دیا۔ مولوی عبداللہ صاحب سنوری کے سپرد کھانا پکانے کا کام ہوا۔ فتح خان صاحب کی یہ ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ بازار سے سَودا وغیرہ لایا کریں اور حافظ شیخ حامد علی صاحب کا یہ کام مقرر کیا گیا کہ وہ گھر کا بالائی کام اور آنے جانے والوں کی مہمان نوازی کریں۔ آپ نے یہ بھی حکم دے دیا کہ ڈیوڑھی کے اندر کی زنجیر ہر وقت لگی رہے اور گھر میں سے بھی کوئی شخص مجھے نہ بُلائے نہ اوپر بالا خانہ میں کوئی میرے پاس آئے۔ میرا کھانا اوپر پہنچا دیا جائے مگر اِس بات کا انتظار نہ کیا جائے کہ مَیں نے کھانا کھا لیا ہے یا نہیں بلکہ کھانا رکھ کر فوراً کھانا لانے والا واپس چلا جائے اور خالی برتن دوسرے وقت لے جایا کرے کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ ان ایام میں کسی اور کام کی طرف توجہ کروں۔ چنانچہ چالیس دن آپ نے اِس

بالا خانہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور علیحدگی میں دعائیں کیں۔ اِس دَوران میں آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض عظیم الشان انکشافات ہوئے جن کی بناء پر ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء کو ہفتہ کے دن ہوشیار پور میں ہی آپ نے ایک اشتہار لکھا اور اُسے شائع کر کے مختلف علاقوں میں بھجوا دیا۔

مصلح موعود کے متعلق خدا تعالیٰ کی ایک عظیم الشان پیشگوئی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس وقت جو اشتہار لکھا اُس کا کچھ حصہ یہ ہے جو میرے آج کے مضمون کے ساتھ تعلق رکھتا ہے آپ فرماتے ہیں:-

''پہلی پیشگوئی بالہام اللہ تعالیٰ واعلامہ عزّ وجل خدائے رحیم وکریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے جَلَّ شَأْنُہٗ وَ عَزَّاِسْمُہٗ مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سُنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لُدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اُس کی کتاب اور اُس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔

خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اُس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اُس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے اور وہ نوراللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اُس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علومِ ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اِس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزندِ دلبند گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْآخِرِ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَ الْعَلَاءِ كَأَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اُس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اُس کے سَر پر ہوگا۔ وہ جَلد جَلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اُس سے برکت پائیں گے۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔''

پیشگوئی کی غرض وغایت

یہ وہ اشتہار ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہوشیار پور میں شائع فرمایا۔ اس اشتہار سے ظاہر ہے کہ یہ پیشگوئی اِس لئے کی گئی تھی کہ:-

(۱) جو زندگی کے خواہاں ہیں موت سے نجات پائیں اور جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آئیں۔

(۲) تا دینِ اسلام کا شرف ظاہر ہو اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔

(۳) تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔

(۴) تا لوگ سمجھیں کہ خدا قادر ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

(۵) اور تا وہ یقین لائیں کہ خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے۔
(۶) اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور اُس کے دین اور اُس کی کتاب اور اُس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے۔
(۷) اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

دشمنانِ سلسلہ کی طرف سے اعتراضات

جب یہ اشتہار شائع ہوا تو دشمنوں نے اِس پر بھی اعتراضات کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ تب ۲۲؍ مارچ ۱۸۸۶ء کو آپ نے ایک اور اشتہار شائع فرمایا۔ دشمنوں نے اعتراض یہ کیا تھا کہ ایسی پیشگوئی کا کیا اعتبار کیا جا سکتا ہے کہ میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ کیا ہمیشہ لوگوں کے ہاں لڑکے پیدا نہیں ہوا کرتے۔ شاذ و نادر کے طور پر ہی کوئی ایسا شخص ہوتا ہے جس کا کوئی لڑکا نہ ہو یا جس کے ہاں لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوں۔ ورنہ عام طور پر لوگوں کے ہاں لڑکے پیدا ہوتے رہتے ہیں اور کبھی اُن کی پیدائش کو کوئی خاص نشان قرار نہیں دیا جاتا۔ پس اگر آپ کے ہاں بھی کوئی لڑکا پیدا ہو جائے تو اِس سے یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ دنیا میں اِس ذریعہ سے خدا تعالیٰ کا کوئی خاص نشان ظاہر ہوا ہے۔ آپ نے لوگوں کے اِس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے ۲۲؍ مارچ کے اشتہار میں تحریر فرمایا کہ:-

''یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشانِ آسمانی ہے جس کو خدائے کریم جَلَّ شَانُہٗ نے ہمارے نبی کریم رؤف و رحیم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا۔'' [۱۰]

پھر اِسی اشتہار میں آپ نے تحریر فرمایا:-

''بفضلہٖ تعالیٰ و احسانہٖ و ببرکت حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خداوند کریم نے اِس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا ہے جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی''۔ [۱۱]

بات یہ ہے کہ اگر آپ اپنے ہاں محض ایک بیٹا پیدا ہونے کی خبر دیتے تب بھی یہ خبر اپنی

ذات میں ایک پیشگوئی ہوتی کیونکہ دنیا میں ایک حصّہ خواہ وہ کتنا ہی قلیل کیوں نہ ہو بہر حال ایسے لوگوں کا ہوتا ہے جن کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوتی۔ دوسرے آپ نے جب یہ اعلان کیا اُس وقت آپ کی عمر پچاس سال سے اُوپر تھی اور ہزاروں ہزار لوگ دنیا میں ایسے پائے جاتے ہیں جن کے ہاں پچاس سال کے بعد اولاد کی پیدائش کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے اور پھر ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے ہاں صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں پیدا ہوتی ہیں اور پھر ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے ہاں لڑکے تو پیدا ہوتے ہیں مگر پیدا ہونے کے تھوڑے عرصہ ہی بعد مر جاتے ہیں۔ اور یہ سارے شبہات اِس جگہ موجود تھے۔ پس اوّل تو کسی لڑکے کی پیدائش کی خبر دینا کسی انسان کی طاقت میں نہیں ہوسکتا۔ لیکن آپ بطور تنزّل اِس اعتراض کو تسلیم کر کے فرماتے ہیں کہ اگر مان بھی لیا جائے کہ محض کسی لڑکے کی پیدائش کی خبر دینا پیشگوئی نہیں کہلا سکتا۔ تو سوال یہ ہے کہ میں نے محض ایک لڑکے کی پیدائش کی کب خبر دی ہے۔ میں نے یہ تو نہیں کہا کہ میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا بلکہ میں نے یہ کہا ہے کہ خدا تعالیٰ نے میری دعاؤں کو قبول فرما کر ایک ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری اور باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔

آپ کے دشمن یہ تو کہہ سکتے تھے کہ سَو میں سے ننانوے لوگوں کے ہاں اولاد پیدا ہو جاتی ہے مگر وہ یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ سَو نہیں ہزار انسانوں میں سے ایک کے ہاں ضرور ایسی اولاد پیدا ہوتی ہے جو تمام زمین میں شہرت پا جاتی ہے اور اُس کی ظاہری اور باطنی برکتیں تمام لوگوں میں پھیل جاتی ہیں بلکہ وہ تو اتنا بھی نہیں کہہ سکتے تھے کہ لاکھ میں سے ایک شخص کی اولاد ضرور ساری دنیا میں مشہور ہو جاتی ہے بلکہ اِس کو بھی جانے دو وہ یہ بھی نہیں کہہ سکتے تھے کہ کروڑ لڑکوں میں سے ایک لڑکا ضرور ایسا ہوتا ہے جو ساری دنیا میں شہرت پا جاتا ہے۔ غرض آپ کے دشمن تو یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ دنیا میں سَو میں ننانوے پیشگوئی کا مصداق ہو سکتے ہیں اِس لئے یہ کوئی پیشگوئی نہیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام نے جواب دیا کہ میں نے جو پیشگوئی کی ہے اِس کے مطابق سَو میں سے ننانوے نہیں کروڑ انسانوں میں سے ایک شخص کی اولاد بھی اِس کا مصداق ثابت نہیں ہوسکتی کیونکہ پیشگوئی یہ ہے کہ ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو دینی لحاظ سے تمام زمین میں شہرت پائے گا۔ اور دینی لحاظ سے تمام زمین میں شہرت پا جانے کی اس زمانہ میں ایک مثال بھی دشمنوں

کی طرف سے پیش نہیں کی جا سکتی کیونکہ اِس زمانہ میں مادیت اپنے کمال کو پہنچ چکی ہے۔ بیشک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دینی لحاظ سے تمام دنیا میں شہرت حاصل کی لیکن آپ تو اِس پیشگوئی کا جزو اعظم تھے۔ آپ کے علاوہ کوئی اَور ایسا شخص نہیں جسے دینی لحاظ سے شہرت کا یہ مقام حاصل ہوا ہو۔ اگر دو ارب دنیا کی آبادی سمجھ لی جائے اور اس میں سے ایک ارب عورتوں اور بچوں کو نکال دیا جائے تو باقی ایک ارب لوگوں میں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مستثنیٰ کرتے ہوئے کوئی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جا سکتی جس نے دینی لحاظ سے تمام دنیا میں شہرت حاصل کی ہو۔ یہ بالکل واضح اور نمایاں بات ہے کہ اگر دینی لحاظ سے بعض لوگوں نے زمین کے کناروں تک شہرت حاصل کی ہو تو جتنی نسبت ایسے شہرت پانے والے شخصوں کی دنیا کی باقی آبادی کے مقابلہ میں ہوگی وہی نسبت اِس پیشگوئی کی عظمت یا اِس کی عدمِ عظمت کے درمیان سمجھی جائے گی۔ فرض کرو ساری دنیا میں سے دس آدمی ایسے پیش کئے جا سکتے ہوں جنہوں نے دینی لحاظ سے تمام دنیا میں شہرت پائی ہو تو اِس کے معنی یہ ہوں گے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسی پیشگوئی کی جو بیس کروڑ میں سے ایک پر پوری ہو سکتی ہے اور جہاں بیس کروڑ چانس نفی کے ہوں کیا وہاں ایک منٹ کے لئے بھی کوئی شخص ایسی پیشگوئی کرنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ساری دنیا میں گزشتہ پچاس سال کے عرصہ میں کوئی ایک مثال بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے سلسلہ کے باہر ایسی پیش نہیں کی جا سکتی کہ کسی شخص نے اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت کر کے مذہبی لحاظ سے ساری دنیا میں شہرت حاصل کی ہو۔ عیسائی ہیں انہیں دُنیوی لحاظ سے بڑی طاقت حاصل ہے اور اُن کے بادشاہوں کی شہرت بھی دنیا کے کناروں تک پھیلی ہوئی ہے لیکن اُن کو اِس مثال کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہاں یہ شرط ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور اسلام کی متابعت کرتے ہوئے ساری دنیا میں شہرت حاصل کرے گا اور یہ بات ایسی ہے جو اُن میں سے کسی کو حاصل نہیں۔ وہ طاقتور ہیں، وہ غالب اقوام میں سے ہیں اور اپنی طاقت اور غلبہ کے زور سے دنیا میں شہرت حاصل کر رہے ہیں اِس لئے شہرت حاصل نہیں کر رہے کہ انہوں نے اسلام یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے۔ اِسی طرح کئی سیاسی لیڈر رہیں

جن کی شہرت دنیا کے کناروں تک پھیلی ہوئی ہے۔ مثلاً ہمیں اِس سے ہرگز انکار نہیں کہ مسٹر چرچل، مسٹر ایڈن، لارڈ ہیلی فیکس یا مسٹر روز ویلٹ وغیرہ کو تمام دنیا میں شہرت حاصل ہے اگر ان میں سے کسی کا نام کوئی شخص پیش کر دے یا مسٹر سٹالن کا نام لے اور کہے کہ تم نے کونسی نرالی پیشگوئی کی ہے یہ لوگ دنیا میں ایسے موجود ہیں جو بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں تو ہمارا جواب یہ ہوگا کہ بیشک اِن لوگوں کو اور اِسی طرح اور بیسیوں لوگوں کو شہرت حاصل ہوئی مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو پیشگوئی فرمائی ہے اُس میں یہ ذکر آتا ہے کہ آپ کے ہاں ایک ایسا بیٹا پیدا ہوگا جو دینِ اسلام کی خدمت اور قرآن کو پھیلانے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے اظہار کی وجہ سے ساری دنیا میں مشہور ہوگا حالانکہ دین ایک ایسی چیز ہے جسے آج دنیا میں سب سے زیادہ نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اسلام وہ مذہب ہے جس کی طرف آج کسی کو بھی توجہ نہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ رسول ہیں جن کی آج سب سے زیادہ تحقیر کی جاتی ہے لیکن آپ فرماتے ہیں اِس دین کی غلامی کرتے ہوئے، اس مذہب کی اشاعت کرتے ہوئے اور اِس پاک رسول کے نام کو بلند کرتے ہوئے وہ ساری دنیا میں شہرت پائے گا اور زمین کے کناروں تک عزّت کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا۔ اِن شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی شخص بتا دے کہ گزشتہ پچاس یا سَو سال میں سے کسی ایک شخص نے ہی اسلام کی خدمت کرتے ہوئے دنیا کے کناروں تک شہرت حاصل کی ہو اور قوموں نے اُس سے برکت پائی ہو۔ اگر ایک ارب دنیا کی آبادی سمجھی جائے اور پچیس سال ایک نسل کی اوسط عمر سمجھی جائے تو اِس کے معنی یہ بنتے ہیں کہ چار ارب آدمیوں میں سے ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کی جاسکتی کہ کسی نے دین کی خدمت کرتے ہوئے ساری دنیا میں شہرت حاصل کی ہو اور جو مثال اتنی نایاب ہو کہ چار ارب میں سے کوئی ایک شخص بھی اِس پر پورا نہ اُتر سکتا ہو اُسے انسانی واہمہ یا قیاس کا نتیجہ کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ اگر ایسی پیشگوئی کی جائے تو ہر سمجھدار انسان کو ماننا پڑے گا کہ یہ پیشگوئی قیاس سے نہیں کی گئی کیونکہ اِس میں ایسی شرائط موجود ہیں جو چار ارب میں سے کسی ایک پر پوری نہیں ہوسکتیں۔ پھر فرماتے ہیں۔

''جو لوگ مسلمانوں میں چھپے ہوئے مُرتد ہیں وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے

معجزات کا ظہور دیکھ کر خوش نہیں ہوتے بلکہ اُن کو بڑا رنج پہنچتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا''۔[۱۲]

اِس سے بھی ظاہر ہے کہ آپ نے دنیا کے سامنے اِس حقیقت کو پیش فرمایا تھا کہ یہ نشان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ثبوت ہوگا اور اِس سے دنیا پر آپ کے معجزات کا سچا ہونا ثابت ہو جائے گا۔

مصلح موعود کی پیدائش کیلئے نو سال کی میعاد کا تقرر

اِسی طرح آپ نے اشتہار میں لکھا کہ:۔

''ایسا لڑکا بموجب وعدۂ الٰہی ۹ برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا خواہ جلد ہو خواہ دیر سے بہر حال اِس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا''۔[۱۳]

اِس طرح آپ نے پیشگوئی میں ایک اور شرط بڑھا دی۔ پہلے تو کسی میعاد کی تعیین نہیں تھی۔ انسان کہہ سکتا تھا کہ ممکن ہے دس یا پندرہ یا بیس سال میں لڑکا پیدا ہو جائے مگر اِس اشتہار کے ذریعہ آپ نے ایک مزید شرط کا اعلان فرما دیا اور بتا دیا کہ الہامِ الٰہی سے یہ خبر معلوم ہوئی ہے کہ وہ لڑکا جس کی پہلے اشتہار میں خبر دی گئی تھی ۹ سال کے عرصہ میں پیدا ہو جائے گا خواہ جلد ہو یا دیر سے بہر حال اِس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا۔ اِس پر لوگوں نے اعتراض کیا کہ ۹ سال تو بہت لمبی میعاد ہے اتنے عرصہ میں کسی لڑکے کا پیدا ہو جانا کونسی بعید بات ہے۔ جب آپ کو یہ اعتراض پہنچا تو آپ نے ۸/اپریل ۱۸۸۶ء کو ایک اور اشتہار شائع کیا جس میں لکھا کہ:۔

''جن صفاتِ خاصہ کے ساتھ لڑکے کی بشارت دی گئی ہے کسی لمبی میعاد سے گو ۹ برس سے بھی دو چند ہوتی اُس کی عظمت اور شان میں کچھ فرق نہیں آ سکتا بلکہ صریح دلی انصاف ہر یک انسان کا شہادت دیتا ہے کہ ایسے عالی درجہ کی خبر جو ایسے نامی اور اخص آدمی کے تولد پر مشتمل ہے انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے''۔[۱۴]

یعنی ہم صرف ایک لڑکے کی پیدائش کی خبر نہیں دے رہے بلکہ ایک ایسے لڑکے کی پیدائش کی خبر دے رہے ہیں جو ۹ سال میں پیدا ہوگا، دین اسلام کی خدمت کرے گا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو پھیلائے گا اور دین کی خدمت کرتے ہوئے زمین کے کناروں تک

شہرت پائے گا۔

قریب زمانہ میں پیدا ہونے والے ایک اَور لڑکے کی خبر

پھر اسی اشتہار میں آپ نے لکھا کہ:-

''توجہ کی گئی تو آج آٹھ اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جل شانہٗ کی طرف سے اِس عاجز پر اِس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدتِ حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا اِس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بِالضرور اس کے قریب حمل میں لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اَب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اَور وقت میں ۹ برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔ اور پھر بعد اس کے یہ بھی الہام ہوا کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں''۔ [۱۵]

غرض اِس اشتہار کے ذریعہ سے جو ۸/اپریل ۱۸۸۶ء کو شائع کیا گیا تھا آپ نے لوگوں کے اعتراض کا جواب دے دیا کہ اوّل تو تم جو اعتراض کرتے ہو کہ کسی لڑکے کے پیدا ہونے کی خبر دینا پیشگوئی نہیں کہلا سکتا اِس لحاظ سے درست نہیں کہ میں نے صرف ایک لڑکے کے پیدا ہونے کی خبر نہیں دی بلکہ ایک ایسے لڑکے کے پیدا ہونے کی خبر دی ہے جو اپنے ساتھ کئی قسم کی صفات رکھتا ہوگا اور اُن صفاتِ خاصہ کے ساتھ کسی کی پیدائش کی خبر دینا انسانی قیاس کا نتیجہ نہیں ہوسکتا۔ دوسرے تم نے یہ اعتراض کیا تھا کہ ۹ برس بہت لمبی معیاد ہے اِس قدر لمبے عرصہ میں تو بہرحال کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہوسکتا ہے۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بتایا گیا ہے کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے۔ پس تمہارا یہ اعتراض بھی باطل ہوگیا کہ ۹ برس بہت لمبی میعاد ہے۔ اتنے عرصہ میں تو کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہو ہی سکتا ہے کیونکہ میں ایک ایسے لڑکے کی بھی خبر دیتا ہوں جو قریب زمانہ میں پیدا ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو لڑکا اب قریب ترین عرصہ میں پیدا ہونے والا ہے یہ وہی موعود لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں ۹ برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔ غرض جس قدر اعتراضات لوگوں کی طرف سے ہوئے اُن تمام کے جواب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متواتر اپنے اشتہارات میں

دیئے اور دشمنانِ اسلام پر ہر طرح اتمامِ حُجّت کر دیا۔

بشیر اوّل کی پیدائش

اِن پیشگوئیوں کے شائع ہونے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں ۷؍اگست ۱۸۸۷ء کو ایک لڑکا پیدا ہوا (دیکھو اشتہار ۷؍اگست ۱۸۸۷ء) جس کا نام آپ نے بشیر رکھا اور اسے ۸؍اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں جو ایک اور لڑکے کی پیشگوئی تھی جو قریب مدت میں پیدا ہونے والا تھا اُس کا مصداق قرار دیا۔ ۸؍اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں پیشگوئی کے یہ الفاظ تھے کہ:۔

''اِس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو مدتِ حمل سے تجاوز نہ کرے گا۔ اِس سے ظاہر ہے کہ ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بِالضرور اِس کے قریب حمل میں لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اَب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں ۹ برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا اور پھر اِس کے بعد الہام ہوا کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں''۔[۱۶]

اِس عبارت سے ظاہر ہے کہ لوگوں کے ان اعتراضات کی وجہ سے کہ ۹ برس میں پیدا ہونے والے لڑکے کے لئے جو مدت مقرر کی گئی ہے وہ بہت لمبی ہے اِس عرصہ میں تو کوئی نہ کوئی لڑکا ہو ہی جاتا ہے آپ نے دعا کی تو آپ پر یہ ظاہر کیا گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونیوالا ہے۔ ''ایک'' کا لفظ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں ظاہر فرمایا کہ جو لڑکا قریب ہی ہونے والا ہے وہ وہی ۹ سالہ میعاد میں پیدا ہونے والا موعود لڑکا ہے ہوسکتا ہے کہ وہ اَور ہو۔

اس پیشگوئی کی اصل غرض دشمنوں کے اِس اعتراض کو دُور کرنا تھی کہ لمبی مدت میں لڑکے کا ہونا عجیب بات نہیں پیشگوئی قریب زمانہ کے متعلق ہونی چاہیئے۔ گو اُن کے اعتراض کا اصل جواب تو یہ دیا گیا کہ جس شان کا لڑکا موعود ہے اس شان کا لڑکا ۹ چھوڑ اٹھارہ سال میں بھی اگر ہو جائے تو پیشگوئی کی عظمت میں فرق نہیں آتا لیکن اُن کے اعتراض کو خود اُن کے دعووں کے مطابق ہی ردّ کرنے کے لئے یہ دوسرا طریق اختیار کیا گیا کہ بہت اچھا! ہم ایک لڑکے کی قریب مدت میں بھی خبر دے دیتے ہیں اِس کے بعد تم کو کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔

اِس کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ نوٹ بھی اپنی طرف سے لکھ دیا کہ یہ

نہیں کہہ سکتے کہ جو لڑکا قریب مدت میں ہوگا وہی موعود ہوگا یا یہ کہ یہ پیشگوئی بالکل الگ ہے اور ایک دوسرے لڑکے کی خبر دیتی ہے۔ یعنی یہ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ تعالیٰ نے ۹ سالہ میعاد کو مختصر کر کے قریب مدت سے محصور کر دیا ہے یا یہ کہ ۹ سالہ میعاد الگ قائم ہے اور یہ پیشگوئی الگ ہے۔ بہرحال اِس نوٹ سے دشمن کو اعتراض کا کوئی حق نہ پہنچتا تھا کیونکہ دشمن کا اعتراض صرف یہ تھا کہ مدت لمبی ہے تھوڑا وقت مقرر ہونا چاہئے چنانچہ آپ نے ایک مدت حمل میں لڑکا پیدا ہونے کا اعلان کر دیا۔ یہ لڑکا خواہ وہی موعود لڑکا ہوتا جس کی خبر ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں دی گئی تھی یا دوسرا لڑکا ہوتا، دشمن کا اعتراض بہرحال اِس قریب مدت میں لڑکا پیدا ہو جانے سے دور ہو جاتا تھا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ لکھنا کہ نامعلوم قریب مدت میں پیدا ہونے والا لڑکا موعود ہے یا نیا لڑکا، صرف یہ فائدہ دیتا ہے کہ اِس پیشگوئی میں دونوں امکان ہیں یہ بھی کہ ایک اور لڑکے کی خبر بھی دی گئی ہے جو جلد پیدا ہوگا اور یہ بھی کہ شاید مصلح موعود کی میعاد کو گھٹا کر کم کر دیا گیا ہے۔

دوسرا الہام اِس اشتہار میں یہ درج ہے کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں یعنی لوگ اُس کی پیدائش پر سوال کریں گے کہ کیا یہی لڑکا جو قریب مدت میں پیدا ہوا ہے آنے والا موعود ہے یا وہ اِس کے بعد پیدا ہوگا۔ اِس الہام کے الفاظ صاف بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ پیشگوئی دو لڑکوں کی پیدائش کا امکان اپنے اندر رکھتی ہے کیونکہ اگر دو لڑکوں کا امکان اِس سے پیدا نہ ہوتا تو لوگوں کی زبان سے یہ فقرہ نہ کہلوایا جاتا کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔ یہ فقرہ اُسی وقت کہا جاتا ہے جب کہ ایک سے زیادہ وجودوں کی خبر ہو جن میں سے ایک خاص علامات رکھنے والا وجود ہو۔ جب ایک وجود اس خبر کے بعد ظاہر ہو تو طبعاً لوگ سوال کرتے ہیں کہ ہمیں بتایا جائے کہ یہ وجود عام موعود ہے یا خاص موعود ہے۔ اِس لڑکے یعنی بشیر اوّل سے پہلے اور آٹھ اپریل ۱۸۸۶ء والے اشتہار کے چند ماہ بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی تھی جس کا نام آپ نے عصمت رکھا تھا۔ اُس لڑکی کی پیدائش پر دشمنوں نے شور مچایا کہ لڑکے کی پیشگوئی غلط نکلی کیونکہ لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ حالانکہ الہام یہ تھا کہ پیدا ہونے والا لڑکا ایک مدت حمل سے تجاوز نہ کرے گا اور مدتِ حمل نو اور دس ماہ

کے درمیان ہوتی ہے۔ جو لڑکی پیٹ میں تھی اور دو تین ماہ میں پیدا ہونے والی تھی اُس کی نسبت یہ الفاظ استعمال کرنے تو بالکل لغو ہو جاتے ہیں اگر اس حمل کی طرف اشارہ ہوتا۔ تو جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اشتہار محک اخیار میں لکھا ہے ''اس حمل'' کے الفاظ چاہیے تھے نہ کہ ''مدت حمل'' کے۔

بشیر اوّل کی وفات پر لوگوں کے اعتراضات

پھر یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو بشیر اوّل کی وفات پر آپ نے وہ اشتہار شائع فرمایا جو سبز اشتہار کہلاتا ہے۔ اِس میں آپ نے لوگوں کے اُس شور وشر کا جواب دیا جو بشیر اوّل کی وفات پر پیدا ہوا تھا کہ پیشگوئی تو ایک بہت بڑی شان اور عظمت رکھنے والے لڑکے کے متعلق کی گئی تھی مگر وہ بچپن میں ہی فوت ہو گیا۔ یہ شورش سراسر غلط تھی کیونکہ جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے الہامات میں ایک لفظ بھی ایسا نہ تھا جس سے یہ ثابت ہوتا کہ پہلا بشیر اِس پیشگوئی کا مصداق تھا۔ الہامات میں تو صرف ایک خاص صفات والے لڑکے کی خبر تھی جس کے متعلق کہا گیا تھا کہ وہ ۹ سال کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔ ہاں ایک اور لڑکے کی بھی خبر تھی جس کے متعلق یہ بتایا گیا تھا کہ وہ ایک مدت حمل میں پیدا ہوگا اور تشریح کر دی گئی تھی کہ اس وقت حضرت اماں جان حاملہ ہیں یا اس حمل میں یا اِس کے قریب کے حمل میں وہ پیدا ہو جائے گا۔ چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق بشیر اوّل پیدا ہوا۔ اور ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کے ہی ایک دوسرے حصّہ کے مطابق جس میں اُسے مہمان قرار دیا گیا تھا وہ ۴ رنومبر ۱۸۸۸ء کو فوت ہو گیا۔

۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء والی پیشگوئی کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی الہامی تصریح

''سبز اشتہار'' میں یہ بھی بتایا گیا کہ ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں درحقیقت دو پیش گوئیاں تھیں۔ ''مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے'' اِن الفاظ تک بشیر اوّل کے متعلق پیشگوئی تھی اور ''اُس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا'' اِن الفاظ سے وہ پیشگوئی شروع ہوتی ہے جو مصلح موعود کے متعلق ہے۔ گویا یہ پیشگوئی جو پہلے صرف ایک لڑکے کے متعلق سمجھی گئی تھی اِس کے متعلق بعد میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہاماً یہ

بات معلوم ہوئی کہ اِس کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ پیشگوئی کا یہ ہے کہ:۔

''سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ذرّیت ونسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔''

پیشگوئی کے اِس حصہ کے متعلق خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتایا کہ یہ پہلے بشیر کے متعلق ہے۔

دوسرا حصہ پیشگوئی کا وہ ہے جو مصلح موعود کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور وہ حصہ اِن الفاظ سے شروع ہوتا ہے کہ ''اس کے ساتھ فضل ہے۔ جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا'' اور ''کَانَ اَمْراً مَّقْضِیًّا'' تک جاتا ہے۔

پھر آپ نے اِسی اشتہار میں جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو آپ نے شائع فرمایا یہ بھی تحریر فرمایا کہ ہم نے اپنے کسی اشتہار میں یہ نہیں لکھا کہ بشیر اوّل ہی مصلح موعود ہے۔ چنانچہ میں نے تمام حوالجات سنا دیئے ہیں۔ اِن میں اشارۃً بھی یہ ذکر نہیں آتا کہ بشیر اوّل ہی مصلح موعود ہے۔ صرف ایک جگہ آپ نے یہ لکھا ہے کہ:۔

''غالبًا ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بِالضرور اِس کے قریب حمل میں''

لیکن وہاں آپ نے صراحتاً تحریر فرما دیا تھا کہ مجھ پر:

''یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اَب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں ۹ برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔''

ہاں آپ لکھتے ہیں کہ بوجہ بشیر اوّل کے اُن ذاتی کمالات کے جو الہامات میں بیان ہوئے تھے یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ شاید یہی وہ لڑکا ہو مگر اِس کے باوجود اِس رائے کو ظاہر نہیں کیا گیا کہ ضرور یہ لڑکا پختہ عمر کو پہنچے گا کیونکہ وہ استعدادی کمالات جو بشیر اوّل کے بیان کئے گئے تھے ایسے نہیں تھے جن کے لئے بڑی عمر پانا ضروری ہوتا بلکہ وہ ذوالوجوہ اور تاویل طلب تھے۔ اِسی

سلسلہ میں آپ نے تحریر فرمایا۔

''اگر ہم اس خیال کی بناء پر کہ الہامی طور پر ذاتی بزرگیاں پسرِ متوفی کی ظاہر ہوئی ہیں اوراس کا نام مبشر اور بشیر اور نور اللہ اور صیّب اور چراغ دین وغیرہ اسماء مشتمل کاملیت ذاتی اور روشنی فطرت کے رکھے گئے ہیں کوئی مفصّل ومبسوط اشتہار بھی شائع کرتے اوراس میں بحوالہ اُن ناموں کے اپنی یہ رائے لکھتے کہ شاید مصلح موعود اور عمر پانے والا یہی لڑکا ہوگا تب بھی صاحبانِ بصیرت کی نظر میں یہ اجتہادی بیان ہمارا قابلِ اعتراض نہ ٹھہرتا کیونکہ اُن کا منصفانہ خیال اوران کی عارفانہ نگاہ فی الفور انہیں سمجھا دیتی کہ یہ اجتہاد صرف چند ایسے ناموں کی صورت پر نظر کر کے کیا گیا ہے جو فِیْ حَدِّ ذَاتِہٖ صاف اور کُھلے کُھلے نہیں ہیں بلکہ ذوالوجوہ اور تاویل طلب ہیں۔''[۱۷]

اِس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا کہ بیشک مبشر اور بشیر اور نور اللہ اور صیّب اور چراغ دین وغیرہ اسماء متوفی لڑکے کے رکھے گئے تھے مگر یہ سب کی سب اِس کی صفات ذاتیہ تھیں۔اس کے عمر پانے کی کوئی شرط الہام میں مذکور نہیں تھی بلکہ ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی میں ہی یہ لکھا ہوا تھا کہ:۔

''خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے''

اور مہمان وہی ہوتا ہے جس کا قیام عارضی اور چندروزہ ہو۔ہاں اُس کی ذاتی فضیلت کے متعلق جو الہامات تھے اور جن میں اُسے مبشر اور بشیر اور نور اللہ اور صیّب اور چراغ دین وغیرہ قرار دیا گیا تھا اُن سے صرف اتنا پتہ لگتا تھا کہ وہ استعدادِ ذاتی میں اعلیٰ درجہ کا ہوگا یہ پتہ نہیں لگتا تھا کہ وہ زندہ بھی رہے گا اور لمبی عمر پائے گا۔آپ نے فرمایا یہ بات ایسی ہی ہے جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادہ ابراہیم کی وفات پر فرمایا لَوْ عَاشَ اِبْرَاھِیْمُ لَکَانَ صِدِّیْقاً نَبِیّاً۔[۱۸]

اگر ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور نبی بن جاتا۔اَب یہ ظاہر ہے کہ رسول کریم ﷺ اپنے پاس سے ابراہیم کو نبوت کا مقام نہیں دے سکتے تھے کیونکہ نبی خدا بناتا ہے انسان نہیں بناتا اور جبکہ آپ اُسے اپنی طرف سے نبوت کا مقام نہیں دے سکتے تھے تو آپ کا یہ فرمانا کہ اگر ابراہیم زندہ

رہتا تو نبی بن جاتا صاف بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً بتایا تھا کہ ابراہیم کی ذاتی قابلیت نبوت کی مستحق ہے مگر خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ عمر پانے والا نہیں تھا۔ اِسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا کہ بشیر اوّل بیشک اپنے ذاتی کمالات کے لحاظ سے مبشر تھا، بشیر تھا، نور اللہ تھا، صیّب تھا، چراغ دین تھا مگر خدا کی مشیت میں وہ عمر پانے والا نہیں تھا جیسا کہ خدا کی طرف سے ہی بتایا گیا تھا کہ وہ مہمان کی طرح تمہارے پاس صرف چند دنوں کے لئے آئے گا۔ لیکن بعد کی خبریں اس بچہ کے متعلق ہیں جس کے متعلق یہ خبر ہے کہ وہ مصلح موعود ہوگا اور اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا کے کناروں تک پھیلائے گا۔

ظُلمت کے بعد روشنی کے ظہور کی خبر پھر فرمایا۔

''الہامی ......عبارت کی ترتیبِ بیانی سے ظاہر ہوتا ہے کہ پسر متوفی کے قدم اُٹھانے کے بعد پہلے ظلمت آئے گی اور پھر رعد اور برق۔ اِس ترتیب کے رُو سے اس پیشگوئی کا پورا ہونا شروع ہوا یعنی پہلے بشیر کی موت کی وجہ سے ابتلاء کی ظلمت وارد ہوئی (یعنی جب وہ فوت ہو گیا تو کئی لوگوں کو ٹھوکر لگی۔ اُن کے دلوں میں کئی قسم کے شکوک و شبہات پیدا ہو گئے اور انہوں نے سمجھا کہ پیشگوئی غلط ثابت ہوئی ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں لوگوں کے یہ اعتراضات اُن کی کم فہمی کا نتیجہ تھے۔ اس ظلمت کا پہلے وارد ہونا الہامات کے رُو سے ضروری تھا) اور پھر اس کے بعد رعد اور روشنی ظاہر ہونے والی ہے۔'' [۱۹]

یعنی بشیر اوّل کی وفات سے جو ابتلا کی ظلمت پیدا ہو گئی تھی وہ اَب دُور ہو گی اور اِس کے بعد رعد اور روشنی کا ظہور ہوگا یعنی وہ لڑکا پیدا ہوگا جو زندہ رہنے والا، اسلام کی تبلیغ دنیا کے کناروں تک پہنچانے والا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور آپ کی عظمت کو بلند کرنے والا ہوگا اور وہ تمام کام سرانجام دے گا جن کا پیشگوئی میں تفصیلاً ذکر آتا ہے۔

پھر اور زیادہ وضاحت سے تحریر فرماتے ہیں۔

''صاف ظاہر کیا گیا کہ ظُلمت اور روشنی دونوں اِس لڑکے کے قدموں کے نیچے

ہیں یعنی اُس کے قدم اُٹھانے کے بعد جو موت سے مراد ہے، اُن کا آنا ضرور ہے۔ سوائے وے لوگو! جنہوں نے ظُلمت کو دیکھ لیا حیرانی میں مت پڑو بلکہ خوش ہو اور خوشی سے اُچھلو کہ اِس کے بعد اب روشنی آئے گی۔"[۲۰]

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے نام اپنے ایک خط میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"وفاتِ بشیر پر لوگوں کی شورش پر یہ الہام ہوا۔ **اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْآ اَنْ یَّقُوْلُوْآ اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۔ وَقَالُوْا تَاللّٰہِ تَفْتَؤُا تَذْکُرُ یُوْسُفَ حَتّٰی تَکُوْنَ حَرَضاً اَوْتَکُوْنَ مِنَ الْھَالِکِیْنَ۔ شَاھَتِ الْوُجُوْہُ فَتَوَلَّ عَنْھُمْ حَتّٰی حِیْنٍ۔ اِنَّ الصَّابِرِیْنَ یُوَفّٰی لَھُمْ اَجْرُھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ** ۔[۲۱] (یعنی کیا لوگ یہ سمجھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کو بغیر امتحان لینے کے یونہی چھوڑ دے گا ایسا نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے خاص بندوں کے زمانہ میں لوگوں کے ایمانوں کا امتحان لیا کرتا ہے اور اِس زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوگا۔ چنانچہ اِسی وجہ سے یہ پیشگوئی بعض لوگوں کے لئے ٹھوکر کا موجب بنی کیونکہ انہوں نے غلط اجتہاد سے کام لیا اور اِس خیال میں مبتلا ہو گئے کہ پیشگوئی سچی ثابت نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لوگ تجھے کہیں گے کہ جس کی خبر تو دے رہا ہے وہ تجھے کبھی نہیں ملے گا جس طرح یوسفؑ کے بھائیوں نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ تو اِسی طرح یوسفؑ کا ذکر کرتا رہے گا یہاں تک کہ تیری عقل یا تیرے جسم میں بیماری پیدا ہو جائے گی اور یا تُو اِسی غم میں ہلاک ہو جائے گا۔ اِس زمانہ کے لوگ بھی تجھے کہیں گے کہ تیرے ہاں کوئی ایسا بیٹا پیدا نہیں ہوگا تُو اِسی طرح اِس کا ذکر کرتے کرتے مر جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **شَاھَتِ الْوُجُوْہُ** ۔ اِن کہنے والوں کے منہ کالے ہو جائیں گے۔ **فَتَوَلَّ عَنْھُمْ حَتّٰی حِیْنٍ** ۔ کچھ دیر کے لئے تُو ان سے منہ پھیر لے۔ اللہ تعالیٰ بہرحال اِس پیشگوئی کو پورا کرے گا۔ **اِنَّ الصَّابِرِیْنَ یُوَفّٰی لَھُمْ اَجْرُھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ** وہ لوگ جو صبر کرتے ہیں اور اِس پیشگوئی کے پورا ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اعلیٰ سے اعلیٰ اجر عطا فرمائے گا۔)

پھر اِسی خط میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔

''ایک الہام میں اِس دوسرے فرزند کا نام بھی بشیر رکھا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا۔ یہ وہی بشیر ہے جس کا دوسرا نام محمود ہے۔ جس کی نسبت فرمایا اولوالعزم ہوگا اور حُسن اور احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ یَخْلُقُ مَایَشَاءُ'' [۲۲]

اِن الہامات اور حوالوں سے ثابت ہے کہ جس موعود کی خبر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی گئی تھی، اُس نے یقیناً ایسے ہی زمانہ کے لوگوں میں آنا تھا جو اِس پیشگوئی کے مخاطب تھے کیونکہ جو سات اغراض اِس پیشگوئی کی ظاہر کی گئی ہیں وہ اِسی زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ سات اغراض میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ لیکن اِس موقع پر پھر اُن کا ذکر کرنا ضروری ہے۔

پیشگوئی مصلح موعود کی سات اہم اغراض

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں ذکر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ ظاہر فرمایا ہے کہ یہ پیشگوئی جو دنیا کے سامنے کی گئی ہے، اِس کی کئی اغراض ہیں۔

اوّل یہ پیشگوئی اس لئے کی گئی ہے کہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت سے نجات پائیں اور جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آئیں۔ اگر یہ سمجھا جائے کہ اِس پیشگوئی نے چارسَو سال کے بعد پورا ہونا ہے تو اِس کے معنی یہ بنیں گے کہ مَیں نے یہ پیشگوئی اِس لئے کی ہے کہ جو آج زندگی کے خواہاں ہیں وہ بے شک مرے رہیں چارسَو سال کے بعد اُن کو زندہ کر دیا جائے گا۔ یہ فقرہ بِالبداہت باطل اور غلط ہے۔ آپ فرماتے ہیں یہ چِلّہ اِس لئے کیا گیا ہے تا کہ وہ لوگ جو دینِ اسلام سے منکر ہیں، اُن کے سامنے خدا تعالیٰ کا ایک زندہ نشان ظاہر ہو اور جو رسول کریم ﷺ کی کرامت کا انکار کر رہے ہیں ان کو ایک تازہ اور زبردست ثبوت اس بات کا مل جائے کہ اب بھی خدا تعالیٰ اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں اپنے نشانات ظاہر کرتا ہے۔ وہ الہامی الفاظ جو اِس پیشگوئی کی غرض و غایت پر روشنی ڈالتے ہیں یہ ہیں کہ:

''خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں''۔

اَب اگر اُن لوگوں کے نظریہ کو صحیح سمجھ لیا جائے جو یہ کہتے ہیں کہ مصلح موعود تین چارسَو سال

کے بعد آئے گا تو اِس فقرہ کی تشریح یوں ہوتی ہے کہ یہ پیشگوئی اِس لئے کی گئی ہے تا کہ وہ لوگ جو آج زندگی کے خواہاں ہیں مرے رہیں چار سَو سال کے بعد اُن کی نسلوں میں سے بعض لوگوں کو زندہ کر دیا جائے گا مگر کیا اِس فقرہ کو کوئی شخص بھی صحیح تسلیم کر سکتا ہے۔

دوسرے یہ پیشگوئی اِس لئے کی گئی تھی تا دینِ اسلام کا شرف ظاہر ہو اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر عیاں ہو۔ اِس فقرہ کے صاف طور پر یہ معنی ہیں کہ دین اسلام کا شرف اِس وقت لوگوں پر ظاہر نہیں۔ اِسی طرح کلام اللہ کا مرتبہ اِس وقت لوگوں پر ظاہر نہیں۔ مگر کہا یہ جاتا ہے کہ خدا نے یہ پیشگوئی اِس لئے کی ہے تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ آج سے تین سَو سال کے بعد یا چار سَو سال کے بعد جب یہ لوگ بھی مر جائیں گے، اِن کی اولادیں بھی مر جائیں گی اور اُن کی اولادیں بھی مر جائیں گی، لوگوں پر ظاہر کیا جائے۔ جب نہ پنڈت لیکھرام ہوگا نہ منشی اندرمن مراد آبادی ہوگا نہ اِن کی اولادیں ہوں گی اور نہ اُن اولادوں کی اولادیں ہوں گی۔ اُس وقت دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر کیا جائے گا۔ بتاؤ کہ کیا کوئی بھی شخص اِن معنوں کو درست سمجھ سکتا ہے؟

تیسرے آپ نے فرمایا یہ پیشگوئی اِس لئے کی گئی ہے تا کہ حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اِس کے معنی بھی ظاہر ہیں کہ حق اِس وقت کمزور ہے اور باطل غلبہ پر ہے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ایسا نشان ظاہر ہو کہ عقلی اور علمی طور پر دشمنانِ اسلام پر حُجّت تمام ہو جائے اور وہ لوگ اِس بات کو ماننے پر مجبور ہو جائیں کہ اسلام حق ہے اور اس کے مقابل میں جس قدر مذاہب کھڑے ہیں وہ باطل ہیں۔

چوتھی غرض اِس پیشگوئی کی یہ بیان کی گئی تھی کہ تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں اور جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اَب یہ غور کرنے والی بات ہے کہ لوگ خدا تعالیٰ کو اِس صورت میں کس طرح قادر سمجھ سکتے تھے اگر یہ کہہ دیا جاتا کہ تین سَو سال کے بعد یا چار سَو سال کے بعد ایک ایسا نشان ظاہر ہوگا جس سے تم یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاؤ گے کہ اسلام کا خدا قادر ہے، ایسی پیشگوئی کو لیکھرام کیا اہمیت دے سکتا تھا یا وہ لوگ جو اُس وقت دین اسلام پر اعتراضات کر رہے تھے، رسول کریم ﷺ کے نشانات کو باطل قرار دے رہے تھے، اسلام کو ایک مُردہ مذہب قرار دے

رہے تھے اُن پر کیا حُجّت ہوسکتی تھی کہ تم چار سَو سال کے بعد خدا تعالیٰ کو قادر سمجھنے لگ جاؤ گے۔ چار سَو سال کے بعد پوری ہونے والی پیشگوئی سے وہ لوگ خدا تعالیٰ کو کس طرح قادر سمجھ سکتے تھے۔ وہ تو یہی کہتے کہ ہم اِن زبانی دعووں کو تسلیم نہیں کر سکتے کہ چار سَو سال کے بعد ایسا ہو جائے گا۔ یہ تو ہر کوئی کہہ سکتا ہے بات تب ہے کہ ہمارے سامنے نشان دکھایا جائے اور اسلام کے خدا کا قادر ہونا ثابت کیا جائے۔

پانچویں غرض یہ بیان کی گئی تھی کہ تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اگر اِس پیشگوئی نے چار سَو سال کے بعد ہی پورا ہونا تھا تو اُس زمانہ کے لوگ یہ کس طرح یقین کر سکتے تھے کہ خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے۔

چھٹی غرض یہ بیان کی گئی تھی کہ تا اُنہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور اُس کے دین اور اُس کی کتاب اور اُس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کُھلی نشانی ملے۔ اِس کے معنی بھی یہی بنتے ہیں کہ وہ لوگ جو میرے زمانہ میں اسلام کی تکذیب کر رہے ہیں، اُن کے سامنے میں یہ پیشگوئی کرتا ہوں کہ اُنہیں اسلام کی صداقت کی ایک بڑی کھلی نشانی ملے گی مگر ملے گی چار سَو سال کے بعد۔ جب موجودہ زمانہ کے لوگوں بلکہ اِن کی اولادوں اور اُن کی اولادوں میں سے بھی کوئی زندہ نہیں ہوگا۔

ساتویں آپ نے بیان فرمایا کہ یہ پیشگوئی اِس لئے کی گئی ہے تا کہ مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے اور پتہ لگ جائے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ چار سَو سال کے بعد آنے والے وجود سے اِس زمانہ کے لوگوں کو کیونکر پتہ لگ سکتا ہے کہ وہ جھوٹ بول رہے تھے۔

نو سالہ میعاد

پھر اشتہارات میں آپ نے یہ بھی تحریر فرما دیا تھا کہ ایسا لڑکا بموجب الہامِ الٰہی ۹ سال کے عرصہ میں ضرور پیدا ہو جائے گا۔ اِس سے صاف ظاہر ہے کہ الہامِ الٰہی اِس کی پیدائش کو ۹ سال میں ضروری قرار دیتا ہے۔ یہاں اجتہاد کا کوئی سوال نہیں بلکہ آپ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا یہ الہام ہے کہ وہ لڑکا ۹ سال کے اندر ضرور پیدا ہو جائے گا۔ پس تین یا چار سَو سال کے بعد اگر کوئی شخص اِس پیشگوئی کے مصداق ہونے کا دعویٰ کرے تو بہر حال ایسا شخص ہی اِس کے مصداق ہونے کا اعلان کر سکتا ہے جو پیدا ۹ سال میں ہوا ہو لیکن

ظاہر تین سَو یا چار سَو سال کے بعد ہوا ہو کیونکہ الہام اِس بات کی تعیین کرتا ہے کہ آنے والے موعود کو بہرحال ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء سے ۲۰؍فروری ۱۸۹۵ء تک کے عرصہ کے اندر اندر پیدا ہو جانا چاہئے اِس عرصہ کے بعد پیدا ہونے والا کوئی شخص اِس پیشگوئی کا مصداق نہیں ہوسکتا۔

مصلح موعود کی پیدائش بشیر اوّل کے ساتھ مقدر تھی

پھر فرمایا کہ الہام الٰہی نے بتایا تھا کہ:- ''اُس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا''۔ اِس سے بھی ظاہر ہے کہ مصلح موعود کی پیدائش بشیر اوّل کے ساتھ وابستہ ہونی چاہئے ورنہ یہ کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ بشیر اوّل فوت ہو جائے اور اِس کے تین یا چار سَو سال کے بعد مصلح موعود ظاہر ہو اور اُس کے متعلق یہ کہا جائے کہ یہ بشیر اوّل کے ساتھ آیا ہے۔ کوئی انسان ایسا نہیں ہوسکتا جو دو مختلف زمانوں میں پیدا ہونے والوں کو ایک دوسرے کے ساتھ آنے والا کہہ سکے۔ پھر یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ بشیر اوّل جو پیدا ہو کر فوت ہو گیا اُس کے ساتھ آنے والا اُس شخص کو قرار دیا جائے جو تین یا چار سَو سال کے بعد ظاہر ہو۔ اگر اِس طرح ایک کی پیدائش دوسرے کے ساتھ وابستہ سمجھی جاسکتی ہے تو پھر تو کوئی شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ مَیں آدم کے ساتھ پیدا ہوا تھا۔ مگر ہر شخص جانتا ہے کہ یہ بات غلط ہے۔ ''ساتھ'' کے مفہوم میں یہ بات داخل ہوتی ہے کہ دوسرا پیدا ہونے والا اتنا قریب ہو کہ اُسے پہلے کے ساتھ کہا جاسکے۔

ظلمات اور رعد و برق

پھر فرمایا کہ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ کے الہام میں ظلمات سے مراد بشیر اوّل کی موت ہے اور رعد و برق سے مراد دوسرے بشیر کا ظہور ہے۔ اِس الہام میں ایک ہی نام دونوں کے رکھ کر یعنی صَيِّبٌ قرار دے کر دو ظہوروں کی خبر دینا بتاتا ہے کہ دونوں ایک ہی زمانہ میں ہوں گے۔ بشیر اوّل کا ظہور فِيْهِ ظُلُمٰتٌ والے حصہ کی صداقت کا ثبوت ہوگا اور بشیر ثانی کا ظہور رعد اور برق والے حصہ کی صداقت کا ثبوت ہوگا۔ گویا بادل تو ایک ہی ہے مگر اِس کے نتائج تین ہیں۔ ہر بادل جو آسمان پر آتا ہے اُس کا پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ تاریکی پیدا کر دیتا ہے اِس کے بعد جب بارش برستی ہے تو اِس کے نتیجہ میں رعد پیدا ہوتی ہے اِسی طرح بجلی کے چمکنے سے روشنی ظاہر

ہوتی ہے گویا صَیِّبٌ تو ایک ہوتا ہے مگر اِس کے نتائج تین ہوتے ہیں۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے بادل ایک رکھا ہے مگر اِس کے نتائج تین بیان کئے ہیں۔ یعنی ظلمات، رعد اور برق۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں کہ اِس صیب کا ایک نتیجہ جو ظلمات سے تعلق رکھتا ہے بشیر اوّل ہے اور دوسرا نتیجہ جو رعد اور برق سے تعلق رکھتا ہے بشیر ثانی ہے۔ اگر یہ معنی لئے جائیں گے کہ بشیر ثانی تین سَو سال کے بعد ظاہر ہوگا تو اِس کے معنی یہ بنیں گے کہ بادل تو آج آیا ہے اور اِس بادل کی ظلمات بھی آج ظاہر ہوگئی ہیں مگر اِس بادل کی رعد اور برق تین سَو سال کے بعد ظاہر ہوں گی۔ حالانکہ یہ بالکل عقل کے خلاف ہے کہ ایک بادل کی ظلمات آج ظاہر ہوں اور اُس کی رعد اور برق تین چار سَو سال کے بعد ظاہر ہوں۔ بیشک مثال مثال ہی ہوتی ہے مگر مثال کے چسپاں کرنے کے لئے دونوں میں مشابہت کا پایا جانا تو ضروری ہوتا ہے۔ اگر مشابہت نہ ہو تو مثال دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے بادل کی مثال دی ہے اور غور کر کے دیکھ لو دنیا میں کوئی بادل ایسا نہیں ہوتا جس کی تاریکی آج ظاہر ہوا اور اُس کی رعد اور برق چار سَو سال کے بعد ظاہر ہو۔ اِس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ رعد اور برق ظلمت کے بعد اتنے قریب ترین عرصہ میں ظاہر ہونی چاہئے کہ اِن تینوں کا ایک ہی زمانہ قرار دیا جائے اور ایک کو دوسرے کے ساتھ وابستہ سمجھا جائے یعنی بشیر اوّل کی موت کے بعد دوسرا بشیر قریب ترین عرصہ میں پیدا ہو جائے تا کہ دوسرے بشیر کو پہلے بشیر کے ساتھ قرار دیا جا سکے۔

پھر فرماتے ہیں الہام سے ظاہر ہے کہ ظلمت اور روشنی دونوں بشیر اوّل کے قدموں کے نیچے ہیں۔ یعنی اُس کی موت کے بعد یہ دونوں امر ظاہر ہوں گے۔ اِس سے بھی ظاہر ہے کہ بشیر ثانی کا ظہور بشیر اوّل کی موت کے ساتھ ہی ہونے والا تھا ورنہ اُس کے قدموں کے نیچے ہونا ایسے امر کو کس طرح کہا جا سکتا تھا جو تین سَو سال کے بعد ہونے والا تھا۔

ایک شُبہ کا ازالہ یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ انبیاء کے سلسلہ میں بعض دفعہ ایک نبی کو دوسرے نبی کے ساتھ آنے والا قرار دے دیا جاتا ہے خواہ اِن دونبیوں کے درمیان ایک ہزار سال کا فاصلہ ہی کیوں نہ ہو مگر یہاں اِس مثال کو پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اِس لئے کہ بشیر اوّل مامور نہیں تھا۔ اگر ایک مامور دنیا میں آئے تو اِس کے بعد دوسرے مامور کی بعثت

تک کا تمام زمانہ ایک ہی سمجھا جاتا ہے اور جب دوسرا ما مور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوتا ہے تو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ مامور فلاں مامور کے ساتھ آیا۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں آئے اور انہوں نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا۔ اَب اُن کا زمانہ صرف اتنا ہی نہیں تھا جتنے عرصہ تک وہ زندہ رہے بلکہ چھ سَو سال تک اُن کا زمانہ جاری رہا یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے۔ پس بیشک انبیاء علیہم السلام میں بعض دفعہ ایک نبی کو دوسرے نبی کے ساتھ آنے والا قرار دے دیا جاتا ہے حالانکہ اُن دونوں کے درمیان ایک لمبا فاصلہ ہوتا ہے لیکن یہاں اِس مثال کو اِس لئے پیش نہیں کیا جا سکتا کہ بشیر اوّل مامور نہیں تھا بلکہ ایک بچہ تھا جو چند دن زندہ رہ کر فوت ہو گیا اِس کے ذریعہ کوئی ایسا نشان قائم نہیں ہوا جو تین سَو سال تک جاری رہتا۔ اگر تو بشیر اوّل زندہ رہتا، مأ موریت کا دعویٰ کرتا اور پھر تین سَو سال کے بعد دوسرا مأ مور آجاتا تو ہم کہہ سکتے تھے کہ دوسرا مأ مور پہلے مأ مور کے ساتھ آیا۔ درمیانی تین سَو سال کے عرصہ کو بشیر اوّل کی ماموریت کا زمانہ قرار دے دیا جاتا۔ مگر جس شخص کو صرف جسمانی حیات حاصل ہوئی ہے، ماموریت نہیں ملی، اُس کے ساتھ آنے والا کبھی ایسے شخص کو نہیں کہا جا سکتا جو تین سَو سال کے بعد ظاہر ہو۔ پس بشیر اوّل اور بشیر ثانی کا تین سَو سال کا وقفہ کسی طرح بھی درست ثابت نہیں ہو سکتا۔

خوشی سے اُچھلنے کے الفاظ سے استنباط پھر فرماتے ہیں۔

''اَے لوگو! جنہوں نے ظُلمت کو دیکھ لیا حیرانی میں مت پڑو۔ بلکہ خوش ہو اور خوشی سے اُچھلو کہ اِس کے بعد اَب روشنی آئے گی''۔

اِس فقرہ کو بھی اگر اُس تشریح کی روشنی میں دیکھا جائے جس میں تین سَو سال کے بعد مصلح موعود کا ظاہر ہونا بتایا جاتا ہے تو اِس کے معنی یہ بنتے ہیں کہ اے لوگو! تم حیرانی میں کیوں پڑتے ہوئے ہو آج سے تین سَو سال کے بعد روشنی آنے والی ہے اور اے لوگو! جو ظلمت میں اپنی عمریں گزار رہے ہو تم خوشی سے اُچھلو اور کُودو کیونکہ تین سَو سال کے بعد روشنی ظاہر ہو گی۔ اِس کے جواب میں کیا وہ یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ ہم کیوں اُچھلیں اور کُودیں۔ اگر اُچھلنے کی

ضرورت ہے تو وہ نسلیں اُچھلیں گی جن کے زمانہ میں یہ روشنی ظاہر ہوگی ہم سے یہ کیوں مطالبہ کیا جاتا ہے کہ ہم اِس ظلمت میں ہی اُچھلنے اور کُودنے لگ جائیں۔ ہمارے سامنے تو اسلام پر اعتراضات ہو رہے ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا سے مٹایا جا رہا ہے، قرآن کریم کو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ ایک ناقابلِ عمل کتاب قرار دیا جا رہا ہے مگر کوئی روشنی ہمارے سامنے ظاہر نہیں ہوئی جو اِس ظلمت کو دُور کر دے۔ اگر کسی آنے والی روشنی پر اُچھلنا ضروری ہے تو وہی لوگ خوشی سے اُچھل سکتے ہیں جو اس روشنی کو دیکھ لیں۔ ہم نے تو اِس روشنی کو دیکھا ہی نہیں پھر ہم کس طرح خوشی منا سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ الفاظ ہی کہ:۔

''اے لوگو! جنہوں نے ظلمت کو دیکھ لیا حیرانی میں مت پڑو بلکہ خوش ہو اور خوشی سے اُچھلو کہ اِس کے بعد اَب روشنی آئے گی۔''

صاف بتا رہے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والے ہزاروں لوگ ابھی زندہ ہوں گے کہ یہ روشنی ظاہر ہو جائے گی اِس لئے وہ لوگ جو اِس روشنی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اُن سے کہا گیا کہ وہ خوش ہوں اور خوشی سے اُچھلیں۔ غرض یہ الفاظ بھی اِس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہیں کہ اِس زمانہ کے لوگوں کے لئے ہی خوشی سے اُچھلنے اور کُودنے کا وقت ہے کیونکہ یہ روشنی اُن کے سامنے ظاہر ہوگی۔

شَاهَتِ الْوُجُوْهُ پھر حضرت خلیفۃ اوّل کے نام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے خط میں ایک الہام تحریر فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں تُو یوسف کی یاد کرتے کرتے یا تو دیوانہ ہو جائے گا یا ہلاک ہو جائے گا یعنی تیرے زمانہ میں وہ ظاہر نہیں ہوگا مگر فرماتا ہے۔ شَاهَتِ الْوُجُوْهُ۔ اِن دشمنوں کے منہ کالے ہو جائیں گے اور تُو ضرور یوسف کو دیکھے گا۔ اِس سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں اِس موعود کا پیدا ہونا ضروری ہے ورنہ حضرت یوسفؑ اور حضرت یعقوبؑ کی مثال کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔ حضرت یوسفؑ اور حضرت یعقوبؑ کی مثال اِسی صورت میں چسپاں ہو سکتی تھی جب آپ کو بھی اپنا یوسف زندگی میں مل جاتا کیونکہ حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کو

اپنی زندگی میں دیکھ لیا تھا۔ یہ نہیں ہوا کہ اُن کی وفات کے تین سَو سال کے بعد کہیں اِن کی نسل کو یوسف کا پتہ لگا ہو۔ یہ پیشگوئی صاف بتا رہی تھی کہ لوگ اعتراض کریں گے اور کہیں گے کہ تُو یوسف کی یاد کرتے کرتے یا دیوانہ ہو جائے گا یا اِسی حالت میں مَر جائے گا تیرے زمانہ میں وہ ظاہر نہیں ہوگا لیکن فرماتا ہے شَاھَتِ الْوُجُوْہُ ۔اللہ تعالیٰ اِن دشمنوں کے منہ کالے کر دے گا اور تُو اپنی زندگی میں یوسف کو دیکھ لے گا یعنی یہ پیشگوئی کسی اور زمانہ میں نہیں بلکہ تیرے زمانہ میں اور تیری زندگی میں ہی پوری ہو جائے گی۔

بشیر ثانی اور محمود ایک ہی ہیں

پھر فرماتے ہیں ایک دوسرے بشیر کا وعدہ ہے جس کا نام محمود بھی ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

''خدا تعالیٰ نے اِس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا جس کا نام **محمود** بھی ہے وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا۔ **یَخْلُقُ اللّٰہُ مَایَشَاءُ**''[۲۳]

اِسی طرح پندرہ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا جس کا نام **محمود احمد** ہوگا''۔[۲۴]

اِس سے معلوم ہوا کہ بشیر ثانی اور محمود ایک ہی ہیں اور محمود کی نسبت یہ وعدہ ہے کہ وہ ''قریب مدت'' میں پیدا ہوگا۔ گویا اِس میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔

اوّل یہ کہ بشیر ثانی اور محمود ایک ہی ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ بشیر اوّل کے بعد ''قریب مدت'' میں پیدا ہوگا۔ اِن الہامات کے مطابق لازماً بشیر اوّل کی وفات کے بعد قریب مدت میں اِس موعود کا پیدا ہونا ضروری تھا۔

اِن تمام الہامات سے جو اوپر بیان کئے جا چکے ہیں ثابت ہوتا ہے کہ مصلح موعود کا ۹ سال میں اور قریب مدت میں بشیر اوّل کے قریب زمانہ میں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اور اُن لوگوں کی زندگی میں جن کو بشیر اوّل کی وفات کا صدمہ ہوا تھا اور بہت سے اُن دشمنوں کی زندگی میں جو اسلام کی اُس وقت مخالفت کر رہے تھے اور اسلام کی فتح سے گھبراتے تھے پیدا ہونا ضروری تھا اور یقیناً مصلح موعود ۹ سال کے عرصہ میں، قریب مدت میں، بشیر اوّل کے قریب زمانہ میں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ہی پیدا ہوا اور اُن

لوگوں کی زندگی میں ظاہر ہوا جن کو بشیر اوّل کی وفات کی وجہ سے لوگوں کے طعنے سُننے پڑتے تھے اور بہت سے اُن دشمنوں کی زندگی میں پیدا ہوا جو اسلام کی صداقت کا کوئی نشان دیکھنا چاہتے تھے، جو اسلام کی اُس وقت شدید ترین مخالفت کر رہے تھے اور اسلام کی فتح سے سخت گھبراتے تھے۔

مصلح موعود کی احادیث میں خبر

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مصلح موعود کی خبر دیتے ہیں اور اُس کا ظہور زمانہ مسیح موعود میں ہی بتاتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُلَهٗ [25]

مسیح موعود شادی کرے گا اور اُس کے ہاں اولاد پیدا ہوگی۔ اَب اِس کے یہ معنی تو نہیں ہو سکتے کہ مسیح موعود کے ہاں ویسی ہی معمولی اولاد پیدا ہو جائے گا جیسی اور لوگوں کے ہاں پیدا ہوتی ہے کیونکہ اگر اِس کے یہی معنی ہوں تو پھر اِس پر وہی اعتراض پیدا ہوگا جو غیر احمدی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی پر کیا کرتے تھے کہ اولاد ہونا کونسی بڑی بات ہے، دنیا میں ہر شخص کے ہاں اولاد ہوا ہی کرتی ہے اور یہ ہم بھی مانتے ہیں کہ اگر محض اِتنی خبر دی جائے کہ ایک لڑکا پیدا ہوگا تو یہ کوئی خاص پیشگوئی نہیں کہلا سکتی۔ اِسی طرح جب رسول کریم ﷺ نے یہ فرمایا کہ مسیح موعود کے ہاں اولاد پیدا ہوگی تو اِس کے یہ معنی تو نہیں ہو سکتے کہ اُس کے ہاں معمولی اولاد پیدا ہوگی کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو رسول کریم ﷺ کو خاص طور پر یہ خبر دینے کی کوئی ضرورت نہیں تھی لیکن آپ کا یہ خبر دینا بتاتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کا منشاء یہ تھا کہ اُس کے ہاں خاص اولاد پیدا ہوگی ویسے ہی کمالات اور ویسے ہی اوصاف رکھنے والی جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے خبر دی۔

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لَوْکَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ مِنْ ھٰؤُلَاءِ [26]

بخاری کتاب التفسیر میں بھی یہ حدیث آتی ہے اور وہاں الفاظ یہ ہیں کہ لَوْکَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ اَوْ رَجُلٌ مِنْ ھٰؤُلَاءِ [27]

یعنی اگر ایمان ثریا پر بھی جا چکا ہوگا تو اہل فارس میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو اُسے زمین پر واپس لائیں گے۔ پس صرف مسیح موعودؑ کے متعلق ہی رسول کریم ﷺ نے پیشگوئی نہیں

فرمائی بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خاندان کے بعض اور افراد کے متعلق بھی پیشگوئی فرمائی ہے اور بتایا ہے کہ وہ تمام افراد مل کر ثریا سے ایمان واپس لائیں گے۔ اَب اگر یہ سمجھا جائے کہ یہ پیشگوئی جو مصلح موعود کے ساتھ تعلق رکھتی ہے تین سَو سال کے بعد پوری ہوگی اور دوسرا رَجُـــل آئندہ کسی اور زمانہ میں آئے گا تو اِس کے معنی یہ بنتے ہیں کہ مسیح موعود کے ذریعہ پیشگوئی کا ایک حصہ پورا ہونے کے بعد پھر ایمان دنیا سے اُٹھ جائے گا اور پھر بشیر ثانی اُس کو آسمان سے واپس لائے گا حالانکہ خود مولوی محمد علی صاحب کا بھی یہ عقیدہ نہیں۔ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ تین سَو سال تک یہ سلسلہ ترقی کرتا چلا جائے گا درمیان میں کوئی گمراہی اور ضلالت کا دَور نہیں آئے گا اور جبکہ یہ سلسلہ ترقی کرتا چلا جائے گا تو انتہائی ترقی کے دَور میں مصلح موعود کا آنا بے معنی ہو جاتا ہے۔ مصلح موعود تین سَو سال کے بعد اِسی صورت میں آ سکتا ہے جب مسیح موعود کے ذریعہ پہلے ہدایت کا بیج بویا جائے، پھر گمراہی اور ضلالت کا دَور آ جائے اور پھر ایک فارسی الاصل انسان ایمان کو ثریا سے واپس لائے۔ حالانکہ غیر مبائعین بھی یہ تسلیم نہیں کرتے کہ تین سَو سال تک ایمان دنیا سے اُٹھ جائے گا۔ بہرحال مصلح موعود کا زمانہ مسیح موعود میں ہی ظاہر ہونا ضروری تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے بھی یہی ثابت ہوتا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات اور آپ کی تشریحات سے بھی یہی ثابت ہوتا تھا۔

ایک عظیم الشان رؤیا

اِس پیشگوئی کو جماعت کے کئی افراد مجھ پر چسپاں کیا کرتے تھے مگر مَیں سنجیدگی سے کبھی اِس مسئلہ پر غور نہیں کرتا تھا، کیونکہ جیسا کہ مَیں نے بارہا بتایا ہے مَیں سمجھتا تھا اگر اِس پیشگوئی کے مصداق کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ الہامِ الٰہی سے دعویٰ کرے تو مجھے اپنی طرف سے اِس دعویٰ کی ضرورت نہیں۔ اگر خدا میری زبان سے اِس کے متعلق کوئی اعلان کرانا چاہے گا تو وہ خود کرا لے گا اور اگر اِس کے مصداق کے لئے کسی الہام کی ضرورت نہیں تو مجھے بھی کسی دعویٰ کی ضرورت نہیں۔ بہرحال یہ ایک پیشگوئی ہے جس پر غور کر کے لوگ فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اگر اِس کے لئے الہام کی ضرورت ہے تو میں بغیر الہام کے دعویٰ کر کے کیوں گنہگار بنوں۔ جسے الہام ہوگا وہ خود دعویٰ کر دے گا اور اگر

اِس کیلئے الہام کی ضرورت نہیں تو پھر دعویٰ کرنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ۔ یہاں تک کہ جنوری ۱۹۴۴ء کے دوسرے ہفتہ میں مجھے ایک رؤیا ہوا۔

پہلے میں نے کہا تھا کہ یہ رؤیا ''غالبًا پانچ اور چھ (جنوری) کی درمیانی شب بدھ اور جمعرات کی درمیانی رات میں ظاہر کی گئی۔'' مگر اب تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ یہ رؤیا جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات کو ہوا۔ کیونکہ یہ رؤیا میں نے اپنی بیوی مریم صدیقہ کے ہسپتال جانے کے بعد دیکھا تھا اور مریم صدیقہ کا آپریشن لاہور میں جمعہ ۷؍جنوری کو ہوا تھا اور اُس دن وہ ہسپتال میں داخل ہو چکی تھیں ۔ پس یہ رؤیا جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات کو ہوا۔ اُس رات وہ میرے کمرہ میں نہیں تھیں بلکہ آپریشن کے لئے ہسپتال میں داخل تھیں ۔ یہ رؤیا میں نے دوسرے ہی دن چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کو سُنا دیا تھا اور اِس کے ایک دن بعد اُن کے برادر نسبتی کا ولیمہ تھا جو معلوم ہوا ہے کہ اتوار کو تھا۔ بہر حال یہ رؤیا جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی شب کو میں نے دیکھا۔

یہ رؤیا میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں مگر اِس موقع پر مَیں وہ رؤیا ایک بار پھر دوستوں کو سُنا دیتا ہوں۔

میں نے دیکھا کہ میں ایک مقام پر ہوں جہاں جنگ ہو رہی ہے۔ وہاں کچھ عمارتیں ہیں نہ معلوم وہ گڑھیاں ہیں یا ٹرنچز[۲۸] (TRENCHES) ہیں۔ بہر حال وہ جنگ کے ساتھ تعلق رکھنے والی کچھ عمارتیں ہیں۔ وہاں کچھ لوگ ہیں جن کے متعلق مَیں نہیں جانتا کہ آیا وہ ہماری جماعت کے لوگ ہیں یا یونہی مجھے اُن سے تعلق ہے، مَیں اُن کے پاس ہوں اِتنے میں مجھے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے جرمن فوج نے جو اُس فوج سے کہ جس کے پاس میں ہوں برسرِ پیکار ہے یہ معلوم کر لیا ہے کہ مَیں وہاں ہوں اور اُس نے اُس مقام پر حملہ کر دیا ہے اور وہ حملہ اتنا شدید ہے کہ اُس جگہ کی فوج نے پسپا ہونا شروع کر دیا۔ یہ کہ وہ انگریزی فوج تھی یا امریکن فوج یا کوئی اور فوج تھی، اِس کا مجھے اُس وقت کوئی خیال نہیں آیا۔ بہر حال وہاں جو فوج تھی اُس کو جرمنوں سے دبنا پڑا اور اُس مقام کو چھوڑ کر وہ پیچھے ہٹ گئی۔ جب وہ فوج پیچھے ہٹی تو جرمن اُس عمارت میں داخل ہو گئے جس میں مَیں تھا۔ تب میں خواب میں کہتا ہوں دشمن کی جگہ پر رہنا درست نہیں اور یہ مناسب نہیں کہ اَب اِس جگہ ٹھہرا جائے، یہاں سے ہمیں بھاگ چلنا چاہئے۔ اُس وقت

مَیں رؤیا میں صرف یہی نہیں کہ تیزی سے چلتا ہوں بلکہ دَوڑتا ہوں۔ میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں اور وہ بھی میرے ساتھ ہی دوڑتے ہیں اور جب میں نے دوڑنا شروع کیا تو رؤیا میں مجھے یوں معلوم ہوا جیسے مَیں انسانی مقدرت سے زیادہ تیزی کے ساتھ دوڑ رہا ہوں اور کوئی ایسی زبردست طاقت مجھے تیزی سے لے جا رہی ہے کہ میلوں میل ایک آن میں مَیں طے کرتا جا رہا ہوں۔ اُس وقت میرے ساتھیوں کو بھی دوڑنے کی ایسی ہی طاقت دی گئی مگر پھر بھی وہ مجھ سے بہت پیچھے رہ گئے اور میرے پیچھے ہی جرمن فوج کے سپاہی میری گرفتاری کے لئے دوڑتے آ رہے ہیں مگر شاید ایک منٹ بھی نہیں گزرا ہوگا کہ مجھے رؤیا میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ جرمن سپاہی بہت پیچھے رہ گئے ہیں مگر میں چلتا چلا جاتا ہوں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ زمین میرے پیروں کے نیچے سمٹتی چلی جا رہی ہے یہاں تک کہ مَیں ایک ایسے علاقہ میں پہنچا جو دامنِ کوہ کہلانے کا مستحق ہے۔ ہاں جس وقت جرمن فوج نے حملہ کیا ہے، رؤیا میں مجھے یاد آتا ہے کہ کسی سابق نبی کی کوئی پیشگوئی ہے یا خود میری کوئی پیشگوئی ہے اُس میں اِس واقعہ کی خبر پہلے سے دی گئی تھی اور تمام نقشہ بھی بتایا گیا تھا کہ جب وہ موعود اُس مقام سے دَوڑے گا تو اِس اِس طرح دوڑے گا اور پھر فلاں جگہ جائے گا۔ چنانچہ رؤیا میں جہاں میں پہنچا ہوں وہ مقام اُس پہلی پیشگوئی کے عین مطابق ہے اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ پیشگوئی میں اِس اَمر کا بھی ذکر ہے کہ ایک خاص رستہ ہے جسے مَیں اختیار کروں گا اور اُس رستہ کے اختیار کرنے کی وجہ سے دنیا میں بہت اہم تغیرات ہوں گے اور دشمن مجھے گرفتار کرنے میں ناکام رہے گا۔ چنانچہ جب مَیں یہ خیال کرتا ہوں تو اُس مقام پر مجھے کئی ایک پگ ڈنڈیاں نظر آتی ہیں جن میں سے کوئی کسی طرف جاتی ہے اور کوئی کسی طرف۔ میں اُن پگ ڈنڈیوں کے بالمقابل دوڑتا چلا گیا ہوں تا معلوم کروں کہ پیشگوئی کے مطابق مجھے کس راستہ پر جانا چاہئے اور میں اپنے دل میں یہ خیال کرتا ہوں کہ مجھے تو یہ معلوم نہیں کہ مَیں نے کس راستہ سے جانا ہے اور میرا کس راستہ سے جانا خدائی پیشگوئی کے مطابق ہے۔ ایسا نہ ہو میں غلطی سے کوئی ایسا راستہ اختیار کرلوں جس کا پیشگوئی میں ذکر نہیں۔ اُس وقت میں اُس سڑک کی طرف جا رہا ہوں جو سب کے آخر میں بائیں طرف ہے۔ اُس وقت میں دیکھتا ہوں کہ مجھ سے کچھ فاصلہ پر میرا ایک اور ساتھی ہے اور وہ مجھے آواز دے کر کہتا ہے کہ اِس سڑک

پر نہیں، دوسری سڑک پر جائیں اور میں اُس کے کہنے پر اُس سڑک کی طرف جو بہت دُور ہٹ کر ہے واپس لوٹتا ہوں۔ وہ جس سڑک کی طرف مجھے آوازیں دے رہا ہے انتہائی دائیں طرف ہے اور جس سڑک کو میں نے اختیار کیا تھا وہ انتہائی بائیں طرف تھی۔ پس چونکہ میں انتہائی بائیں طرف تھا اور جس طرف وہ مجھے بُلا رہا تھا وہ انتہائی دائیں طرف تھی اِس لئے میں لوٹ کر اُس سڑک کی طرف چلا مگر جس وقت مَیں پیچھے کی طرف واپس ہٹا ایسا معلوم ہوا کہ میں کسی زبردست طاقت کے قبضہ میں ہوں اور اِس زبردست طاقت نے مجھے پکڑ کر درمیان میں سے گزرنے والی ایک پگ ڈنڈی پر چلا دیا۔ میرا ساتھی مجھے آوازیں دیتا چلا جاتا ہے کہ اُس طرف نہیں اِس طرف، اُس طرف نہیں اِس طرف۔ مگر مَیں اپنے آپ کو بالکل بے بس پاتا ہوں اور درمیانی پگ ڈنڈی پر بھاگتا چلا جاتا ہوں۔ (اس جگہ کی شکل رؤیا کے مطابق اِس طرح بنتی ہے)
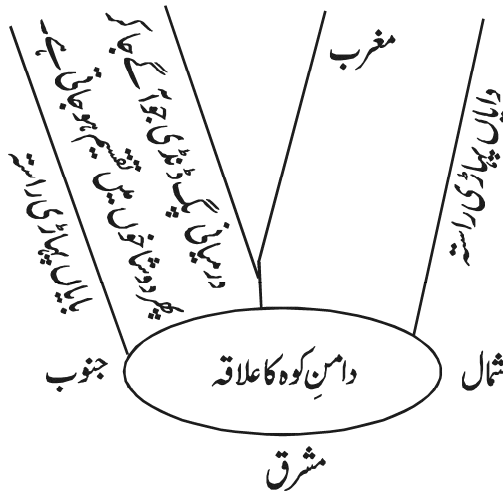
جب میں تھوڑی دُور چلا تو مجھے وہ نشانات نظر آنے لگے جو پیشگوئی میں بیان کئے گئے تھے اور میں کہتا ہوں میں اُسی راستہ پر آ گیا جو خدا تعالیٰ نے پیشگوئی میں بیان فرمایا تھا۔ اُس وقت رؤیا میں مَیں اِس کی کچھ توجیہہ بھی کرتا ہوں کہ میں درمیانی پگ ڈنڈی پر جو چلا ہوں تو اِس کا کیا مطلب ہے۔ چنانچہ جس وقت میری آنکھ کُھلی معاً مجھے خیال آیا کہ دایاں اور بایاں راستہ جو رؤیا میں دکھایا گیا ہے، اِس میں بائیں رستہ سے مراد خالص دُنیوی کوششیں اور تدبیریں ہیں اور

دائیں رستہ سے مراد خالص دینی طریق، دعا اور عبادتیں وغیرہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ ہماری جماعت کی ترقی درمیانی راستے پر چلنے سے ہوگی۔ یعنی کچھ تدبیریں اور کوششیں ہوں گی اور کچھ دعائیں اور تقدیریں ہوں گی۔ اور پھر یہ بھی میرے ذہن میں آیا کہ دیکھو! قرآن شریف نے اُمت محمدیہ کو اُمَّةً وَسَطاً [29] قرار دیا ہے۔ اِس وسطی راستہ پر چلنے کے یہی معنی ہیں کہ یہ اُمّت اسلام کا کامل نمونہ ہوگی اور چھوٹی پگ ڈنڈی کی یہ تعبیر ہے کہ درمیانی راستہ گو درست راستہ ہے مگر اِس میں مشکلات بھی ہوتی ہیں۔

غرض مَیں اُس راستہ پر چلنا شروع ہوا اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ دشمن بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ اِتنی دُور کہ نہ اُس کے قدموں کی آہٹ سُنائی دیتی ہے اور نہ اُس کے آنے کا کوئی امکان پایا جاتا ہے۔ مگر ساتھ ہی میرے ساتھیوں کے پیروں کی آہٹیں بھی کمزور ہوتی چلی جاتی ہیں اور وہ بھی بہت پیچھے رہ گئے ہیں مگر میں دوڑتا چلا جاتا ہوں اور زمین میرے پیروں کے نیچے سمٹتی چلی جارہی ہے۔ اُس وقت میں کہتا ہوں کہ اِس واقعہ کے متعلق جو پیشگوئی تھی اُس میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اِس رستہ کے بعد پانی آئے گا اور اُس پانی کو عبور کرنا بہت مشکل ہوگا۔ اُس وقت میں رستے پر چلتا تو چلا جاتا ہوں مگر ساتھ ہی کہتا ہوں وہ پانی کہاں ہے؟ جب میں نے کہا وہ پانی کہاں ہے تو یکدم میں نے دیکھا کہ میں ایک بہت بڑی جھیل کے کنارے پر کھڑا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ اِس جھیل کے پار ہو جانا پیشگوئی کے مطابق ضروری ہے۔ مَیں نے اُس وقت دیکھا کہ جھیل پر کچھ چیزیں تیر رہی ہیں۔ وہ ایسی لمبی ہیں جیسے سانپ ہوتے ہیں اور ایسی باریک اور ہلکی چیزوں سے بنی ہوئی ہیں جیسے بیــــے [30] وغیرہ کے گھونسلے نہایت باریک تنکوں کے ہوتے ہیں وہ اوپر سے گول ہیں جیسے اژدہا کی پیٹھ ہوتی ہے اور رنگ ایسا ہے جیسے بیــــے کے گھونسلے سے سفیدی، زردی اور خاکی رنگ ملا ہوا ہو، وہ پانی پر تیر رہی ہیں اور اُن کے اوپر کچھ لوگ سوار ہیں جو اُن کو چلا رہے ہیں۔ خواب میں مَیں سمجھتا ہوں یہ بُت پرست قوم ہے اور یہ چیزیں جن پر یہ لوگ سوار ہیں، اُن کے بُت ہیں اور یہ سال میں ایک دفعہ اپنے بتوں کو نہلاتے ہیں اور اَب بھی یہ لوگ اپنے بتوں کو نہلانے کی غرض سے مقررہ گھاٹ کی طرف لے جارہے ہیں۔ جب مجھے اور کوئی چیز پار لے جانے کے لئے نظر نہ آئی تو مَیں نے زور سے چھلانگ لگائی

اور ایک بُت پر سوار ہو گیا۔ تب مَیں نے سُنا کہ بتوں کے پُجاری زور زور سے مشرکانہ عقائد کا اظہار منتروں اور گیتوں کے ذریعہ سے کرنے لگے۔ اِس پر مَیں نے دل میں کہا کہ اِس وقت خاموش رہنا غیرت کے خلاف ہے اور بڑے زور زور سے مَیں نے توحید کی دعوت اُن لوگوں کو دینی شروع کی اور شرک کی بُرائیاں بیان کرنے لگا۔ تقریر کرتے ہوئے مجھے یوں معلوم ہوا کہ میری زبان اُردو نہیں بلکہ عربی ہے۔ چنانچہ میں عربی میں بول رہا ہوں اور بڑے زور سے تقریر کر رہا ہوں۔ رؤیا میں ہی مجھے خیال آتا ہے کہ اِن لوگوں کی زبان تو عربی نہیں، یہ میری باتیں کس طرح سمجھیں گے مگر میں محسوس کرتا ہوں کہ گو اِن کی زبان کوئی اور ہے مگر یہ میری باتیں خوب سمجھتے ہیں۔ چنانچہ میں اِسی طرح اُن کے سامنے عربی میں تقریر کر رہا ہوں اور تقریر کرتے کرتے بڑے زور سے اُن کو کہتا ہوں کہ تمہارے یہ بُت اِس پانی میں غرق کئے جائیں گے اور خدائے واحد کی حکومت دنیا میں قائم کی جائے گی۔ ابھی میں یہ تقریر کر ہی رہا تھا کہ مجھے معلوم ہوا کہ اِسی کشتی نما بُت والا جس پر میں سوار ہوں یا اُس کے ساتھ کے بُت والا بُت پرستی کو چھوڑ کر میری باتوں پر ایمان لے آیا ہے اور موحّد ہو گیا ہے۔ اِس کے بعد اثر بڑھنا شروع ہوا اور ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا اور تیسرے کے بعد چوتھا اور چوتھے کے بعد پانچواں شخص میری باتوں پر ایمان لاتا، مشرکانہ باتوں کو ترک کرتا اور مسلمان ہوتا چلا جاتا ہے۔ اتنے میں ہم جھیل پار کر کے دوسری طرف پہنچ گئے۔ جب ہم جھیل کے دوسری طرف پہنچ گئے تو مَیں اُن کو حکم دیتا ہوں کہ اِن بُتوں کو جیسا کہ پیشگوئی میں بیان کیا گیا تھا پانی میں غرق کر دیا جائے۔ اِس پر جو لوگ موحّد ہو چکے ہیں وہ بھی اور جو ابھی موحّد تو نہیں ہوئے مگر ڈھیلے پڑ گئے ہیں، میرے سامنے جاتے ہیں اور میرے حکم کی تعمیل میں اپنے بُتوں کو جھیل میں غرق کر دیتے ہیں اور مَیں خواب میں حیران ہوں کہ یہ تو کسی تیرنے والے مادے کے بنے ہوئے تھے یہ اِس آسانی سے جھیل کی تہہ میں کس طرح چلے گئے۔ صرف پجاری پکڑ کر اُن کو پانی میں غوطہ دیتے ہیں اور وہ پانی کی گہرائی میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اِس کے بعد مَیں کھڑا ہو گیا اور پھر انہیں تبلیغ کرنے لگ گیا۔ کچھ لوگ تو ایمان لا چکے تھے مگر باقی قوم جو ساحل پر تھی ابھی ایمان نہیں لائی تھی اِس لئے مَیں نے اُن کو تبلیغ کرنی شروع کر دی، یہ تبلیغ میں اُن کو عربی زبان میں ہی کرتا ہوں۔ جب میں

اُنہیں تبلیغ کر رہا ہوں تا کہ وہ لوگ بھی اسلام لے آئیں تو یکدم میری حالت میں تغیر پیدا ہوتا ہے اور مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اب میں نہیں بول رہا بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے الہامی طور پر میری زبان پر باتیں جاری کی جا رہی ہیں جیسے خطبہ الہامیہ تھا، جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جاری ہوا۔ غرض میرا کلام اُس وقت بند ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ میری زبان سے بولنا شروع ہو جاتا ہے۔ بولتے بولتے میں بڑے زور سے ایک شخص کو جو غالباً سب سے پہلے ایمان لایا تھا، غالباً کا لفظ مَیں نے اِس لئے کہا کہ مجھے یقین نہیں کہ وہی شخص پہلے ایمان لایا ہو۔ ہاں غالب گمان یہی ہے کہ وہی شخص پہلا ایمان لانے والا یا پہلے ایمان لانے والوں میں سے با اثر اور مفید وجود تھا۔ بہر حال میں یہی سمجھتا ہوں کہ وہ سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہے اور میں نے اُس کا اسلامی نام عبدالشکور رکھا ہے۔ میں اُس کو مخاطب کرتے ہوئے بڑے زور سے کہتا ہوں کہ جیسا کہ پیشگوئیوں میں بیان کیا گیا ہے، میں اب آگے جاؤں گا اِس لئے اے عبدالشکور! تجھ کو میں اِس قوم میں اپنا نائب مقرر کرتا ہوں۔ تیرا فرض ہوگا کہ میری واپسی تک اپنی قوم میں توحید کو قائم کرے اور شرک کو مٹا دے اور تیرا فرض ہوگا کہ اپنی قوم کو اسلام کی تعلیم پر عامل بنائے؟ میں واپس آ کر تجھ سے حساب لوں گا اور دیکھوں گا کہ تجھے میں نے جن فرائض کی سرانجام دہی کے لئے مقرر کیا ہے اُن کو تو نے کہاں تک ادا کیا ہے۔ اِس کے بعد وہی الہامی حالت جاری رہتی ہے اور مَیں اسلام کی تعلیم کے اہم امور کی طرف اُسے توجہ دلاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ تیرا فرض ہوگا کہ ان لوگوں کو سکھائے کہ اللہ ایک ہے اور محمد اُس کے بندہ اور رسول ہیں۔ اور کلمہ پڑھتا ہوں اور اِس کے سکھانے کا اُسے حکم دیتا ہوں ۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے کی اور آپ کی تعلیم پر عمل کرنے کی اور سب لوگوں کو اِس ایمان کی طرف بُلانے کی تلقین کرتا ہوں۔ جس وقت مَیں یہ تقریر کر رہا ہوں (جو خود الہامی ہے) یوں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذکر کے وقت اللہ تعالیٰ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو میری زبان سے بولنے کی توفیق دی ہے اور آپ فرماتے ہیں۔ "**اَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ**"

اِس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر پر بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور آپ

فرماتے ہیں۔ ’’اَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ ‘‘

اِس کے بعد میں ان کو اپنی طرف توجہ دلاتا ہوں ۔ چنانچہ اُس وقت میری زبان پر جو فقرہ جاری ہوا وہ یہ ہے۔

’’وَاَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ مَثِیْلُهٗ وَخَلِیْفَتُهٗ‘‘

اور میں بھی مسیح موعود ہوں۔ یعنی اُس کا مثیل اور اُس کا خلیفہ ہوں ۔ تب خواب میں ہی مجھ پر ایک رعشہ کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ میری زبان پر کیا جاری ہوا اور اِس کا کیا مطلب ہے کہ میں مسیح موعود ہوں؟ اُس وقت معاً میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اِس کے آگے جو الفاظ ہیں کہ مَثِیْلُهٗ میں اس کا نظیر ہوں۔ وَ خَلِیْفَتُهٗ اور اُس کا خلیفہ ہوں۔ یہ الفاظ اِس سوال کو حل کر دیتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام کہ وہ حُسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا اِس کے مطابق اور اِسے پورا کرنے کے لئے یہ فقرہ میری زبان پر جاری ہوا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اُس کا مثیل ہونے اور اس کا خلیفہ ہونے کے لحاظ سے ایک رنگ میں مَیں بھی مسیح موعودؑ ہی ہوں ۔ کیونکہ جو کسی کا نظیر ہوگا اور اُس کے اخلاق کو اپنے اندر لے گا وہ ایک رنگ میں اُس کا نام پانے کا مستحق بھی ہوگا۔

پھر میں تقریر کرتے ہوئے کہتا ہوں **میں وہ ہوں جس کے ظہور کے لئے اُنیس سَو سال سے کنواریاں منتظر بیٹھی تھیں**۔ اور جب میں کہتا ہوں ۔ ’’میں وہ ہوں جس کے لئے اُنیس سو سال سے کنواریاں اس سمندر کے کنارے پر انتظار کر رہی تھیں‘‘ تو میں نے دیکھا کہ کچھ نوجوان عورتیں اور جو سات یا ۹ ہیں جن کے لباس صاف ستھرے ہیں دوڑتی ہوئی میری طرف آتی ہیں ۔ مجھے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہتی اور ان میں سے بعض برکت حاصل کرنے کے لئے میرے کپڑوں پر ہاتھ پھیرتی جاتی ہیں اور کہتی ہیں ’’ہاں ہاں ہم تصدیق کرتی ہیں کہ ہم اُنیس سَو سال سے آپ کا انتظار کر رہی تھیں۔‘‘ اِس کے بعد میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ میں وہ ہوں جسے علومِ اسلام اور علومِ عربی اور اِس زبان کا فلسفہ ماں کی گود میں اُس کی دونوں چھاتیوں سے دودھ کے ساتھ پلائے گئے تھے۔

رؤیا میں جو ایک سابق پیشگوئی کی طرف مجھے توجہ دلائی گئی تھی، اُس میں یہ بھی خبر تھی کہ

جب وہ موعود بھاگے گا تو ایک ایسے علاقہ میں پہنچے گا جہاں ایک جھیل ہوگی اور جب وہ اُس جھیل کو پار کر کے دوسری طرف جائے گا تو وہاں ایک قوم ہوگی جس کو وہ تبلیغ کرے گا اور وہ اُس کی تبلیغ سے متاثر ہو کر مسلمان ہو جائے گی۔ تب وہ دشمن جس سے وہ موعود بھاگے گا، اُس قوم سے مطالبہ کرے گا کہ اِس شخص کو ہمارے حوالے کیا جائے مگر وہ قوم انکار کر دے گی اور کہے گی ہم لڑ کر مر جائیں گے مگر اِسے تمہارے حوالے نہیں کریں گے۔ چنانچہ خواب میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ جرمن قوم کی طرف سے مطالبہ ہوتا ہے کہ تم اِن کو ہمارے حوالے کر دو۔ اُس وقت میں خواب میں کہتا ہوں یہ تو بہت تھوڑے ہیں اور دشمن بہت زیادہ ہے مگر وہ قوم باوجود اِس کے کہ ابھی ایک حصہ اِس کا ایمان نہیں لایا، بڑے زور سے اعلان کرتی ہے کہ ہم ہرگز اِن کو تمہارے حوالے کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہم لڑ کر فنا ہو جائیں گے مگر تمہارے اِس مطالبہ کو تسلیم نہیں کریں گے۔ تب مَیں کہتا ہوں دیکھو! وہ پیشگوئی بھی پوری ہوگئی۔

اِس کے بعد میں پھر اُن کو ہدایتیں دے کر اور بار بار توحید قبول کرنے پر زور دے کر اور اسلامی تعلیم کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین کر کے آگے کسی اور مقام کی طرف روانہ ہو گیا ہوں۔ اِس وقت میں سمجھتا ہوں کہ اِس قوم میں سے اور لوگ بھی جلدی جلدی ایمان لانے والے ہیں چنانچہ اِسی لئے میں اُس شخص سے جسے میں نے اُس قوم میں اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے کہتا ہوں جب میں واپس آؤں گا تو اے عبدالشکور! میں دیکھوں گا کہ تیری قوم شرک چھوڑ چکی ہے، موحّد ہو چکی ہے اور اسلام کے تمام احکام پر کاربند ہو چکی ہے۔[۱۳]

یہ رؤیا سات آٹھ جنوری ۱۹۴۴ء کی درمیانی شب خدا تعالیٰ نے مجھے دکھایا جس سے یہ بات آسمانی طور پر مجھ پر ظاہر ہوگئی کہ وہ پیشگوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک بیٹے کے متعلق فرمائی تھی اور جس کے متعلق یہ تعیین فرمائی تھی کہ وہ ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء سے ۹ سال کے عرصہ کے اندر اندر پیدا ہو جائے گا، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا تھا کہ وہ اُسے آپ کا جانشین بنائے گا، اُس سے آپ کے کام کی تکمیل کروائے گا اور اُس کے وجود میں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی بعض پیشگوئیوں کو بھی پورا کرے گا، وہ مَیں ہی ہوں۔ چنانچہ ۲۸؍جنوری کو قادیان کی مسجد اقصیٰ میں جمعہ کے دن میں نے اپنے خطبہ میں اِس کا اعلان

کر دیا اور چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر یہ انکشاف کیا گیا ہے اِس لئے گو مَیں پہلے بھی مختلف مقامات پر اِس کا اعلان کر چکا ہوں مگر اَب جبکہ ساری جماعت یہاں جمع ہے مَیں اِس کے سامنے ایک بار پھر یہ اعلان کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے اِذن اور اِسی کے انکشاف کے ماتحت میں اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ وہ مصلح موعود جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں کے ماتحت دنیا میں آنا تھا اور جس کے متعلق یہ مقدر تھا کہ وہ اسلام اور رسول کریم ﷺ کے نام کو دنیا کے کناروں تک پھیلائے گا، اور اس کا وجود خدا تعالیٰ کے جلالی نشانات کا حامل ہوگا، وہ مَیں ہی ہوں اور میرے ذریعہ ہی وہ پیشگوئیاں پوری ہوئی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک موعود بیٹے کے متعلق فرمائی تھیں۔ یاد رہے کہ میں کسی خوبی کا اپنے لئے دعوے دار نہیں ہوں۔ میں فقط خدا تعالیٰ کی قدرت کا ایک نشان ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی شان کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھے ہتھیار بنایا ہے۔ اِس سے زیادہ نہ مجھے کوئی دعویٰ ہے نہ مجھے کسی دعویٰ میں خوشی ہے۔ میری ساری خوشی اِسی میں ہے کہ میری خاک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھیتی میں کھاد کے طور پر کام آ جائے اور اللہ تعالیٰ مجھ پر راضی ہو جائے اور میرا خاتمہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے قیام کی کوشش پر ہو۔

مجھے کسی دعوے کا شوق نہیں ہے اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ کے انبیاء بھی جب خدا اُن کو کہتا ہے تو وہ دعوے کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ خود اُن کو دعویٰ کرنے کا شوق نہیں ہوتا۔ میری ذاتی کیفیت تو جیسا کہ میں نے بارہا کہا ہے یہ ہے کہ اگر خدا مجھ سے دین کی خدمت کا کام لے لے تو چاہے کوئی شخص میرا نام چوڑھا یا چوڑھے سے بھی بدتر رکھ دے مجھے اِس کی کوئی پروا نہیں ہوسکتی مگر چونکہ خدا نے مجھے دعویٰ کرنے کیلئے کہا ہے اور چونکہ اس اجتماع میں بعض ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں جن کو میرے ساتھ زندگی بسر کرنے کا موقع نہ ملا ہو اور وہ اس امر کو نہ سمجھتے ہوں کہ مَیں سچ بولنے والا ہوں یا جھوٹ بولنے والا ہوں اس لئے جس طرح پہلے مختلف مقامات پر میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس امر کا اعلان کر چکا ہوں اِسی طرح اب جب کہ جماعتوں کے نمائندے یہاں ہزاروں کی تعداد میں چاروں طرف سے جمع ہیں اور غیر بھی

سینکڑوں کی تعداد میں یہاں موجود ہیں مَیں اللہ تعالیٰ کی جو زمین اور آسمان کو پیدا کرنے والا ہے۔ جس نے مجھے بھی پیدا کیا اور میرے آباؤ اجداد کو بھی۔ جس کی بادشاہت سے کوئی چیز باہر نہیں۔ جس کا مقابلہ کرنا انسان کو لعنتی بنا دیتا اور دینی اور دُنیوی تباہیوں کا مستوجب بنا دیتا ہے مَیں اُسی وحدہٗ لاشریک خدا کی جو قرآن، اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خدا ہے قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ میں نے اس وقت جو رؤیا بیان کیا ہے وہ میں نے حقیقتاً اِسی رنگ میں دیکھا تھا اور میں نے بغیر کسی قطع و برید کے اور بغیر کسی زیادتی کے (سوائے اس کے کہ رؤیا کو بیان کرتے ہوئے کوئی لفظ بدل گیا ہو) اس کو اسی طرح بیان کیا ہے جس طرح مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ رؤیا دکھایا گیا۔ اگر میں اپنے اس بیان میں جھوٹا ہوں تو اللہ تعالیٰ مجھے جھوٹوں کی سزا دے لیکن میں جانتا ہوں کہ جو کچھ مَیں نے بیان کیا ہے وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی مجھے دکھایا گیا ہے اور خدا تعالیٰ خود ایک نظارہ دکھا کر اپنے کسی بندہ کو ذلیل نہیں کیا کرتا۔

مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسی خبر اَب تک نہیں ملی کہ میرے ذمہ کوئی کام باقی ہے یا نہیں لیکن خواہ میری زندگی میں سے ایک منٹ بھی باقی رہتا ہو میں پورے یقین اور وثوق کے ساتھ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا دشمن خواہ کتنا زور لگا لے وہ اسلام کی تاریخ سے میرا نام نہیں مٹا سکتا کیونکہ میں راستباز ہوں اور میں نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر دنیا کو یہ اطلاع دی ہے اپنی طرف سے کوئی بات بیان نہیں کی۔

پیشگوئی کے وہ حصے جو غیروں کیلئے بھی حجت ہیں

اَب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اصل پیشگوئی کی طرف آتا ہوں اور بتاتا ہوں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم الشان نشان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر فرمایا۔

اصل پیشگوئی بڑی تفصیلی پیشگوئی ہے۔ جس میں آنے والے موعود کی کئی علامات بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً ایک یہ علامت بیان کی گئی ہے کہ وہ ۹ سال کے عرصہ کے اندر اندر پیدا ہو جائے گا۔ اَب اِس علامت سے صرف اتنی ہی بات ثابت ہوسکتی ہے کہ ۹ سال کے عرصہ میں جو بچے

پیدا ہوں اُن میں سے کسی ایک پر یہ پیشگوئی پوری ہو جائے گی لیکن یہ علامت اس بات کا ثبوت نہیں ہو سکتی کہ پیشگوئی کا مصداق زید ہے یا بکر یا کوئی اور ہے اِس لئے میں اِس قسم کی علامتوں کو چھوڑتا ہوں کیونکہ میرے نزدیک اِن سے میعاد کی تعیین تو ہو جاتی ہے لیکن کسی فرد کی تعیین نہیں ہوتی۔

پھر پیشگوئیوں کے بعض حصے ایسے ہوتے ہیں جن کو مومن تو مان سکتے ہیں مگر وہ غیروں کیلئے حجت نہیں ہو سکتے۔ مثلاً یہ علامت کہ اُسے خدا کا قرب حاصل ہوگا اور اللہ تعالیٰ اُس سے محبت اور پیار کرے گا۔ یہ علامت محض مومنوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ جو لوگ ماننے والے ہیں وہ تو کہیں گے کہ واقعہ میں فلاں شخص کو خدا کا قرب حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ اُس سے محبت اور پیار کرتا ہے لیکن دوسرے لوگ اِس بات کو نہیں مان سکتے۔ وہ کہیں گے کہ یہ محض ڈھکوسلا ہے کہ فلاں کو خدا کا قرب حاصل ہے، ہم اِس بات کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ لیکن بعض حصے ایسے ہوتے ہیں جو غیروں کے لئے بھی دلیل اور حجت ہوتے ہیں اور وہ پیشگوئیوں میں اِس لئے رکھے جاتے ہیں تا کہ غیروں سے بھی منوایا جائے کہ یہ پیشگوئی فلاں شخص کے ذریعہ پوری ہوگئی ہے۔ میں اِس وقت بعض ایسے حصے ہی اِس پیشگوئی کے لیتا ہوں جو میرے نزدیک غیروں کیلئے بھی دلیل بن سکتے ہیں اور دشمن سے دشمن بھی پیشگوئی کے اِن حصوں کے پورا ہونے سے انکار نہیں کر سکتا۔

آنے والے موعود کی باون علامات

جیسا کہ مَیں بتا چکا ہوں یہ بڑی تفصیلی پیشگوئی ہے اور اِس سے ظاہر ہے کہ آنے والا اپنے اندر کئی قسم کی خصوصیات رکھتا ہوگا۔ چنانچہ اگر اِس پیشگوئی کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اِس پیشگوئی میں آنے والے موعود کی یہ یہ علامتیں بیان کی گئی ہیں۔

پہلی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ قدرت کا نشان ہوگا۔

دوسری علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ رحمت کا نشان ہوگا۔

تیسری علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ قربت کا نشان ہوگا۔

چوتھی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فضل کا نشان ہوگا۔

پانچویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ احسان کا نشان ہوگا۔

چھٹی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ صاحبِ شکوہ ہوگا۔
ساتویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ صاحبِ عظمت ہوگا۔
آٹھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ صاحبِ دولت ہوگا۔
نویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مسیحی نفس ہوگا۔
دسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔
گیارھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کلمۃ اللہ ہوگا۔
بارھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ خدا تعالیٰ کی رحمت اور غیوری نے اُسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہوگا۔
تیرھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ سخت ذہین ہوگا۔
چودھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ سخت فہیم ہوگا۔
پندرھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دل کا حلیم ہوگا۔
سولہویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ علوم ظاہری سے پُر کیا جائے گا۔
سترھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ علوم باطنی سے پُر کیا جائے گا۔
اٹھارویں علامت یہ بیان کی ہے کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔
اُنیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ دوشنبہ کا اِس کے ساتھ خاص تعلق ہوگا۔
بیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فرزندِ دلبند ہوگا۔
اکیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ گرامی ارجمند ہوگا۔
بائیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مظہر الاوّل ہوگا۔
تئیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مظہر الآخر ہوگا۔
چوبیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مظہر الحق ہوگا۔
پچیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مظہر العلاء ہوگا۔
چھبیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ کا مصداق ہوگا۔

ستائیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اُس کا نزول بہت مبارک ہوگا۔
اٹھائیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اِس کا نزول جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔
اُنتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ نور ہوگا۔
تیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ خدا کی رضا مندی کے عطر سے ممسوح ہوگا۔
اکتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ خدا اُس میں اپنی روح ڈالے گا۔
بتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہوگا۔
تینتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ جلد جلد بڑھے گا۔
چونتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔
پینتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔
چھتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ قومیں اِس سے برکت پائیں گی۔
سینتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔
اَڑتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دیر سے آنے والا ہوگا۔
اُنتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دُور سے آنے والا ہوگا۔
چالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فخرِ رُسل ہوگا۔
اکتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اُس کی ظاہری برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔
بیالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اُس کی باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔
تینتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ یوسفؑ کی طرح اُس کے بڑے بھائی اس کی مخالفت کریں گے۔
چوالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ بشیر الدولہ ہوگا۔
پینتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ شادی خاں ہوگا۔
چھیالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ عالمِ کباب ہوگا۔
سینتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ حُسن واحسان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نظیر ہوگا۔
اَڑتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کلمۃ العزیز ہوگا۔

اُنچاسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کلمۃ اللہ خان ہوگا۔
پچاسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ناصر الدین ہوگا۔
اکیاونویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فاتح الدین ہوگا۔
باونویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ بشیر ثانی ہوگا۔

یہ علامتیں ہیں جو اِس پیشگوئی میں آنے والے کے متعلق بیان کی گئی ہیں۔ اِن میں سے کچھ علامتیں تو ایسی ہیں جو صرف مومنوں کے متعلق ہیں اور وہی اِن کی صداقت کی گواہی دے سکتے ہیں۔ لیکن بعض علامتیں ایسی ہیں جو نہ ماننے والوں کے متعلق ہیں اور اُن علامات کو پیش کر کے اُن پر حُجّت تمام کی جاسکتی ہے۔ میں اِس وقت ایسی ہی علامات کو لیتا ہوں جن کے پورا ہونے کا دشمن سے دشمن بھی انکار نہیں کرسکتا۔

مصلح موعود کا علوم ظاہری سے پُر کیا جانا

پہلی پیشگوئی یہ کی گئی تھی کہ وہ علومِ ظاہری سے پُر کیا جائے گا۔ اِس پیشگوئی کا مفہوم یہ ہے کہ وہ علومِ ظاہری سیکھے گا نہیں بلکہ خدا کی طرف سے اُسے یہ علوم سکھائے جائیں گے۔ یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ یہاں یہ نہیں کہا گیا کہ وہ علومِ ظاہری میں خوب مہارت رکھتا ہوگا بلکہ الفاظ یہ ہیں کہ وہ علوم ظاہری سے پُر کیا جائے گا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی اور طاقت اُسے یہ علومِ ظاہری سکھائے گی۔ اُس کی اپنی کوشش اور محنت اور جدوجہد کا اِس میں دخل نہیں ہوگا۔ یہاں علومِ ظاہری سے مُراد حساب اور سائنس وغیرہ علوم نہیں ہو سکتے کیونکہ یہاں ''پُر کیا جائے گا'' کے الفاظ ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُسے یہ علوم سکھائے جائیں گے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے سائنس اور حساب اور جغرافیہ وغیرہ علوم نہیں سکھائے جاتے بلکہ دین اور قرآن سکھایا جاتا ہے۔ پس پیشگوئی کے اِن الفاظ کا کہ وہ علومِ ظاہری سے پُر کیا جائے گا یہ مفہوم ہے کہ اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے علومِ دینیہ اور قرآنیہ سکھلائے جائیں گے اور خدا خود اُس کا معلّم ہوگا۔

میری تعلیم جس رنگ میں ہوئی ہے وہ اپنی ذات میں ظاہر کرتی ہے کہ انسانی ہاتھ میری تعلیم میں نہیں تھا۔ میرے اساتذہ میں سے بعض زندہ ہیں اور بعض فوت ہو چکے ہیں۔ میری تعلیم کے

سلسلہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا ہے۔ آپ چونکہ طبیب بھی تھے اور اِس بات کو جانتے تھے کہ میری صحت اِس قابل نہیں کہ میں کتاب کی طرف زیادہ دیر تک دیکھ سکوں اِس لئے آپ کا طریق تھا کہ آپ مجھے اپنے پاس بٹھا لیتے اور فرماتے میاں! مَیں پڑھتا جاتا ہوں تم سُنتے جاؤ۔ اِس کی وجہ یہ تھی کہ بچپن میں میری آنکھوں میں سخت ککرے پڑ گئے تھے اور متواتر تین چار سال تک میری آنکھیں دُکھتی رہیں اور ایسی شدید تکلیف ککروں کی وجہ سے پیدا ہوگئی کہ ڈاکٹروں نے کہا اِس کی بینائی ضائع ہو جائے گی۔ اِس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری صحت کے لئے خاص طور پر دعائیں کرنی شروع کر دیں اور ساتھ ہی آپ نے روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ مجھے اِس وقت یاد نہیں کہ آپ نے کتنے روزے رکھے۔ بہرحال تین یا سات روزے آپ نے رکھے۔ جب آخری روزے کی آپ افطاری کرنے لگے اور روزہ کھولنے کے لئے منہ میں کوئی چیز ڈالی تو یکدم میں نے آنکھیں کھول دیں اور میں نے آواز دی کہ مجھے نظر آنے لگ گیا ہے لیکن اِس بیماری کی شدت اور اِس کے متواتر حملوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ میری ایک آنکھ کی بینائی ماری گئی۔ چنانچہ میری بائیں آنکھ میں بینائی نہیں ہے۔ میں رستہ تو دیکھ سکتا ہوں مگر کتاب نہیں پڑھ سکتا۔ دو چار فٹ پر اگر کوئی ایسا آدمی بیٹھا ہو جو میرا پہچانا ہوا ہو تو میں اُس کو دیکھ کر پہچان سکتا ہوں لیکن اگر کوئی بے پہچانا بیٹھا ہو تو مجھے اُس کی شکل نظر نہیں آ سکتی۔ صرف دائیں آنکھ کام کرتی ہے مگر اُس میں بھی ککرے پڑ گئے اور ایسے شدید ہو گئے کہ کئی کئی راتیں میں جاگ کر کاٹا کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے اُستادوں سے کہہ دیا تھا کہ اِس کی پڑھائی اِس کی مرضی پر ہوگی۔ یہ جتنا پڑھنا چاہے پڑھے اور اگر نہ پڑھے تو اِس پر زور نہ دیا جائے کیونکہ اِس کی صحت اِس قابل نہیں کہ یہ پڑھائی کا بوجھ برداشت کر سکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بار بار مجھے صرف یہی فرماتے کہ تم قرآن کا ترجمہ اور بخاری حضرت مولوی صاحب سے پڑھ لو۔ اِس کے علاوہ آپ نے مجھے کچھ اور پڑھنے کے لئے کبھی کچھ نہیں کہا۔ ہاں آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ کچھ طب بھی پڑھ لو کیونکہ یہ ہمارا خاندانی فن ہے۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب جن کو خدا تعالیٰ نے اِسی سال ہمارے ساتھ ملنے کی توفیق عطا فرمائی ہے وہ ہمارے حساب کے استاد تھے اور لڑکوں کو سمجھانے کے لئے بورڈ پر

سوالات حل کیا کرتے تھے لیکن مجھے اپنی نظر کی کمزوری کی وجہ سے وہ دکھائی نہیں دیتے تھے کیونکہ جتنی دُور بورڈ تھا اُتنی دور تک میری بینائی کام نہیں دے سکتی تھی اور پھر زیادہ دیر تک میں بورڈ کی طرف یوں بھی نہیں دیکھ سکتا تھا کیونکہ نظر تھک جاتی۔ اِس وجہ سے مَیں کلاس میں بیٹھنا فضول سمجھا کرتا تھا۔ کبھی جی چاہتا تو چلا جاتا اور کبھی نہ جاتا۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس میرے متعلق شکایت کی کہ حضور یہ کچھ پڑھتا نہیں۔ کبھی مدرسہ میں آجاتا ہے اور کبھی نہیں آتا۔ مجھے یاد ہے جب ماسٹر صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس یہ شکایت کی تو میں ڈر کے مارے چُھپ گیا کہ معلوم نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کس قدر ناراض ہوں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب یہ بات سُنی تو آپ نے فرمایا آپ کی بڑی مہربانی ہے جو آپ بچے کا خیال رکھتے ہیں اور مجھے آپ کی بات سُن کر بڑی خوشی ہوئی کہ یہ کبھی کبھی مدرسے چلا جاتا ہے ورنہ میرے نزدیک تو اِس کی صحت اِس قابل نہیں کہ پڑھائی کر سکے۔ پھر ہنس کر فرمانے لگے اِس سے ہم نے آٹے دال کی دُکان تھوڑی کھلوانی ہے کہ اِسے حساب سکھایا جائے۔ حساب اِسے آئے یا نہ آئے کوئی بات نہیں۔ آخر رسول کریم ﷺ یا آپ کے صحابہؓ نے کونسا حساب سیکھا تھا۔ اگر یہ مدرسہ میں چلا جائے تو اچھی بات ہے ورنہ اِسے مجبور نہیں کرنا چاہئے۔ یہ سُن کر ماسٹر صاحب واپس آ گئے۔ میں نے اِس نرمی سے اور بھی فائدہ اُٹھانا شروع کر دیا اور پھر مدرسہ میں جانا ہی چھوڑ دیا۔ کبھی مہینہ میں ایک آدھ دفعہ چلا جاتا تو اور بات تھی۔ غرض اِس رنگ میں میری تعلیم ہوئی اور میں درحقیقت مجبور بھی تھا کیونکہ بچپن میں علاوہ آنکھوں کی تکلیف کے مجھے جگر کی خرابی کا بھی مرض تھا۔ چھ چھ مہینے مونگ کی دال کا پانی یا ساگ کا پانی مجھے دیا جاتا رہا۔ پھر اس کے ساتھ تلی بھی بڑھ گئی۔ ریڈ آئیوڈائیڈ آف مرکری (MERCURY) کی تلی کے مقام پر مالش کی جاتی تھی۔ اِسی طرح گلے پر بھی اِس کی مالش کی جاتی کیونکہ مجھے خنازیر کی بھی شکایت تھی۔ غرض آنکھوں میں ککرے، جگر کی خرابی، عظم طحال کی شکایت اور پھر اِس کے ساتھ بخار کا شروع ہو جانا جو چھ چھ مہینے تک نہ اُترتا اور میری پڑھائی کے متعلق بزرگوں کا فیصلہ کر دینا کہ یہ جتنا پڑھنا چاہے پڑھ لے اِس پر زیادہ زور نہ دیا جائے۔ اِن حالات سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ میری تعلیمی

قابلیت کا کیا حال ہوگا۔

ایک دفعہ ہمارے نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحب نے میرا اُردو کا امتحان لیا۔ مَیں اَب بھی بہت بدخط ہوں مگر اُس زمانہ میں تو میرا اتنا بدخط تھا کہ پڑھا ہی نہیں جاتا تھا کہ مَیں نے کیا لکھا ہے۔ اُنہوں نے بڑی کوشش کی کہ پتہ لگائیں میں نے کیا لکھا ہے مگر اُنہیں کچھ پتہ نہ چلا۔ میرے بچوں میں سے اکثر کے خط مجھ سے اچھے ہیں۔ میرے خط کا نمونہ صرف میری لڑکی امۃ الرشید کی تحریر میں پایا جاتا ہے۔ اُس کا لکھا ہوا ایسا ہوتا ہے کہ ایک دفعہ ہم نے امۃ الرشید کے لکھے ہوئے پر ایک روپیہ انعام مقرر کر دیا تھا کہ اگر خود امۃ الرشید بھی پڑھ کر بتا دے کہ اُس نے کیا لکھا ہے تو اُسے ایک روپیہ انعام دیا جائے گا۔ یہی حالت اُس وقت میری تھی کہ مجھ سے بعض دفعہ اپنا لکھا ہوا بھی پڑھا نہیں جاتا تھا۔ جب میر صاحب نے پرچہ دیکھا تو وہ جوش میں آ گئے اور کہنے لگے یہ تو ایسا ہے جیسے لنڈے لکھے ہوئے ہوں۔ اُن کی طبیعت بڑی تیز تھی۔ غصہ میں فوراً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچے۔ مَیں بھی اتفاقاً اُس وقت گھر میں ہی تھا۔ ہم تو پہلے ہی اُن کی طبیعت سے ڈرا کرتے تھے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس شکایت لے کر پہنچے تو اور بھی ڈر پیدا ہوا کہ اَب نہ معلوم کیا ہو۔ خیر میر صاحب گئے اور حضرت صاحب سے کہنے لگے کہ محمود کی تعلیم کی طرف آپ کو ذرا بھی توجہ نہیں۔ مَیں نے اِس کا اُردو کا امتحان لیا تھا، آپ ذرا پرچہ تو دیکھیں اِس کا اتنا بُرا خط ہے کہ کوئی بھی یہ خط نہیں پڑھ سکتا۔ پھر اِسی جوش کی حالت میں وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہنے لگے آپ بالکل پرواہ نہیں کرتے اور لڑکے کی عمر برباد ہو رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب میر صاحب کو اِس طرح جوش کی حالت میں دیکھا تو فرمایا بُلاؤ حضرت مولوی صاحب کو۔ جب آپ کو کوئی مشکل پیش آتی تو ہمیشہ حضرت خلیفہ اوّل کو بُلا لیا کرتے تھے۔ حضرت خلیفہ اوّل کو مجھ سے بڑی محبت تھی۔ آپ تشریف لائے اور حسبِ معمول سر نیچے ڈال کر ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا مولوی صاحب! میں نے آپ کو اِس غرض کے لئے بُلایا ہے کہ میر صاحب میرے پاس آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمود کا لکھا ہوا بالکل پڑھا نہیں جاتا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اِس کا امتحان لے لیا جائے۔ یہ کہتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

قلم اُٹھائی اور دو تین سطر میں ایک عبارت لکھ کر مجھے دی اور فرمایا اِس کو نقل کرو۔ بس یہ امتحان تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لیا۔ مَیں نے بڑی احتیاط سے اور سوچ سمجھ کر اُس کو نقل کر دیا۔ اوّل تو وہ عبارت کوئی زیادہ لمبی نہیں تھی دوسرے مَیں نے صرف نقل کرنا تھا اور نقل کرنے میں تو اور بھی آسانی ہوتی ہے کیونکہ اصل چیز سامنے ہوتی ہے اور پھر میں نے آہستہ آہستہ نقل کیا۔ الف اور با وغیرہ احتیاط سے ڈالے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس کو دیکھا تو فرمانے لگے مجھے تو میر صاحب کی بات سے بڑا فکر پیدا ہو گیا تھا مگر اِس کا خط میرے خط کے ساتھ ملتا جلتا ہے۔ حضرت خلیفہ اوّل پہلے ہی میری تائید میں اُدھار کھائے بیٹھے تھے فرمانے لگے حضور! میر صاحب کو یونہی جوش آ گیا ورنہ اِس کا خط تو بڑا اچھا ہے۔

حضرت خلیفہ اوّل مجھے فرمایا کرتے تھے کہ میاں! تمہاری صحت ایسی نہیں کہ تم خود پڑھ سکو۔ میرے پاس آ جایا کرو میں پڑھتا جاؤں گا اور تم سُنتے رہا کرو۔ چنانچہ اُنہوں نے زور دے دے کر پہلے قرآن پڑھایا اور پھر بخاری پڑھا دی۔ یہ نہیں کہ آپ نے آہستہ آہستہ مجھے قرآن پڑھایا ہو بلکہ آپ کا طریق یہ تھا کہ آپ قرآن پڑھتے جاتے اور ساتھ ساتھ اِس کا ترجمہ کرتے جاتے۔ کوئی بات ضروری سمجھتے تو بتا دیتے ورنہ جلدی جلدی پڑھاتے چلے جاتے۔ آپ نے تین مہینہ میں مجھے سارا قرآن پڑھا دیا تھا۔ اِس کے بعد پھر کچھ ناغے ہونے لگ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد آپ نے پھر مجھے کہا کہ میاں! مجھ سے بخاری تو پوری پڑھ لو۔ دراصل مَیں نے آپ کو بتا دیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجھے فرمایا کرتے تھے کہ مولوی صاحب سے قرآن اور بخاری پڑھ لو۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی مَیں نے آپ سے قرآن اور بخاری پڑھنی شروع کر دی تھی گو ناغے ہوتے رہے۔ اِسی طرح طب بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہدایت کے ماتحت میں نے آپ سے شروع کر دی تھی۔ طب کا سبق میں نے اور میر محمد اسحٰق صاحب نے ایک دن ہی شروع کیا تھا بلکہ میر صاحب کا ایک لطیفہ ہے جو ہمارے گھر میں خوب مشہور ہوا کہ دوسرے ہی دن میر محمد اسحاق صاحب اپنی والدہ سے کہنے لگے اماں جان! مجھے صبح جلدی جگا دیں کیونکہ مولوی صاحب دیر سے مطب میں آتے ہیں۔ مَیں پہلے مطب میں چلا جاؤں گا تا کہ مریضوں کو نسخے لکھ لکھ کر دوں

حالانکہ ابھی ایک ہی دن اُن کو طب شروع کئے ہوا تھا۔

غرض میں نے آپ سے طب بھی پڑھی اور قرآن کریم کی تفسیر بھی۔ قرآن کریم کی تفسیر آپ نے دو مہینے میں ختم کرا دی۔ آپ مجھے اپنے پاس بٹھا لیتے اور کبھی نصف اور کبھی پورا پارہ ترجمہ سے پڑھ کر سُنا دیتے۔ کسی کسی آیت کی تفسیر بھی کر دیتے۔ اِسی طرح بخاری آپ نے دو تین مہینہ میں مجھے ختم کرا دی۔ ایک دفعہ رمضان کے مہینہ میں آپ نے سارے قرآن کا درس دیا تو اس میں بھی میں شریک ہو گیا۔ چند عربی کے رسالے بھی مجھے آپ سے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ غرض یہ میری علمیت تھی مگر اُنہی دنوں جب میں یہ کورس ختم کر رہا تھا مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک رؤیا دکھایا۔

قرآنی علوم کا انکشاف

مَیں نے دیکھا کہ میں ایک جگہ کھڑا ہوں۔ مشرق کی طرف میرا منہ ہے کہ آسمان پر سے مجھے ایسی آواز آئی جیسے گھنٹی بجتی ہے یا جیسے پیتل کا کوئی کٹورہ ہو اور اُسے ٹھکوریں تو اُس میں سے باریک سی ٹن کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ آواز پھیلنی اور بلند ہونی شروع ہوئی یہاں تک کہ تمام جوّ میں پھیل گئی۔ اِس کے بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ آواز متشکل ہو کر تصویر کا چوکٹھا بن گئی۔ پھر اُس چوکٹھے میں حرکت پیدا ہونی شروع ہوئی اور اُس میں ایک نہایت ہی حسین اور خوبصورت وجود کی تصویر نظر آنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ تصویر ہلنی شروع ہوئی اور پھر یکدم اُس میں سے کُود کر ایک وجود میرے سامنے آ گیا اور کہنے لگا کہ میں خدا کا فرشتہ ہوں مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس اِس لئے بھیجا ہے کہ میں تمہیں سورہ فاتحہ کی تفسیر سکھاؤں۔ میں نے کہا سکھاؤ۔ وہ سکھاتا گیا، سکھاتا گیا اور سکھاتا گیا۔ یہاں تک کہ جب وہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ [۳۲] تک پہنچا تو کہنے لگا آج تک جس قدر مفسرین گزرے ہیں، اُن سب نے یہیں تک تفسیر کی ہے لیکن میں تمہیں آگے بھی سکھانا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا سکھاؤ۔ چنانچہ وہ سکھاتا چلا گیا یہاں تک کہ ساری سورۃ فاتحہ کی تفسیر اُس نے مجھے سکھا دی۔

جب میری آنکھ کُھلی تو اُس وقت فرشتہ کی سکھائی ہوئی باتوں میں سے کچھ باتیں مجھے یاد

تھیں مگر میں نے اُن کو نوٹ نہ کیا۔ دوسرے دن حضرت خلیفہ اوّل سے مَیں نے اِس رؤیا کا ذکر کیا اور یہ بھی کہا کہ مجھے کچھ باتیں یاد تھیں مگر مَیں نے اُن کو نوٹ نہ کیا اور اَب وہ میرے ذہن سے اُتر گئی ہیں۔ حضرت خلیفہ اوّل پیار سے فرمانے لگے کہ آپ ہی تمام علم لے لیا کچھ یاد رکھتے تو ہمیں بھی سُناتے۔

یہ رؤیا اصل میں اِس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بیج کے طور پر میرے دل اور دماغ میں قرآنی علوم کا ایک خزانہ رکھ دیا ہے۔ چنانچہ وہ دن گیا اور آج کا دن آیا، کبھی کسی ایک موقع پر بھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے سورہ فاتحہ پر غور کیا ہو یا اُس کے متعلق کوئی مضمون بیان کیا ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئے سے نئے معارف اور نئے سے نئے علوم مجھے عطا نہ فرمائے گئے ہوں۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے قرآن کریم کے تمام مشکل مضامین مجھ پر حل کر دیئے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض ایسی آیات جن کے متعلق حضرت خلیفہ اوّل فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اُن کے معانی کے متعلق پوری تسلی نہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان آیات کے معانی بھی مجھ پر کھول دیئے گئے ہیں اور اَب قرآن کریم میں کوئی بات ایسی موجود نہیں جس کے مضمون کو مَیں ایسے واضح طور پر نہ بیان کر سکوں کہ دشمن سے دشمن کیلئے بھی اُس پر اعتراض کرنا ناممکن ہو۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ کوئی شخص اپنی شکست تسلیم نہ کرے لیکن یہ ہو نہیں سکتا کہ میں قرآن کریم کے رُو سے دشمن پر حجت تمام نہ کر دوں اور اُس کے اعتراضات کا ایسا جواب نہ دوں جو عقلی طور پر مُسکِتْ اور لاجواب ہو۔

تفسیر القرآن کے متعلق دنیا کو چیلنج

مَیں نے اِس بارہ میں بار بار لوگوں کو چیلنج دیا ہے کہ وہ قرآن کریم کی تفسیر میں میرا مقابلہ کر لیں مگر آج تک کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ وہ قرآنی تفسیر میں میرا مقابلہ کر سکے۔ اِس میں کوئی شُبہ نہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب میرے اِس چیلنج کے مقابلہ میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے ہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ اُن کے دلوں میں دیانتداری کے ساتھ یہ جرأت نہیں پائی جاتی کہ وہ قرآن کریم کی تفسیر کے متعلق میرے چیلنج کو قبول کریں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اِس کے جواب میں یہ لکھ دیا کرتے ہیں کہ میری طرف سے صرف اتنی شرط ہے کہ بے ترجمہ

قرآن کریم اور کاغذ، قلم، دوات لے کر ہم ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ جائیں اور قرآن کریم کی تفسیر لکھیں۔ مجھے اُن کی اِس بات سے ہمیشہ یہ شُبہ پیدا ہوتا ہے کہ غالباً اُن کو یہ یقین ہے کہ مجھے قرآن کریم کا ترجمہ نہیں آتا۔ اگر سادہ قرآن کریم میرے ہاتھ میں دے دیا گیا تو میں کہوں گا کہ اَب میں کیا کروں مجھے تو ترجمہ ہی نہیں آتا، میں تفسیر کِس طرح لکھوں۔ حالانکہ جب میں قرآن کریم کی تفسیر کے متعلق چیلنج دے رہا ہوں اور دنیا کے تمام علماء سے کہتا ہوں کہ اگر اُن میں ہمت ہے تو وہ میرا مقابلہ کر لیں، تو اُنہیں سمجھنا چاہئے کہ قرآن کریم کا ترجمہ تو مجھے بہرحال آتا ہوگا مگر معلوم ہوتا ہے مولوی ثناء اللہ صاحب باوجود اِس کے کہ میری طرف سے تفسیر نویسی کا چیلنج دیا جا رہا ہے سمجھتے ہیں کہ اگر میرے پاس سادہ قرآن ہوا تو میں کچھ نہ لکھ سکوں گا۔ بہرحال وہ ہمیشہ یہی بات پیش کر کے خاموش ہو جاتے ہیں حالانکہ میرا اصل چیلنج جو پہلے بھی شائع ہو چکا ہے اور اَب بھی قائم ہے، یہ ہے کہ:۔

''غیر احمدی علماء مل کر قرآن کریم کے وہ معارفِ روحانیہ بیان کریں جو پہلے کسی کتاب میں نہیں ملتے اور جن کے بغیر روحانی تکمیل ناممکن تھی۔ پھر میں اُن کے مقابلہ پر کم سے کم دُگنے معارفِ قرآنیہ بیان کروں گا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھے ہیں اور اِن مولویوں کو تو کیا سُوجھنے تھے پہلے مفسرین و مصنّفین نے بھی نہیں لکھے۔ اگر میں کم سے کم دُگنے ایسے معارف نہ لکھ سکوں تو بے شک مولوی صاحبان اعتراض کریں۔ طریق فیصلہ یہ ہوگا کہ مولوی صاحبان معارفِ قرآنیہ کی ایک کتاب ایک سال تک لکھ کر شائع کر دیں اور اِس کے بعد مَیں اُس پر جرح کروں گا جس کے لئے مجھے چھ ماہ کی مدت ملے گی۔ اِس مدت میں جس قدر باتیں اُن کی میرے نزدیک پہلی کتب میں پائی جاتی ہیں اُن کو مَیں پیش کروں گا۔ اگر ثالث فیصلہ کر دیں کہ وہ باتیں واقعہ میں پہلی کتب میں پائی جاتی ہیں تو اُس حصہ کو کاٹ کر صرف وہ حصہ اُن کی کتاب کا تسلیم کیا جائے گا جس میں ایسے معارفِ قرآنیہ بیان ہوں جو پہلی کتب میں نہیں پائے جاتے۔ اِس کے بعد چھ ماہ کے عرصہ میں ایسے معارفِ قرآنیہ حضرت مسیح موعود کی کتب سے یا آپ کے مقرر کردہ اصول کی بناء پر لکھوں گا جو پہلے کسی

مصنّف اسلامی نے نہیں لکھے اور مولوی صاحبان کو چھ ماہ کی مدت دی جائے گی کہ وہ اُس پر جرح کر لیں اور جس قدر حصہ اِن کی جرح کا منصف تسلیم کریں اُس کو کاٹ کر باقی کتاب کا مقابلہ اُن کی کتاب سے کیا جائے گا اور دیکھا جائے گا کہ میرے بیان کردہ معارفِ قرآنیہ جو حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے لئے گئے ہوں گے اور جو پہلی کسی کتاب میں موجود نہ ہوں گے، اِن علماء کے معارفِ قرآنیہ سے کم از کم دُگنے ہیں یا نہیں جو اُنہوں نے قرآن کریم سے ماخوذ کئے ہوں اور وہ پہلی کسی کتاب میں موجود نہ ہوں۔ اگر میں ایسے دُگنے معارف دکھانے سے قاصر رہوں تو مولوی صاحبان جو چاہیں کہیں۔ لیکن اگر مولوی صاحبان اِس مقابلہ سے گریز کریں یا شکست کھائیں تو دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ منجانب اللہ تھا۔ یہ ضروری ہوگا کہ ہر فریق اپنی کتاب کی اشاعت کے معاً بعد اپنی کتاب دوسرے فریق کو رجسٹری کے ذریعہ سے بھیج دے۔ مولوی صاحبان کو مَیں اجازت دیتا ہوں کہ وہ دُگنی چوگنی قیمت کا، وی پی میرے نام کر دیں۔ اگر مولوی صاحبان اِس طریق فیصلہ کو ناپسند کریں اور اِس سے گریز کریں تو دوسرا طریق یہ ہے کہ میں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادنیٰ خادم ہوں میرے مقابلہ پر مولوی صاحبان آئیں اور قرآن کریم کے تین رکوع کسی جگہ سے قرعہ ڈال کر انتخاب کر لیں اور وہ تین دن تک اُس ٹکڑے کی ایسی تفسیر لکھیں جس میں چند ایسے نکات ضرور ہوں جو پہلی کتب میں موجود نہ ہوں اور میں بھی اُسی ٹکڑے کی اِسی عرصہ میں تفسیر لکھوں گا اور حضرت مسیح موعود کی تعلیم کی روشنی میں اُس کی تشریح بیان کروں گا اور کم سے کم چند ایسے معارف بیان کروں گا جو اِس سے پہلے کسی مفسر یا مصنّف نے نہ لکھے ہوں گے اور پھر دنیا خود دیکھ لے گی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کی کیا خدمت کی ہے اور مولوی صاحبان کو قرآن کریم اور اُس کے نازل کرنے والے سے کیا تعلق اور کیا رشتہ ہے۔'' ۳۳؎

یہ ہے اصل چیلنج جو میری طرف سے دیا گیا لیکن مولوی ثناء اللہ صاحب اِس کے جواب میں

یہ لکھ دیتے ہیں کہ صرف سادہ قرآن اور کاغذ، قلم، دوات لے کر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھنا ہوگا کسی اور کتاب کے پاس رکھنے کی اجازت نہیں ہوگی حالانکہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ کیسی غیر معقول بات ہے اوّل تو ترجمہ یا بے ترجمہ قرآن کریم کا کوئی سوال ہی نہیں ہوسکتا لیکن معلوم ہوتا ہے مولوی صاحب کی عقل اتنی کمزور ہو چکی ہے کہ باوجود اِس کے کہ اُنہوں نے میری متعدد کتابیں پڑھی ہوں گی پھر بھی وہ سمجھتے ہیں کہ جب میرے ہاتھ میں بے ترجمہ قرآن آیا تو میں اُن کے مقابلہ میں بالکل رہ جاؤں گا۔

دوسرے یہ کہنا کہ اپنے پاس قرآن کریم کے علاوہ اور کوئی تفسیر کی کتاب نہ رکھی جائے یہ بھی بے معنی بات ہے۔ اِس لئے کہ میرا دعویٰ یہ ہے کہ مَیں ایسی تفسیر لکھوں گا جس میں نئے مضامین ہوں گے پُرانے مضامین نہیں ہوں گے۔ مَیں نے یہ نہیں کہا کہ مَیں پُرانی تفسیروں کا حافظ ہوں۔ وہ اگر اپنے آپ کو پُرانی تفسیروں کا حافظ سمجھتے ہیں تو بے شک اِس کا اعلان کر دیں۔ لیکن مَیں پُرانی تفسیروں کا حافظ نہیں اور جب میرا دعویٰ یہ ہے کہ مَیں اپنی تفسیر میں ایسی نئی باتیں لکھوں گا جو پُرانے مفسرین نے نہیں لکھیں تو اِس لحاظ سے ضروری ہے کہ اِس وقت میرے پاس تفسیریں بھی موجود ہوں تاکہ میں صرف وہ مضامین بیان کروں جو نئے ہوں کوئی ایسا مضمون بیان نہ کروں جو پہلے کسی تفسیر میں لکھا ہوا ہو۔ پھر میں نے اِس اَمر کی طرف بھی اُن کو توجہ دلائی ہے کہ اگر تفسیروں کے موجود ہونے سے یہ خیال ہوسکتا ہے کہ شاید میں اُن تفسیروں میں سے کچھ چُرالوں تو پھر تو اُن کو بڑا اچھا موقع میسر آ سکتا ہے اور وہ ساری دنیا میں شور مچا سکتے ہیں کہ دیکھ لو دعویٰ تو یہ تھا کہ مَیں ایسے معارف بیان کروں گا جو جدید ہوں گے مگر فلاں فلاں مضمون، فلاں فلاں تفسیر سے چُرالیا گیا ہے اِس صورت میں تو اُن کی فتح اور کامیابی یقینی ہے کیونکہ میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں ایسی باتیں بیان کروں گا جو پہلی تفسیروں میں نہیں آئیں۔ پس اگر میں اِن تفسیروں میں سے کچھ چُرالوں گا تو وہ اعلان کر دیں گے کہ دعویٰ تو یہ کیا گیا تھا کہ میں نئے علوم اور نئے معارف پیش کروں گا مگر فلاں فلاں بات امام رازی یا علامہ ابن حیان بھی بیان کر چکے ہیں اِس صورت میں میرا چیلنج خود بخود باطل ہو جائے گا۔ پھر سوال یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو یہ خیال کیونکر پیدا ہو گیا ہے کہ مجھے پُرانی تفسیروں میں سے کچھ چُرانا زیادہ آتا ہے اور اُن کو

نہیں آتا۔ وہ پکے مولوی ہیں۔ اگر میرے سامنے وہ تفاسیر ہوں گی تو آخر وہ تفاسیر اُن کے سامنے بھی تو ہوں گی۔ اگر میں نے اُن سے کچھ چُرا لینا ہے تو مولوی صاحب بھی تو چُرا سکتے ہیں۔علومِ جدیدہ کی میرے پاس کوئی خاص تفاسیر تو نہیں ہیں جو میں نے چھپا رکھی ہیں۔

پھر ایک اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کریم تو عربی میں ہے اور تفسیریں بھی عربی میں ہیں۔اُن کے نزدیک جب میں عربی جانتا ہی نہیں اور اِسی لئے وہ بے ترجمہ قرآن رکھنے کی شرط پیش کرتے ہیں تو اُن کو یہ کیونکر خیال پیدا ہو گیا کہ میں عربی تفسیروں سے مضمون چُرالوں گا۔

پھر قرآن تو صرف عربی میں ہے مگر تفاسیر میں علم صرف کے مضامین بھی آتے ہیں، علمِ نحو کے مضامین بھی آتے ہیں، علمِ کلام کے مضامین بھی آتے ہیں، علم فلسفہ کے مضامین بھی آتے ہیں، علمِ منطق کے مضامین بھی آتے ہیں۔ اگر ایک شخص قرآن کریم کا ترجمہ تک نہیں جانتا تو وہ اِن تفسیروں سے مختلف مضامین کس طرح چُرا سکتا ہے۔ پس میں نہیں سمجھتا کہ ایسی شرائط کو پیش کرنے سے اُن کی غرض کیا ہے۔سوائے اِس کے کہ وقت ضائع کیا جائے مگر مجھے خدا تعالیٰ نے اِس لئے کھڑا نہیں کیا کہ میں کھیل میں اپنے وقت کو ضائع کردوں۔

مجھے بعض دفعہ یہ بھی خیال آیا کرتا ہے کہ ممکن ہے اُن کا خیال ہو کہ میں بعض ایسی تفسیریں اپنے ساتھ چھپا کر لے جاؤں گا جو اُن کے پاس نہیں ہوں گی اور اِس طرح مَیں غالب آجاؤں گا۔اگر اُن کو یہ خیال ہو تو مَیں اعلان کرتا ہوں کہ مجلس میں بیٹھ کر اگر وہ میری تفسیروں کو دیکھنا چاہیں تو وہ اُن کو دیکھ سکتے ہیں۔ وہ اُن سب کے نام نوٹ کرلیں اور پھر حوالہ دیکھنے کے لئے جس کتاب کی ضرورت ہو وہ بیشک مجھ سے مانگ لیں میں اُن کو وہ کتاب حوالہ دیکھنے کے لئے عاریتاً بھجوا دوں گا۔

مَیں جیسا کہ بتا چکا ہوں ہمیشہ یہ شرط پیش کیا کرتا ہوں کہ قرعہ ڈال کر قرآن کریم کے بعض رکوع نکال لئے جائیں اور پھر وہ بھی بیٹھ جائیں اور میں بھی بیٹھ جاؤں اور ہم دونوں قرآن کریم کے اُن رکوعوں کی تفسیر لکھیں۔مگر شرط یہ ہوگی کہ تفسیر میں ایسے ہی مضامین بیان کئے جائیں جو پہلی تفسیروں میں نہ آچکے ہوں اور پھر صرف، نحو اور لغت وغیرہ علوم کے لحاظ سے وہ معنی درست ہوں۔ اِسی طرح قرآن کریم کے سیاق وسباق کے لحاظ سے بھی وہ معنی صحیح ہوں۔

مَیں اِس بات کے لئے بھی تیار ہوں کہ اِس غرض کے لئے بعض لوگ بطور قاضی یا جج مقرر کر دیئے جائیں جو بعد میں غور کر کے فیصلہ کر دیں کہ کس فریق نے قرآن کریم کے ایسے نئے علوم بیان کئے ہیں جو پہلی کسی تفسیر میں بیان نہیں ہوئے لیکن یہ ضروری ہوگا کہ وہ با دلائل فیصلہ لکھیں۔ یہ کوئی عقائد سے تعلق رکھنے والی بات نہیں جس میں ججوں کا مقرر کرنا خلافِ اصول ہو۔ یہ محض ایک علمی چیز ہے اور اِس کے لئے ججوں کو فیصلہ کے لئے مقرر کیا جا سکتا ہے۔

مَیں جس فیصلہ کرنے والے بورڈ کو تسلیم کرنے سے انکار کیا کرتا ہوں اور وہ ایسا بورڈ ہوتا ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ عقائد کے متعلق فیصلہ کرے گا اور مَیں اِس بات کو ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں کہ عقائد کے تصفیہ کے متعلق کوئی بورڈ مقرر کیا جا سکتا ہے یا کسی اور کا فیصلہ تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ عقائد کے بارہ میں کسی شخص کی کوئی بات تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ لیکن یہ ایک علمی مقابلہ ہے اس میں بعض لوگ اگر بطور جج مقرر ہو جائیں تو میرے نزدیک اِس میں کوئی حرج نہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ مَیں نے جو طریق فیصلہ پیش کیا ہے اِس میں مخالف علماء کو کیا شُبہ ہے اور میں اُن سے کس طرح دھوکا کرلوں گا۔

مولوی محمد علی صاحب کا جواب

تفسیر نویسی کے اِس چیلنج کے جواب میں مولوی محمد علی صاحب نے ایک مضمون لکھا ہے۔ اسی طرح مصری صاحب نے بھی اِس کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ اِن میں سے ایک نے اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ [۳۴] کی آیت کو اور دوسرے نے وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ [۳۵] والی آیت کو پیش کیا ہے اور لکھا ہے کہ اِن آیات کی تفسیر میں مقابلہ کر لیا جائے حالانکہ یہ سیدھی بات ہے کہ جو آیتیں ایسی ہیں کہ اِن کے معانی کے بیان کرنے میں ہم میں اور غیر احمدیوں میں اختلاف پایا جاتا ہے اُن میں کوئی لطیف سے لطیف بات بھی مخالفین کے دلوں کو مطمئن نہیں کر سکتی۔ خواہ ہم آیت خاتم النبیین کے کیسے ہی لطیف معنی کریں یا اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ کی کتنی اعلیٰ درجہ کی تشریح کریں غیر احمدی ہمارے معنوں کو ضرور نا پسند کریں گے اِس لئے ایسے اختلافی مسائل کے متعلق اُن کی رائے صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکتی۔ اُن کی رائے ایسے ہی امور کے بارہ میں صحیح طور پر معلوم ہو سکتی ہے جو عام مضامین سے تعلق رکھتے ہوں۔ اِسی غرض کے لئے میں نے کہا ہے کہ قرعہ ڈالو اور

قرآن کریم کے کوئی رکوع نکال لو۔ اگر اللہ تعالیٰ کی یہی مرضی ہوگی کہ آیت خاتم النبیین یا آیت اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ کی تفسیر کی جائے تو قرعہ میں یہی آیات نکل آئیں گی۔ اِنہیں گھبرانے اور پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے وہ سیدھی طرح مقابلہ میں آئیں اور قرعہ کی تجویز کو منظور کر لیں جو رکوع بھی قرعہ کے نتیجہ میں نکل آیا اُس کی مَیں تفسیر لکھ دوں گا۔ اور اگر وہ قرعہ کی تجویز کو بھی منظور نہیں کرتے تو اِس کے صاف معنی یہ ہیں کہ اُن کو اپنے دلوں میں یقین ہے کہ خدا میرے ساتھ ہے۔ اگر ہم نے قرعہ بھی ڈالا تو وہی آیات نکلیں گی جن کی تفسیر اِس کو اچھی آتی ہوگی لیکن ہمیں اِن کی تفسیر نہیں آتی ہوگی اور اگر یہ بات نہیں تو وہ ڈرتے کیوں ہیں۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور اِس کے کئی سَو رکوع ہیں وہ قرعہ ڈال لیں پھر جو بھی آیات نکل آئیں گی مَیں اُن کی تفسیر لکھنے کے لئے تیار ہوں۔ اگر قرعہ کا طریق نظر انداز کر دیا جائے اور جیسا کہ مولوی محمد علی صاحب کہتے ہیں اُن آیات کی تفسیر لکھی جائے جن کے معانی میں ہم میں اور غیر احمدیوں میں اختلاف پایا جاتا ہے تو یہ لازمی بات ہے کہ اُس تفسیر کے متعلق فیصلہ کرنے میں اُن کا دماغ آزاد نہیں ہوگا۔ اور وہ آسانی سے فیصلہ نہیں کر سکیں گے کہ کس کی تفسیر زیادہ اعلیٰ ہے۔ لیکن اگر اختلافی مسائل سے تعلق رکھنے والی آیت نہ ہو تو اُس کی تفسیر کے متعلق اُن کا دماغ آزاد ہوگا اور آسانی سے وہ فیصلہ کر سکیں گے کہ میری تفسیر زیادہ اعلیٰ درجے کی ہے یا مولوی محمد علی صاحب کی تفسیر زیادہ اعلیٰ درجے کی ہے۔ قرعہ میں یہ بھی کوئی شرط نہیں کہ اگر آیت خاتم النبیین یا اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ نکلی تو اِس کی تفسیر نہیں لکھی جائے گی۔ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی تائید اُن کو حاصل ہے تو کیوں وہ خدا تعالیٰ پر یہ یقین نہیں رکھتے کہ خدا تعالیٰ قرعہ میں اُن کے حسبِ منشاء آیات نکلوا دے گا اور اِس طرح اُن کے غلبہ اور تفوق کے سامان پیدا فرما دے گا۔ اُن کا بار بار ایسی ہی آیات کو تفسیر کے لئے پیش کرنا جن کے متعلق ہم میں اور غیر احمدیوں میں اختلاف پایا جاتا ہے بتاتا ہے کہ وہ اپنے دلوں میں اِس حقیقت کو خوب جانتے ہیں کہ ہم تفسیر میں مقابلہ نہیں کر سکتے اِسی لئے وہ اِن آیات کی پناہ ڈھونڈتے ہیں جن میں ہمارا غیر احمدیوں کے ساتھ اختلاف پایا جاتا ہے تاکہ اگر وہ معارف یا علوم کے لحاظ سے غالب نہ آ سکیں تو کم از کم غیر احمدیوں کی تائید تو اُن کو حاصل ہو جائے۔ دوسرے اُن کا قرعہ سے گھبرانا اور اِس طریق کو

قبول نہ کرنا اِس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنے دلوں میں سمجھتے ہیں خدا اِس کے ساتھ ہے اگر ہم نے قرعہ کا طریق منظور کر لیا تو خدا قرعہ میں ایسی ہی آیات نکلوائے گا جن کی تفسیر اِس کو اچھی طرح آتی ہوگی اور ہم شَاهَتِ الْوُجُوْهُ کے مصداق بن کر رہ جائیں گے۔

باقی رہے مصری صاحب سو وہ نہ تین میں ہیں نہ تیرہ میں۔ وہ ایک لمبا عرصہ یہاں رہے ہیں اور میرے سامنے شاگردوں کی طرح بیٹھتے رہے ہیں جب بھی مَیں جلسہ سالانہ کے بعد تقریر سے فارغ ہو کر گھر جاتا تو مصری صاحب دروازہ پر ہی مجھے روک لیتے اور کہتے حضور نوٹ عنایت فرماویں۔ میں کہتا کہ نوٹوں کی کیا ضرورت ہے تقریر چھپ جائے گی۔ اِس پر وہ کہتے کہ کون تقریر کے چھپنے کا انتظار کرے آپ اپنے نوٹ مجھے دے دیں جب تک تقریر شائع نہیں ہوتی میں اِن معارف سے فائدہ اُٹھاتا رہوں گا۔ وہ شخص جو اِس طرح لمبے عرصہ تک میرے علوم سے فائدہ اُٹھاتا رہا ہے اور شاگردوں کی طرح میرے سامنے بیٹھتا رہا ہے، اَب وہ مجھے تفسیر نویسی کا چیلنج دے رہا ہے۔ اِن کو یاد رکھنا چاہئے کہ انہیں ہرگز کوئی نیا بتی پوزیشن حاصل نہیں ہے اور نہ وہ اِس قابل ہیں کہ انہیں تفسیر نویسی کا اہل سمجھا جائے۔ بہرحال تفسیر نویسی کا جو راستہ میں نے بتایا ہے وہ نہایت منصفانہ ہے۔ قرعہ ڈالنے میں کسی کو کوئی خاص رعایت نہیں ملتی۔ غیر احمدیوں کا کوئی نمائندہ جو فی الواقع نمائندہ کی حیثیت رکھتا ہو یا مولوی محمد علی صاحب اِس طرح مقابلہ کر لیں اللہ تعالیٰ خود فیصلہ کر دے گا اور صداقت کو ظاہر کر دے گا۔

اِس کے علاوہ قرآن کریم کے بہت سے حصوں کی تفسیر میری طرف سے لکھی ہوئی موجود ہے۔ اِس شائع شدہ تفسیر سے بھی اِس پیشگوئی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ بعض دشمن اِس موقع پر کہہ دیا کرتے ہیں غیر مبائعین میں سے بھی اور دوسروں میں سے بھی کہ ہم مانتے ہیں آپ بہت ذہین ہیں، باتیں خوب نکال لیتے ہیں اور مناسب مضمون اخذ کر لیتے ہیں۔ مگر اِس اعتراض سے بھی میری صداقت ہی ثابت ہوتی ہے کیونکہ اِس اعتراف کے معنی یہ بن جائیں گے کہ مرزا صاحب نے ایک پیشگوئی کی تھی کہ ۹ سال کے عرصہ میں میرے ہاں ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو بہت ذہین ہوگا اور بڑا چالاک ہوگا اور پُرانی تفسیروں میں سے ایسے ایسے علوم چُرانے کا اُسے ملکہ حاصل ہوگا کہ اُس وقت کے بڑے بڑے تجربہ کار بھی اِس قسم کی علمی چوری میں اُس کا

مقابلہ نہ کر سکیں گے اور پھر وہ زندہ بھی رہے گا اور اپنی چالاکی اور ہوشیاری سے ساری دنیا میں مشہور ہو جائے گا۔ اگر یہی نتیجہ نکالا جائے تو میں کہتا ہوں کہ کیا کسی انسان کو یہ طاقت حاصل ہے کہ وہ ایسی پیشگوئی کر سکے اور کہہ سکے کہ ۹ سال کے اندر میرے ہاں ایک ایسا لڑکا پیدا ہو گا جو ایسا ذہین اور ہوشیار ہو گا کہ بڑے بڑے مولوی بھی اُس کے مقابلہ میں کھڑے ہونے کی جرأت نہیں کر سکیں گے پھر کیا وہ یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ ایسا لڑکا زندہ رہے گا۔ اور کیا وہ یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ ایسا لڑکا اپنی چالاکی سے ساری دنیا میں مشہور ہو جائے گا؟ اگر وہ یہ بہانہ کرتے ہیں تو بیشک وہ میرا نام چالاک رکھ دیں، مجھے ہوشیار اور تجربہ کار کہہ لیں۔ بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام کی صداقت میں شُبہ نہیں ہو سکتا اور ماننا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو خبر دی تھی کہ آپ کے ہاں ایک ایسا لڑکا پیدا ہو گا جو مولویوں کو شکست دے گا، وہ خبر سچی ثابت ہوئی۔ خدا نے مجھے ایسی مدد دی ہے اور میری تائید میں اپنے نشانات کو اِس طرح پےَ درپےَ نازل کیا ہے کہ آج دشمن میرے مقابل پر سوائے آئیں بائیں شائیں کرنے کے کوئی بھی معقول اور صحیح بات اپنی زبان پر نہیں لا سکتا اور اِس طرح اپنی شکست کو تسلیم کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اِس پیشگوئی کی صداقت کو وہ اپنے عمل سے واضح کر رہا ہے۔

میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ میرا یہ چیلنج ہر اُس شخص کے لئے اَب بھی قائم ہے جو مقابلہ کا اہل ہو۔ یعنی وہ اِس حیثیت کا ہو کہ اُس سے مقابلہ کرنا کوئی فائدہ رکھتا ہو۔ ورنہ یوں تو ہر آدمی چیلنج کو قبول کرنے کا اعلان کر سکتا ہے اور وقت کے ضیاع سے زیادہ اِس کا کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

مصلح موعود کا علوم باطنی سے پُر کیا جانا

دوسری خبر اِس پیشگوئی میں یہ دی گئی تھی کہ وہ باطنی علوم سے پُر کیا جائے گا۔ باطنی علوم سے مراد وہ علومِ مخصوصہ ہیں جو خدا تعالیٰ سے خاص ہیں جیسے علم غیب ہے جسے وہ اپنے ایسے بندوں پر ظاہر کرتا ہے جن کو وہ دنیا میں کوئی خاص خدمت سپرد کرتا ہے تاکہ خدا تعالیٰ سے اُن کا تعلق ظاہر ہو اور وہ اُن کے ذریعہ سے لوگوں کے ایمان تازہ کر سکیں۔ سو اِس شِق میں بھی اللہ تعالیٰ نے مجھ پر خاص عنایت فرمائی ہے اور سینکڑوں خوابیں اور الہام مجھے ہوئے ہیں جو علومِ غیب پر مشتمل ہیں مگر مَیں مثال کے طور پر صرف چند کا اِس جگہ ذکر کرتا ہوں۔

مبائعین کے مقابلہ میں غیر مبائعین کی ناکامی کی خبر

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ہی جبکہ خلافت کا کوئی سوال بھی ذہن میں پیدا نہیں ہو سکتا تھا مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا کہ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ یعنی وہ لوگ جو تجھ پر ایمان لائیں گے اُن لوگوں پر جو تیرے مخالف ہوں گے قیامت تک غالب رہیں گے۔ یہ الہام مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سُنایا اور آپ نے اِسے لکھ لیا۔ یہ وہی آیت ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم میں آتی ہے مگر وہاں الفاظ یہ ہیں۔ وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔[۳۶] کہ میں تیرے منکروں پر تیرے مومنوں کو قیامت تک غلبہ دینے والا ہوں۔ مگر مجھے جو الہام ہوا وہ یہ ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔ جو پہلے سے زیادہ تاکیدی ہے یعنی میں اپنی ذات ہی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں یقیناً تیرے ماننے والوں کو تیرے منکروں پر قیامت تک غلبہ دوں گا۔ یہ الہام جیسا کہ مَیں بتا چکا ہوں مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سُنایا اور آپ نے اِسے لکھ لیا۔ میں عرصہ دراز سے یہ الہام دوستوں کو سُناتا چلا آ رہا ہوں۔ اِس کے نتیجہ میں دیکھو کہ کس کس طرح میری مخالفت ہوئی مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے فتح دی۔ غیر مبائعین نے حضرت خلیفہ اوّل کے زمانہ میں یہ کہہ کہہ کر کہ ''ایک بچہ ہے جس کی خاطر جماعت کو تباہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔'' پراپیگنڈہ کیا مگر بالکل بے اثر ثابت ہوا۔ مَیں اِن باتوں سے اُس وقت اتنا ناواقف تھا کہ ایک دن صبح کی نماز کے وقت میں حضرت اماں جان کے کمرہ میں جو مسجد کے بالکل ساتھ ہے نماز کے انتظار میں ٹہل رہا تھا کہ مسجد میں سے مجھے لوگوں کی اُونچی اُونچی آوازیں آنی شروع ہوگئیں جیسے کسی بات پر وہ جھگڑ رہے ہوں۔ اُن میں سے ایک آواز جسے میں نے پہچانا وہ شیخ رحمت اللہ صاحب کی تھی۔ مَیں نے سُنا کہ وہ بڑے جوش سے یہ کہہ رہے ہیں کہ تقویٰ کرنا چاہئے، خدا کا خوف اپنے دل میں پیدا کرنا چاہئے ایک بچہ کو آگے کر کے جماعت کو تباہ کیا جا رہا ہے، ایک بچہ کی خاطر یہ سارا فساد برپا کیا جا رہا ہے۔ میں اُس وقت اِن باتوں سے اِس قدر ناواقف تھا کہ مجھے اُن کی یہ بات سُن کر سخت

حیرت ہوئی کہ وہ بچہ ہے کون جس کے متعلق یہ الفاظ کہے جا رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے باہر نکل کر غالباً شیخ یعقوب علی صاحب سے پوچھا کہ آج مسجد میں یہ کیسا شور تھا اور شیخ رحمت اللہ صاحب یہ کیا کہہ رہے تھے کہ ایک بچہ کی خاطر یہ سارا فساد برپا کیا جا رہا ہے۔ وہ بچہ ہے کون جس کی طرف شیخ صاحب اشارہ کر رہے تھے؟ وہ مجھے ہنس کر کہنے لگے وہ بچہ تم ہی تو ہو اور کون ہے۔ گویا میری اور اُن کی مثال ایسی ہی تھی جیسے کہتے ہیں کہ ایک نابینا اور بینا دونوں کھانا کھانے بیٹھے۔ نابینا نے سمجھا کہ مجھے تو نظر نہیں آتا اور اِسے سب کچھ نظر آتا ہے، لازماً یہ مجھ سے زیادہ کھا رہا ہوگا۔ چنانچہ یہ خیال آتے ہی اُس نے جلدی جلدی کھانا، کھانا شروع کر دیا۔ پھر اُسے خیال آیا کہ میری یہ حرکت بھی اِس نے دیکھ لی ہوگی اور اَب یہ بھی جلدی جلدی کھانا کھانے لگ گیا ہوگا میں کیا کروں؟ چنانچہ اُس نے دونوں ہاتھوں سے کھانا شروع کر دیا۔ پھر سمجھا کہ اَب یہ بھی اِس نے دیکھ لیا ہوگا اور اِس نے بھی دونوں ہاتھوں سے کھانا شروع کر دیا ہوگا، میں اَب کس طرح زیادہ کھاؤں؟ اِس خیال کے آنے پر اُس نے ایک ہاتھ سے کھانا شروع کیا اور دوسرے ہاتھ سے چاول اپنی جھولی میں ڈالنے شروع کر دیئے۔ پھر اُسے خیال آیا کہ میری یہ حرکت بھی اُس نے دیکھ لی ہوگی اور اُس نے بھی ایسا ہی کرنا شروع کر دیا ہوگا۔ یہ خیال آنے پر اُس نے تھالی اُٹھا لی اور کہنے لگا بس اب میرا حصہ ہی رہ گیا ہے تم اپنا حصہ لے چکے ہو اور اُس بیچارے کی یہ حالت تھی کہ اُس نے ایک لقمہ بھی منہ میں نہیں ڈالا تھا۔ وہ اِس نابینا کی حرکات دیکھ دیکھ کر ہی دل میں ہنس رہا تھا کہ یہ کیا کر رہا ہے۔

یہی میرا اور اُن کا حال تھا۔ یہ بھی اُس نابینا کی طرح ہمیشہ سوچتے رہتے کہ اَب یہ یوں کر رہا ہوگا، اَب یہ اِس طرح جماعت کو ورغلانے کی کوشش کر رہا ہوگا اور مجھے کچھ پتہ ہی نہیں تھا کہ میرے خلاف کیا کچھ ہو رہا ہے۔ میں سوائے خدا تعالیٰ کی ذات پر توکّل رکھنے کے اور کچھ بھی نہیں کرتا تھا اور حالات سے ایسا ناواقف تھا کہ سمجھتا تھا کوئی اور بچہ ہے جس کا یہ ذکر ہو رہا ہے۔ مگر باوجود اِس کے کہ یہ لوگ اُس وقت بڑا رسوخ رکھتے تھے اور جماعت پر اِن کا خاص طور پر اثر تھا، اللہ تعالیٰ نے اُن کے تمام پراپیگنڈہ کو بے اثر ثابت کیا اور مجھے اُس نے فتح اور کامرانی عطا کی۔

غیر مبائعین کی ایک اور عبرتناک ناکامی

(۲) پھر میری خلافت کے وقت جب مسجد نور میں جماعت کے لوگوں نے میری بیعت کی ۔انہوں نے ''الوصیۃ'' کے ایک حوالہ کے ماتحت جس میں یہ ذکر آتا ہے کہ

''جس شخص کی نسبت چالیس مومن اتفاق کریں گے کہ وہ اِس بات کے لائق ہے کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے ۔وہ بیعت لینے کا مجاز ہوگا۔''[۳۷]

کوشش کی کہ میرے مقابل میں کسی کو خلیفہ بنا لیں ۔ اِس حوالہ کے تو اور معنی ہیں مگر بہرحال انہوں نے جب دیکھا کہ لوگ کسی طرح خلافت کو چھوڑ نہیں سکتے تو انہوں نے چاہا کہ ہم بھی مقابل میں ایک خلیفہ بنا لیں ۔ چنانچہ ماسٹر عبدالحق صاحب جنہوں نے پہلے پارے کا انگریزی میں ترجمہ کیا تھا اور جنہوں نے شروع میں میری بیعت نہ کی تھی بلکہ وہ اِن لوگوں کے ساتھ تھے، بعد میں بتایا کہ مولوی صدرالدین صاحب رات کے وقت ہاتھ میں لالٹین لے کر دو ہزار احمدیوں کے مکانوں پر ماسٹر عبدالحق صاحب اور ایک اور صاحب سمیت چکر لگاتے رہے کہ چالیس آدمی ہی اِس خیال کے مل جاویں مگر اتنے آدمی بھی اُن کو نہ ملے جو اُن کا ساتھ دیتے بلکہ اُن کی روایت تھی کہ صرف تیرہ آدمی ملے جو اِس خیال کے حامی تھے، چالیس کی تعداد پوری نہ ہوئی ۔

اَب دیکھو یہ خدا تعالیٰ کی کیسی عظیم الشان قدرت ہے کہ اُس وقت سارا کام اِن لوگوں کے ہاتھ میں تھا۔ انجمن پر اِن کا قبضہ تھا، تصانیف اِن کے ہاتھ میں تھیں، عہدے ان کے قبضہ میں تھے ۔مگر سارا زور لگا کر قادیان میں سے تیرہ سے زیادہ آدمی نہ نکلے جو اِس بات پر متفق ہوں کہ میرے مقابل میں کسی اور کے ہاتھ پر بیعت کر لیں ۔انہوں نے اِس غرض کے لئے سید عابد علی شاہ صاحب کا نام تجویز کیا تھا اور فیصلہ کیا تھا کہ اُن کی خلافت کے لئے چالیس آدمی تیار کئے جائیں ۔مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کو نہ صرف اِس طرح شرمندہ کیا کہ اتنے بڑے مجمع میں سے ساری رات گشت لگانے کے باوجود چالیس آدمی بھی نہ مل سکے اور وہ ناکام اپنے گھروں کو واپس لوٹے بلکہ خدا نے اُن کو اِس طرح بھی شرمندہ کیا کہ آخر سید عابد علی شاہ صاحب نے میری بیعت کر لی ۔مگر بعد میں اُن کو جنون ہو گیا اور دماغی نقص کی وجہ سے انہوں نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور اعلان کر دیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ میرے گھر میں طاعون نہیں آئے گی لیکن اِس

اعلان کے بعد وہ خود ہی طاعون سے مَر گئے۔

غرض قوم کے لیڈر میرے مقابل میں کھڑے ہوئے جن کے ہاتھ میں سلسلہ کا خزانہ تھا اور جن کا جماعت کے قلوب پر اِس قدر رُعب تھا کہ اِسی مسجد نور میں کھڑے ہو کر ایک دفعہ مولوی محمد علی صاحب نے جماعت کے سامنے چندے کی تحریک کی تو بعض احمدی اُٹھ کر کسی کام کے لئے باہر جانے لگے۔ مولوی محمد علی صاحب جن کی طبیعت جوشیلی ہے یہ دیکھ کر غصہ میں آ گئے اور کہنے لگے اَب میں نے چندے کی تحریک کی ہے تو تم بھاگنے لگے ہو۔ یاد رکھو کہ میں تم سے جوتیوں سے چندہ وصول کروں گا۔ اِن الفاظ سے اُن کے اخلاق کا جو نمونہ ظاہر ہوتا ہے وہ تو عیاں ہی ہے لیکن میں جس بات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ انہوں نے اتنے سخت الفاظ جماعت کو مخاطب کر کے کہے مگر کسی ایک شخص نے بھی چوں تک نہیں کی اور سب خاموش رہے۔ غرض اُن کا اُس وقت اتنا رُعب تھا اور اِس قدر رُسوخ اُن کو حاصل تھا کہ جماعت کے معززین کو اگر وہ یہ بھی کہہ دیتے کہ میں جوتیاں مار کر تم سے چندہ وصول کروں گا تو پھر بھی وہ خاموش رہتے تھے۔

تاریخوں میں لکھا ہے۔ نپولین کو ایک دفعہ شکست ہوئی۔ اُس کی فوج کے سپاہی اور جرنیل بھاگتے چلے آ رہے تھے کہ راستے میں ایک جرنیل نے کہا۔

''وہ جرمن فوج آ گئی''۔ جرمن فوج واقعہ میں پیچھے سے آ رہی تھی اور اُس نے جو کچھ کہا درست تھا مگر نپولین نے اُسے جواب دیا۔

کُتّا! تم کو ہر وقت جرمن ہی نظر آتے ہیں۔

وہ کہتا ہے اگر میرا باپ بھی مجھے یہ الفاظ کہتا تو میں اُسی وقت تلوار اُس کے پیٹ میں گھونپ دیتا۔ مگر نپولین کیلئے ہم کتے ہی تھے وہ ہمیں بُوٹ مارتا اور ہم اُس کے پاؤں چاٹتے۔

شریف اور معزز احمدی سامنے بیٹھے ہیں اور مولوی محمد علی صاحب کہتے ہیں کہ میں جوتیاں مار مار کر تم سے چندہ وصول کروں گا۔ بعد میں بعض احمدیوں نے مجھے یہ بات پہنچائی تو مَیں نے کہا میں امید نہیں کرتا کہ اُنہوں نے یہ الفاظ کہے ہوں مگر کئی لوگوں نے شہادت دی کہ واقعہ میں انہوں نے یہ الفاظ کہے تھے۔ غرض وہ شخص جسے اتنا بڑا رُعب حاصل تھا میرے مقابل میں آیا تو

اللہ تعالیٰ نے اُس کی کوئی بات نہ چلنے دی اور اُسے خائب و خاسر کر دیا۔

احرار کی شکست

(۳) اِسی طرح احرار میرے مقابل میں اُٹھے۔ احرار کو بعض ریاستوں کی بھی تائید حاصل تھی۔ کیونکہ کشمیر کمیٹی کی صدارت جو میرے سپرد کی گئی تھی اِس کی وجہ سے کئی ریاستوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اِس زور کو توڑنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ یہ کسی اور ریاست کے خلاف کھڑے ہو جائیں یا پھر کشمیر کے خلاف ہی اپنی جدو جہد کو شروع کر دیں۔ چنانچہ احرار نے ۱۹۳۴ء میں شورش شروع کی اور اِس قدر مخالفت کی کہ تمام ہندوستان کو ہماری جماعت کے خلاف بھڑکا دیا۔ اُس وقت مسجد میں منبر پر کھڑے ہو کر میں نے اپنے ایک خطبہ میں اعلان کیا کہ تم احرار کے فتنہ سے مت گھبراؤ۔

''خدا مجھے اور میری جماعت کو فتح دے گا کیونکہ خدا نے جس راستہ پر مجھے کھڑا کیا ہے وہ فتح کا راستہ ہے۔ جو تعلیم مجھے دی ہے وہ کامیابی تک پہنچانے والی ہے اور جن ذرائع کے اختیار کرنے کی اُس نے مجھے توفیق دی ہے وہ کامیاب و بامراد کرنے والے ہیں۔ اِس کے مقابلہ میں **زمین ہمارے دشمنوں کے پاؤں سے نکل رہی ہے اور میں اُن کی شکست کو اُن کے قریب آتے دیکھ رہا ہوں۔ وہ جتنے زیادہ منصوبے کرتے اور اپنی کامیابی کے نعرے لگاتے ہیں، اتنی ہی نمایاں مجھے اُن کی موت دکھائی دیتی ہے۔''** [۳۸]

چنانچہ ابھی دو مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ شہید گنج کا واقعہ ہو گیا اور یا تو وہ ساری دنیا میں ہمارے خلاف شور مچاتے تھے اور لوگ انہیں بڑی عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور یا پھر لاہور میں جو اُن کا مرکز تھا وہ ایسے ذلیل اور رُسوا ہوئے کہ دو سال تک لوگوں نے اُن کو جلسہ نہ کرنے دیا۔ بیشک ہماری جماعت کی مخالفت ہوتی چلی آئی ہے اور اَب بھی ہے۔ لیکن دیکھنے والی بات یہ ہے کہ ہر قدم پر خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو بڑھاتا ہے اور کسی ایک موقع پر بھی ایسا نہیں ہوا کہ دشمن کے حملہ کی وجہ سے ہماری جماعت کم ہو گئی ہو۔ ہم تو خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور کوئی ایک دن بھی ہم پر ایسا نہیں چڑھا جب ہماری تعداد میں پہلے سے اضافہ نہ ہو گیا ہو۔ پس کامیابی ہماری ہے اور ناکامی ہمارے دشمن کی۔

اِس موقع پر بعض غیر مبائعین یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے۔ اِس لئے یہ زیادتی اور ترقی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ثبوت ہے تمہارا اِس سے اپنی صداقت کے متعلق کوئی استدلال کرنا درست نہیں ہوسکتا۔ اِس میں کوئی شُبہ نہیں کہ سلسلہ کی تمام ترقیات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہی منسوب ہوں گی۔مگر سوال تو یہ ہے کہ کیا الہام میں یہ بھی ذکر تھا کہ یہ الہام ایک جھوٹے کے ذریعہ پورا ہوگا۔ مولوی محمد علی صاحب جو سچے ہوں گے اُن کے ذریعہ پورا نہیں ہوگا۔ آخر وہ کیا ہے کہ ایک کاذب کے ذریعہ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ الہام پورا ہو رہا ہے اور جماعت احمدیہ اکنافِ عالَم میں پھیلتی جارہی ہے مگر صادق کو کوئی پوچھتا بھی نہیں۔

مبائعین کے غلبہ کا ایک بیّن ثبوت

ایک دفعہ غیر مبائعین نے لکھا کہ ہماری جماعت میں علمی لوگ زیادہ ہیں مگر تمہاری جماعت میں علمی لوگ کم ہیں۔ میں نے اُس وقت چیلنج دیا کہ تم اپنی جماعت کے تمام بی۔اے اور ایم۔اے تعلیم یافتہ لوگوں کی فہرست شائع کردو۔مَیں اپنی جماعت کے بی۔اے اور ایم۔اے پاس افراد کی فہرست شائع کردوں گا۔ پھر خود بخود پتہ لگ جائے گا کہ علمی لوگ ہماری جماعت میں زیادہ ہیں یا تمہاری جماعت میں۔ اِسی طرح انہوں نے صحابہؓ کا ذکر کیا کہ ہماری جماعت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ زیادہ شامل ہیں۔ میں نے کہا کہ تم اپنی جماعت کے صحابہ کی فہرست شائع کردو میں اپنی جماعت کے صحابہ کی فہرست شائع کردوں گا۔ پھر خود بخود معلوم ہوجائے گا کہ صحابہ کی اکثریت کس طرف ہے۔مگر وہ اِس مقابلہ میں نہ نکلے اور نہ نکل سکتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ہماری جماعت ہر لحاظ سے اُن پر فوقیت رکھتی ہے اور یہ اُس الہام کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی مجھے ہوا کہ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ

غیر مبائعین میں افتراق پیدا ہونے کی خبر

(۲) دوسرے اللہ تعالیٰ نے غیر مبائعین کے فتنہ کے شروع

میں ہی مجھے خبر دی تھی ۔ لَیُمَزِّقَنَّھُمْ ۔ اللہ تعالیٰ اِن لوگوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا ۔ چنانچہ یہ الہام اُسی وقت میں نے اُس ٹریکٹ میں شائع کر دیا تھا جس کا نام ہے ’’کون ہے جو خدا کے کام روک سکے۔‘‘ یہ الہام بھی پورا ہوا، یہاں تک کہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو ۹۵ فیصدی کہا کرتے تھے اُن کو بھی اقرار کرنا پڑا کہ وہ واقعہ میں ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے ہیں ۔ اُن میں اتنے شدید اختلافات پیدا ہو گئے اور آپس میں ایسی ایسی سخت مخالفتیں ہوئیں کہ خواجہ کمال الدین صاحب نے بھی اِس الہام کی صداقت کا اقرار کیا ۔ خواجہ صاحب میرے اُستاد تھے کیونکہ اُنہوں نے سکول میں مجھے دو دن پڑھایا تھا ۔ اُن کے متعلق یہ روایت ہے جو اُن کے بعض واقفوں نے مجھے پہنچائی کہ وہ اپنی وفات سے پہلے یہ کہا کرتے تھے کہ میاں محمود کی کوئی اور بات سچی ہو یا نہ ہو مگر اُن کا یہ الہام تو پورا ہو گیا ہے کہ لَیُمَزِّقَنَّھُمْ اور ہم واقعہ میں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہیں ۔ اِس الہام سے پہلے مولوی محمد علی صاحب خواجہ کمال الدین صاحب، شیخ رحمت اللہ صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کی یہ حالت تھی کہ وہ دانت کاٹی روٹی کھایا کرتے تھے ۔ مگر جب وہ میرے مقابل میں کھڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اِس الہام کے مطابق اُن میں ایسا تفرقہ پیدا کر دیا کہ خواجہ کمال الدین صاحب کو بہت کچھ بُرا بھلا کہا گیا اور اُن کی اور مولوی محمد علی صاحب کی آپس میں شدید مخالفت ہو گئی ۔ اِسی طرح ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے ایک دفعہ احمدیہ مسجد میں کھڑے ہو کر یہ الفاظ کہے کہ ایسا ایسا آدمی یہاں آئے تو سہی مَیں اُس کی ٹانگیں نہ توڑ دُوں اور اِس سے اُن کی مراد مولوی محمد علی صاحب تھے ۔ شیخ رحمت اللہ صاحب سے بھی اُن کی مخالفت ہوئی اور وہ اِس قدر بیزار ہوئے کہ اُنہوں نے اپنی وفات سے پہلے مجھے کہلا بھیجا کہ میرے اِرد گرد سخت اندھیرا ہے اور میں اپنے خیالات کا پورے طور پر اظہار نہیں کر سکتا ۔ آپ میری طرف اپنا کوئی آدمی بھیجیں، مَیں اُس کے ذریعہ آپ تک بعض باتیں پہنچانا چاہتا ہوں ۔ چنانچہ میں نے مولوی ذوالفقار علی خاں صاحب گوہر کو خط دے کر لاہور بھیجا مگر اُس وقت بیماری کی وجہ سے اُن کے تمام رشتہ دار اکٹھے تھے وہ کوئی گفتگو نہ کر سکے ۔

گزشتہ جنگ عظیم کے متعلق رؤیا

(۳) تیسرے گزشتہ جنگ کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے قبل از وقت جبکہ اٹلی اور ٹرکی

دونوں جنگ میں شامل نہیں تھے ایک رؤیا دکھایا۔ میں نے دیکھا کہ جرمنی سے ٹرکی کی طرف کنکشن ہوا ہے اور کوئی خبر ہے جو ٹرکی کے نام جرمنی کی طرف سے پہنچائی جا رہی ہے۔ اِسی دوران میں کسی نے آلہ میرے کان میں لگا دیا اور مَیں نے سُنا کہ جرمن حکومت ٹرکی سے یہ گفتگو کر رہی ہے کہ اٹلی ہمارے خلاف انگریزوں سے ملنے والا ہے، تم ہمارے ساتھ مل جاؤ۔ یہ رؤیا مجھے اُس وقت ہوا جبکہ اٹلی جرمنی کا حلیف تھا اور آسٹریا، جرمنی اور اٹلی تینوں کا آپس میں معاہدہ تھا کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کریں گے، اِسی لئے اُن کو TRIPLE ALLIANCE (ٹرپیل الائنس) یعنی تین طاقتوں کا اتحاد قرار دیا جاتا تھا۔ مگر اِس رؤیا کے عین مطابق واقعہ یہ ہوا کہ اٹلی انگریزوں سے جاملا اور ٹرکی جرمنوں کے ساتھ شامل ہو گیا۔ گویا دو پہلو تھے جو اِس رؤیا میں بتائے گئے تھے ایک یہ کہ اٹلی جرمنوں سے غداری کرے گا اور دوسرا یہ کہ ٹرکی اِس کے مقابلہ میں جرمنوں سے جا ملے گا۔ دنیا میں کوئی بڑے سے بڑا سیاست دان بھی قبل از وقت ایسی بات نہیں کر سکتا مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ خبر بتائی اور جیسا کہ مجھے دکھایا گیا تھا ویسا ہی وقوع میں آ گیا۔

ایک اور اہم رؤیا

(۴) اِسی طرح گزشتہ جنگ کے موقع پر جب بیلجیئم پر حملہ ہوا اور جرمن بڑے زور سے آگے بڑھ رہے تھے۔ مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک طرف انگریز اور فرانسیسی ہیں اور دوسری طرف جرمن اور دونوں میں فٹ بال کا میچ ہو رہا ہے۔ جرمن فٹ بال کو لاتے لاتے گول کے قریب پہنچ گئے مگر گول ہو نہیں سکا۔ اتنے میں پھر اتحادی ٹیم نے طاقت پکڑ لی اور انہوں نے فٹ بال کو دوسری طرف دھکیل دیا۔ جرمن یہ دیکھ کر واپس دوڑے اور انگریز بھی فٹ بال لیکر دوڑنے لگے۔ مگر جب وہ گول کے قریب پہنچ گئے تو وہاں انہوں نے کچھ گول گول سی چیزیں بنالیں جن کے اندر وہ بیٹھ گئے اور باہر یہ بھی بیٹھ گئے۔ بعینہٖ اِسی طرح گزشتہ جنگ میں جرمن لشکر نے جب حملہ کیا تو اِس کی فوجیں بڑھتے بڑھتے پیرس تک پہنچ گئیں یہاں تک گورنمنٹ کے ذخائر بھی دوسری جگہ تبدیل کر دیئے گئے مگر پھر اُسے واپس لوٹنا پڑا اور جب وہ سرحد پر واپس لوٹ آیا تو وہاں اِس نے ٹرنچز (TRENCHES) بنا لیں اور اُس کے اندر بیٹھ گیا اور اِس طرح چار پانچ سال تک وہاں لڑائی ہوتی رہی۔

مشکلات کے ہجوم میں خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم پر بھروسہ رکھنے کی تلقین

(۵) پانچویں خواب جو میں ہمیشہ سے سُناتا چلا آ رہا ہوں اور شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری بھی اِس کے گواہ ہیں۔ وہ یہ ہے کہ میں نے ۱۹۱۳ء میں جبکہ میں شملہ کے مقام پر تھا، رؤیا میں دیکھا کہ کوئی بہت بڑا اور اہم کام میرے سپرد کیا گیا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ میرے راستہ میں بہت سی مشکلات حائل ہیں۔ ایک فرشتہ میرے پاس آتا ہے اور وہ مجھے کہتا ہے کہ اِس کام کی تکمیل کے راستہ میں بہت سی رُکاوٹیں حائل ہوں گی اور شیطان اور ابلیس مختلف طریقوں سے تمہیں ڈرائیں گے اور تمہیں اپنی طرف متوجہ کرنا چاہیں گے مگر اُن کا کوئی خیال نہ کرنا بلکہ جب بھی کوئی ایسی روک دکھائی دے تم نے یہ کہنا شروع کر دینا کہ **''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ'' ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ''** چنانچہ میں چل پڑا۔ میرا راستہ دو پہاڑیوں کے درمیان میں سے گزرتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ میں جنگل میں سے جا رہا ہوں۔ بالکل سنسان بیابان ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہت خطرہ اور خوف کی جگہ ہے۔ مَیں اِسی طرح جا رہا ہوں کہ دُور سے شور سنائی دیتا ہے اور مختلف قسم کی آوازیں میرے کانوں میں آنے لگتی ہیں۔ کوئی مجھے گالی دیتا ہے اور کوئی مجھ سے بیہودہ سوال کرتا ہے لیکن میں اُن کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتا اور ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ'' ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ'' کہتا ہوا آگے کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہوں اور جب میں یہ الفاظ کہتا ہوں تو وہ شور بند ہو جاتا ہے۔ مگر تھوڑی دُور اور آگے گیا تو مجھے بعض عجیب قسم کے وجود نظر آنے لگے اور اُن کی عجیب عجیب شکلیں دکھائی دینے لگیں، کسی کے کئی کئی ہاتھ ہیں، کسی کا سر بہت بڑا ہے اور کسی کا بہت چھوٹا۔ کوئی وجود تو انسان کا ہے مگر اُس کا سر ہاتھی کا ہے اور کسی کا دھڑ شیر کا ہے اور سر انسان کا ہے، کہیں خالی دھڑ ہی دھڑ ہیں اور کہیں خالی سر ہی سر ہیں۔ یہ سب کے سب مجھے ڈراتے ہیں، گالیاں دیتے ہیں اور مجھے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں مگر جب بھی میں کہتا ہوں۔ ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ'' ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ'' تو یہ سب شکلیں غائب ہو جاتی ہیں۔ اِس کے تھوڑی دیر بعد بعض اور بھیانک نظارے نظر آنے لگ گئے۔ کوئی ہاتھ کٹا ہوا علیحدہ نظر آتا ہے، کوئی سر بغیر دھڑ کے دکھائی دیتا ہے اور کوئی دھڑ بغیر سر کے نظر آتا ہے، کوئی

شکل ایسی نظر آتی ہے کہ جس کی لمبی سی زبان باہر نکلی ہوئی ہے، کسی کے بال کُھلے ہوئے ہیں، کسی کی آنکھیں حلقوں سے باہر نکل رہی ہیں اور وہ شکلیں طرح طرح سے مجھے ڈرانے کی کوشش کرتی ہیں۔ مگر میں ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ'' ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ'' کہتا ہوا آگے بڑھتا جاتا ہوں اور جب میں یہ الفاظ کہتا ہوں تو یہ تمام جن اور بھوت غائب ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ میں منزلِ مقصود پر پہنچ گیا۔

یہ رؤیا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی زندگی میں ۱۹۱۳ء کے شروع میں مَیں نے دیکھا تھا۔ اُس وقت میں نے سمجھا کہ میری زندگی میں کوئی ایسا تغیر پیدا ہونے والا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خاص کام میرے سپرد کیا جائے گا۔ دشمن مجھے اُس کام سے غافل کرنے کی کوشش کرے گا وہ مجھے ڈرائے گا، دھمکائے گا اور گالیاں دے گا مگر مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ہدایت دی گئی ہے کہ میں اُن کی گالیوں کی طرف توجہ نہ کروں اور ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ'' کہتا ہوا منزلِ مقصود کی طرف بڑھتا چلا جاؤں۔ یہی وجہ ہے کہ میرے ہر مضمون پر یہ الفاظ لکھے ہوئے ہوتے ہیں کہ:

''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ''

اِس رؤیا کو دیکھو کہ کس طرح میری زندگی میں اِس کا ایک ایک حرف پورا ہوا۔ بارہا لوگوں نے چاہا کہ وہ مجھے اپنی باتوں میں اُلجھا کر اصل مقصد سے غافل کر دیں مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہی مجھے اِس بات کی توفیق عطا فرمائی کہ مَیں اُن کے منصوبوں میں نہ آؤں اور خدا تعالیٰ نے میرے سپرد جو کام کیا ہے اُس کو کرتا چلا جاؤں۔ مولوی محمد علی صاحب یا مولوی ثناء اللہ صاحب لغو اور بیہودہ شرائط پیش کر کے کہتے رہتے ہیں کہ ہمارے چیلنج کو قبول نہیں کیا جاتا مگر میں اُن کی اِن باتوں کی طرف توجہ نہیں کرسکتا۔ کیونکہ میرے خدا نے مجھے کہا کہ میں لغو باتوں میں اپنا وقت ضائع نہ کروں اور ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ'' کہتا ہوا منزلِ مقصود کی طرف بڑھتا چلا جاؤں۔ آخر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ کتنی لغو بات ہے کہ عقائد پر بحث ہو تو میری جماعت میں سے جج مولوی محمد علی صاحب مقرر کریں اور اُن کی جماعت سے مَیں مقرر کروں۔ بچے بھی ایسی بیہودہ بات نہیں کرتے مگر مولوی محمد علی صاحب ہمیشہ ایسی ہی باتوں میں اپنا وقت ضائع کرتے

رہتے ہیں اور اُن کی کوشش ہوتی ہے کہ میں بھی اِن باتوں میں اُلجھ جاؤں یا کفر واسلام وغیرہ مسائل میں کوئی کمزوری دکھاؤں یا غیراحمدیوں کے جنازہ کے متعلق یا اُن کے رشتہ ناطہ کے متعلق کوئی ایسی بات کہہ دوں جو میرے عقائد کے خلاف ہومگر میں ایسے لغوامور پر اپنے وقت کو ضائع کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اگر صفائیِ نیت کے ساتھ سیدھے طور پر بحث کرنے کے لئے وہ تیار ہوں تو مجھے اُن سے بحث کرنے پر کوئی اعتراض نہیں۔لیکن اگر وہ لغوشرائط اور بیہودہ باتیں پیش کرنا شروع کر دیں تو میں اُن شراط کی طرف توجہ نہیں کرسکتا کیونکہ میرے خدا نے مجھے اِن باتوں سے منع کیا ہوا ہے۔ یہی بات میں نے رؤیا میں دیکھی تھی کہ جب میں چلا تو راستے میں ایک بڑا جنگل آ گیا اور مختلف قسم کی رُوحوں نے مجھے اپنے مقصد سے منحرف کرنے کی کوشش کی اور بعض نے مجھے گالیاں دینی شروع کر دیں مگر مَیں نے اُن کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ پھر بڑھا تو عجیب عجیب شکلوں نے میرے سامنے ناچنا کُودنا شروع کر دیا۔کسی کا منہ جانور کا تھا اور دھڑ انسان کا اور کسی کا دھڑ انسان کا تھا مگر سر گدھے کا۔ میں نے پھر بھی توجہ نہ کی اور یہ یہی کہتا چلا گیا کہ ’’خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ‘‘ ’’خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ‘‘ اِس رؤیا پر میں نے ہمیشہ عمل کیا اور اَب بھی میرا عمل اِسی کے مطابق ہے۔ اگر مَیں شکست خوردہ ہوں، اگر مَیں میدانِ مقابلہ سے بھاگنے والا ہوں، اگر مَیں بہانے بنا بنا کر بحثوں کو ٹالنے والا ہوں تو مخالفین کو آخر سوچنا چاہئے کہ وجہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو بھی لاتا ہے میرے پاس لاتا ہے۔ وہ ہمارے راستہ میں اِس طرح بیٹھے ہوئے ہیں جس طرح منکرین انبیاء کے راستہ میں بیٹھا کرتے ہیں۔مگر اِس کے باوجود اُن کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا اور جو بھی آتا ہے میرے پاس آتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ لوگ پیر پرست تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیٹے کو جب اُنہوں نے خلیفہ بنتے دیکھا تو فوراً اُسے مان لیا۔مگر مَیں کہتا ہوں وہ لوگ تو ساری جماعت کا دسواں حصہ بھی نہیں ہیں۔ اگر انہوں نے پیر پرستی کی وجہ سے مجھے مان لیا تھا تو سوال یہ ہے کہ اَب جو لوگ غیروں میں سے لاکھوں کی تعداد میں آ رہے ہیں یہ کونسی پیر پرستی کی وجہ سے آ رہے ہیں۔ یہ تو تمہاری باتیں سُن کر اور تمہارے فتوؤں کو پڑھ کر میری طرف آئے ہیں اور اِن کی تعداد اُن لوگوں سے کئی گنا زیادہ ہے جن کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ پیر پرستی کی وجہ سے میری بیعت میں شامل ہوئے تھے۔

میرے پاس ایک دفعہ اوکاڑہ کے ایک تاجر آئے اور کفرو اسلام اور نبوت وغیرہ مسائل پر بڑی بحث کرتے رہے۔ وہ حاجی تھے اور بڑی عمر کے تھے جب وہ بہت بحث کر چکے تو میں نے اُن سے کہا کہ آپ مرزا صاحب کو تو مانتے ہیں صرف آپ کو نبوت یا کفرو اسلام وغیرہ چند مسائل میں ابھی اطمینان نہیں۔ جب آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانتے ہیں تو کم از کم پہلا قدم تو اُٹھایئے اور اگر میری بیعت نہیں کر سکتے تو لاہور میں جا کر مولوی محمد علی صاحب کی بیعت کر لیجئے۔ وہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی نہیں مانتے۔ میری یہ بات سُن کر وہ بے تاب ہو کر کہنے لگے میں بیعت کروں گا تو آپ کی ہی کروں گا آدھے راستے میں تو مَیں نہیں ٹھہر سکتا۔ گویا وہ جو اُن کے ہم خیال ہیں وہ بھی اُن کی بیعت کرنے کے لئے تیار نہیں اور اُن کے دل میں بھی یہی بات پائی جاتی ہے کہ اگر ہم نے بیعت کی تو قادیان میں ہی جا کر کریں گے۔ قلوب پر یہ عظیم الشان تصرف جو نظر آ رہا ہے، اُنہیں سوچنا چاہئے کہ آخر اِس کی وجہ کیا ہے۔ لوگوں کو اشتعال وہ دلاتے ہیں، الزام وہ لگاتے ہیں، جوش وہ دلاتے ہیں مگر اِس کے باوجود اللہ تعالیٰ لوگوں کی گردنیں پکڑ پکڑ کر میری طرف لا رہا ہے اور وہ خالی ہاتھ بیٹھے ہیں۔ کوئی اِکّا دُکّا اُن کی طرف چلا جائے تو علیحدہ بات ہے۔ گویا ہماری اور اُن کی مثال ایسی ہی ہے جیسے جال والا اپنے جال کے ذریعہ بہت سی مچھلیاں پکڑ کر لے آتا ہے اور دوسرا شخص لہر کی پھینکی ہوئی مُردہ مچھلی کو اُٹھا کر اپنے گھروں میں لے جاتا ہے۔

سیٹھ عبداللہ بھائی کے متعلق ایک عجیب رؤیا (۶) پھر چھٹی پیشگوئی جو خدا تعالیٰ نے مجھ سے کروائی وہ بھی اپنی ذات میں ایک زندہ ثبوت اِس بات کا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے اخبارِ غیبیہ سے اطلاع دیتا اور اُن کو نہایت ہی شان کے ساتھ پورا کرتا ہے۔

۱۹۱۵ء یا ۱۹۱۶ء کی بات ہے کہ ہمارے مبلّغ حیدرآباد دکن گئے اور وہاں سے انہوں نے مجھے اطلاع دی کہ ایک خوجہ قوم کے تاجر ہیں جن کا نام عبداللہ بھائی ہے۔ ہم انہیں تبلیغ کرنے گئے تھے انہوں نے کچھ سوالات لکھ کر دیئے ہیں جو آپ کی خدمت میں بھیجے جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ اگر اُن کی تسلی ہوگئی تو وہ احمدی ہو جائیں گے۔ جب مجھے یہ خط پہنچا مَیں نے

اُن سوالات کے جواب لکھوائے اور ساتھ ہی دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اُن کو ہدایت عطا فرمائے۔ رات کو مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک میدان ہے جس میں ایک تخت بچھا ہوا ہے اور اُس پر سیٹھ عبداللہ بھائی بیٹھے ہیں۔ ساتھ ہی میں نے یہ نظارہ دیکھا کہ آسمان مَیں سے ایک کھڑکی کُھلی ہے اور اُس میں سے نور کے بورے بھر بھر کر فرشتے اُن پر ڈال رہے ہیں۔ مَیں نے اُسی وقت اِس رؤیا کی اپنے دوستوں کو اطلاع دے دی۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد ہی اُنہوں نے بیعت کر لی۔ یوں تو بیسیوں تاجر ہماری جماعت میں داخل ہوتے رہتے ہیں مگر یہ کبھی نہیں ہوا کہ مجھے اُن کے احمدیت میں داخل ہونے سے پہلی کوئی خواب آیا ہو۔ لیکن سیٹھ عبداللہ بھائی ابھی ہماری جماعت میں داخل بھی نہیں ہوئے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اُن کے متعلق رؤیا دکھایا کہ آسمان میں سے خدا کا نور اُن پر چاروں طرف سے برس رہا ہے جس کے معنی یہ تھے کہ اللہ تعالیٰ اُن سے خاص طور پر خدمتِ دین کا کام لے گا اور اُنہیں اسلام کا نور دنیا میں پھیلانے کی توفیق عطا کرے گا۔

سیٹھ عبداللہ بھائی کی علمی قابلیت زیادہ اعلیٰ درجہ کی نہیں بلکہ اُن کی اُردو بھی درحقیقت ہمارے نقطۂ نگاہ سے صحیح نہیں۔ انگریزی میں بھی اُن کی تعلیم بہت معمولی ہے۔ وہ ابھی چھوٹے بچے تھے کہ اُن کے والد فوت ہوگئے اور انہیں تعلیم کی بجائے تجارت کے کام کی طرف توجہ کرنی پڑی۔ مگر باوجود اِس کے کہ اُن کی تعلیم معمولی تھی، اُن کی انگریزی تعلیم بھی زیادہ نہ تھی اور اُردو بھی زیادہ صحیح نہ لکھ سکتے تھے اللہ تعالیٰ نے اِس رؤیا کو ایسی شان کے ساتھ پورا کیا کہ اِسے دیکھ کر اُس کی قدرت اور طاقت کا نقشہ انسان کی آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ اِس رؤیا کے بعد وہ احمدی ہوئے اور اُنہوں نے سلسلہ کی کتابیں پڑھیں اور پھر تبلیغ کی طرف ایسے جوش کے ساتھ متوجہ ہوگئے کہ اِس وقت تک ڈیڑھ لاکھ روپیہ وہ سلسلہ کی کتابوں اور تبلیغی لٹریچر کی اشاعت وغیرہ پر خرچ کر چکے ہیں۔ اب دیکھو ایک شخص ہماری جماعت میں داخل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھایا جاتا ہے کہ اُس پر آسمان سے خدا کا نور برس رہا ہے۔ پھر اس رؤیا کے عین مطابق اللہ تعالیٰ اُسے توفیق عطا فرماتا ہے کہ وہ روحانی علوم کو دنیا میں پھیلائے اور لوگوں کو احمدیت میں داخل کرے۔ پھر باوجود اِس کے کہ اُن کی صحت کمزور تھی، خدا نے اُن کو لمبی زندگی

خدمتِ دین کے لئے عطا فرمائی۔ اُن کے کان اتنے خراب تھے کہ آلہ لگا کر لوگوں کی باتیں سنتے تھے مگر خدا تعالیٰ نے بعد میں اپنے فضل سے اُن کی شنوائی کو درست کر دیا اور وہ بغیر آلہ کے ہی باتیں سننے لگ گئے۔ یہ کتنی عظیم الشان خبر ہے کہ ایسی حالت میں جب کہ نہ انہیں احمدیت کا علم تھا نہ اُن کا علمی مذاق تھا خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر دی گئی اور پھر اِس کے بعد آپ ہی آپ اُن کے دل میں القاء اور الہام ہوا اور اُنہوں نے سلسلہ کی تائید میں کتابیں لکھنی شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ اُن کی کتب اور اشتہارات وغیرہ کی اشاعت دس لاکھ تک پہنچ چکی ہے جو مختلف زبانوں میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ انگریزی میں بھی اور اُردو میں بھی اور گجراتی میں بھی۔ اِسی طرح اب تک وہ ایک لاکھ روپیہ انعام دینے کے اشتہارات شائع کر چکے ہیں بشرطیکہ مخالف اُن کی مقرر کردہ شرائط کے مطابق اختلافی مسائل کا تصفیہ کرنے پر آمادہ ہوں۔ لوگ دس دس، بیس بیس اور سَو سَو روپیہ کے لئے مارے مارے پھرتے ہیں مگر وہ ہزاروں روپے انعام دیتے ہیں اور کوئی شخص لینے کیلئے تیار نہیں ہوتا۔ یہ کیسی زبردست پیشگوئی ہے جو سیٹھ عبداللہ بھائی کے ذریعہ پوری ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ تاجر قوم میں سے، ایک ایسی قوم میں سے جو اُردو بھی صحیح نہیں جانتی اور جس کی انگریزی تعلیم بھی بہت معمولی ہے، ایک شخص احمدیت میں داخل ہوگا وہ بظاہر علمی دنیا سے کوئی تعلق نہ رکھتا ہوگا مگر خدا اُسے قبول کرے گا اور آسمان سے نور کے بورے بھر بھر کر اُس پر برسائے گا۔ چنانچہ پھر وہ شخص سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوتا ہے اور تبلیغ کا ایسا جنون اُس کے اندر پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ دس لاکھ کتابیں اور اشہارات سلسلہ کی تائید کے لئے شائع کرتا اور علاوہ اور چندوں میں حصہ لینے کے یہ تمام اخراجات اپنی گرہ سے ادا کرتا ہے۔

سر سکندر حیات خاں کے متعلق ایک رؤیا

(۷) پھر دس بارہ سال کی بات ہے میں نے رؤیا میں دیکھا کہ سر سکندر حیات خاں کی طرف سے ایک آدمی آیا ہے جس نے ایسی وردی پہنی ہوئی ہے جیسے پنجاب گورنمنٹ کے وزراء کے اردلیوں کی ہوتی ہے اور اُس کے ہاتھ میں ایک لفافہ ہے جو تار کی شکل کا ہے مگر ہے خط۔ وہ کہتا ہے کہ یہ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کے لئے ہے۔ میں نے اُسے کہا کہ لاؤ یہ خط مجھے دے دو۔ اُس نے مجھے دے دیا۔ میں نے اُسے دیکھا تو اُس میں

سر سکندر حیات خاں نے چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کو یہ لکھا تھا کہ میں کسی کام کے متعلق آپ سے مشورہ لینا چاہتا ہوں، آپ مجھے ملیں۔ اِس خواب کا ایک حصہ تو اُسی وقت پورا ہو گیا کیونکہ سر سکندر حیات خاں جو اُس وقت بہاولپور میں وزیر تھے اُن کا چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کے نام تار آیا کہ میں بھوپال گورنمنٹ کے ایک کام کے لئے بمبئی جا رہا ہوں اور آپ سے بھی مشورہ لینا چاہتا ہوں آپ مجھے ملیں۔ لیکن اِس خواب کا ایک دوسرا حصہ بھی تھا اور وہ یہ کہ وہ پنجاب گورنمنٹ میں وزارت کے عہدے پر پہنچیں گے کیونکہ میں نے اُن کے اردلی کو ایسی وردی پہنے دیکھا تھا جو پنجاب گورنمنٹ کے وزراء کے اردلیوں کی ہوتی ہے۔ خواب کا یہ حصہ بعد میں اِس طرح پورا ہوا کہ وہ پہلے ریونیو ممبر بنے اور پھر پنجاب گورنمنٹ کی وزارتِ عظمٰی کے عہدہ پر فائز ہو گئے۔

سر سکندر حیات خاں نے بے شک اپنی زندگی کامیاب طور پر بسر کی ہے مگر اُن کی پہلی زندگی ایسی کامیاب نہیں تھی۔ جب سر مانٹیگو آئے تو اُس وقت مَیں بھی دہلی گیا۔ سر سکندر حیات اُس وقت نوجوان تھے ۲۴، ۲۵ سال اُن کی عمر تھی اور وہ دہلی کے ایک ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ مجھ سے ملنے کیلئے آئے اور کہنے لگے کہ خان بہادر راجہ پائندہ خاں جنجوعہ کو آپ اجازت دیں کہ وہ زمینداروں کے اُس وفد میں شامل ہوں جو ہماری طرف سے سر مانٹیگو کے سامنے پیش ہونے والا ہے۔ میں نے کہا یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ وہ ہماری طرف سے بھی ہوں اور آپ کی طرف سے بھی۔ ممکن ہے آپ کے میمورنڈم میں کوئی ایسی باتیں ہوں جو ہمارے نزدیک درست نہ ہوں اور ہم اُن کے خلاف اپنے میمورنڈم میں اظہار خیالات کر چکے ہوں۔ وہ کہنے لگے پھر کیا کیا جائے اُن کا شامل ہونا نہایت ضروری ہے۔ میں نے کہا پھر ایک شرط ہے اپنا میمورنڈم لائیے تا کہ میں اُسے دیکھ لوں۔ اگر اس میں کوئی اختلافی بات ہوئی تو میں اُسے کاٹ دوں گا۔ پھر بے شک وہ آپ کی طرف سے بھی پیش ہو سکتے ہیں۔ اُنہوں نے یہ بات منظور کر لی۔ وہ میمورنڈم لائے اور میں نے اُس میں سے پانچ سات غلطیاں نکالیں جن کو اُنہوں نے تسلیم کیا اور اُن کی اصلاح کی۔ غرض اُس وقت اُن کی حیثیت بالکل طالب علمانہ تھی اور مجھ سے اِس طرح مشورہ لیتے تھے جس طرح شاگرد اپنے اُستاد سے مشورہ لیتا ہے۔

ایسے شخص کے متعلق جس کی سیاسی دنیا میں کوئی خاص شہرت نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے مجھے دو خبریں دیں ایک تو یہ کہ وہ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کو اپنے کسی کام کے لئے بلائیں گے اور دوسری یہ کہ وہ گورنمنٹ پنجاب میں وزارت کے عہدہ پر آ جائیں گے۔ اِن میں سے ایک خبر تو معاً اُنہی دنوں میں پوری ہوگئی اور دوسری خبر کچھ عرصہ کے بعد جا کر پوری ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وفات کی خبر

(۸) آٹھویں خبر مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وفات کے متعلق ملی۔ مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ مَیں گاڑی میں بیٹھا ہوا کہیں سے آ رہا ہوں کہ راستہ میں مجھے کسی نے بتایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح وفات پا گئے ہیں۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے جبکہ حضرت خلیفہ اوّل بیمار تھے۔ اُنہی ایام میں مجھے ایک ضروری کام کے لئے لاہور جانے کی ضرورت محسوس ہوئی مگر اِس رؤیا کی وجہ سے میں نے لاہور جانا ملتوی کر دیا اور میں نے بعض دوستوں سے ذکر کیا کہ میں جانے سے اِس لئے ڈرتا ہوں کہ مجھے رؤیا میں گاڑی میں سوار ہونے کی حالت میں حضرت خلیفہ اوّل کی وفات کی خبر ملی ہے ایسا نہ ہو کہ میں باہر جاؤں اور یہ واقعہ ہو جائے۔ پس میں نے اپنے سفر کو ملتوی کر دیا تا کہ یہ خواب کسی طرح ٹل جائے۔ مگر انسان خدا تعالیٰ کے فیصلہ سے بچنے کی خواہ کس قدر کوشش کرے بعض دفعہ تقدیر پوری ہو کر رہتی ہے۔ آپ کی بیماری کے ایام میں آپ کے حکم کے ماتحت جمعہ بھی اور دوسری نمازیں بھی مَیں ہی پڑھایا کرتا تھا۔ ایک دن جمعہ کی نماز پڑھانے کے لئے میں مسجد اقصیٰ میں گیا اور نماز سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر کے لئے مَیں اپنے گھر چلا گیا۔ اتنے میں خان محمد علی خان صاحب کا ایک ملازم میرے پاس اُن کا پیغام لے کر آیا کہ وہ میرے انتظار میں ہیں اور اُن کی گاڑی کھڑی ہے۔ چنانچہ میں اُن کے ہمراہ گاڑی میں سوار ہو کر اُن کے مکان کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی ہم راستہ میں ہی تھے کہ ایک شخص دَوڑتا ہوا آیا اور اُس نے کہا کہ حضرت خلیفۃ المسیح فوت ہو گئے ہیں۔ اِس طرح وہ رؤیا پورا ہو گیا جو میں نے دیکھا تھا کہ میں گاڑی میں کہیں سے آ رہا ہوں کہ مجھے حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات کی خبر ملی ہے۔ میں نے محض اِس لئے کہ یہ خواب ٹل جائے باہر جانے سے اپنے آپ کو روکا مگر خدا تعالیٰ نے قادیان میں ہی اِس کو پورا کر دیا۔

دیوار گرائے جانے کی خبر

(۹) پھر مَیں ابھی بچہ ہی تھا کہ ہمارے شرکاء نے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شدید مخالف تھے، مسجد کے سامنے ایک دیوار کھڑی کر کے اُس کا دروازہ بند کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کئی دفعہ گھر میں پردہ کرا کے لوگوں کو مسجد میں لاتے اور کئی لوگ اُوپر سے چکر کاٹ کر اور سخت تکلیف اُٹھا کر آتے۔ اُس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب لوگوں کو دعا کرنے کے لئے کہا اور مجھے بھی دعا کا ارشاد فرمایا۔ میری عمر اُس وقت پندرہ سال کی تھی میں نے دعا کی تو مجھے ایک رؤیا ہوا جس میں مَیں نے دیکھا کہ میں بڑی مسجد سے آ رہا ہوں کہ دیوار گرائی جا رہی ہے۔ میں نے پیچھے مُڑ کر دیکھا تو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل بھی تشریف لا رہے تھے۔ میں نے اُن سے کہا کہ دیکھیں دیوار گرائی جا رہی ہے۔ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے پہلے ایک مقدمہ ہوا جس میں ناکامی ہوئی پھر دوسرا مقدمہ ہوا اور اُس میں ناکامی ہوئی آخر تیسرے مقدمہ میں کامیابی ہوئی اور عدالت نے دیوار گرائے جانے کا حکم دے دیا۔ مسجد اقصیٰ میں حضرت خلیفہ اوّل اُس روز درس دے رہے تھے۔ جب درس ختم ہوا اور میں گھر کو چلا تو دیکھا کہ دیوار گرائی جا رہی ہے۔ مَیں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو حضرت خلیفہ اوّل آ رہے تھے۔ میں نے اُن سے کہا کہ دیکھیں دیوار گرائی جا رہی ہے۔ گویا جس طرح میں نے خواب میں نظارہ دیکھا تھا ویسا ہی وقوع میں آ گیا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے یہ خواب حضرت خلیفہ اوّل کو سُنایا ہوا تھا۔ چنانچہ آپ نے اُس وقت میری بات سُن کر فرمایا لو میاں تمہاری خواب پوری ہوگئی۔ یہ دیوار اُس مقام پر تھی جہاں آجکل محاسب کا دفتر ہے۔

ڈاکٹر مطلوب خان صاحب کے متعلق ایک حیرت انگیز رؤیا

(۱۰) پھر پچھلی جنگ کا واقعہ ہے۔ ہم اُن دنوں حضرت اماں جان کے گھر تینوں بھائی کھانا کھایا کرتے تھے۔ اُس وقت ہمارا دستور یہ تھا کہ ہم ایک وقت کا کھانا اُن کے ہاں کھایا کرتے تا کہ اُن کا دل بہلا رہے۔ جب ہم تینوں بھائی وہاں اکٹھے تھے تو میاں شریف احمد صاحب نے (جن سے ماسٹر محمد نذیر خاں صاحب نے یہ بات بیان کی تھی) ذکر کیا کہ ڈاکٹر مطلوب خاں صاحب کے متعلق یہ اطلاع آئی ہے کہ وہ جنگ

میں مارے گئے ہیں۔ اِس سے ایک ہفتہ پہلے ڈاکٹر مطلوب خاں صاحب کی والدہ اور اُن کے والد قادیان میں آئے تھے۔ میں نے گھر میں اُن کی والدہ کو دیکھا تھا اور باہر جبکہ میں ایک خطبۂ نکاح پڑھا رہا تھا، مَیں نے اُن کے والد کو دیکھا تھا وہ اُس وقت میرے سامنے ہی بیٹھے تھے اور اُس وقت اتنے کمزور اور منحنی تھے کہ ڈاکٹر مطلوب خاں صاحب تو بتاتے ہیں کہ اُن کی عمر اُس وقت پینسٹھ سال تھی مگر مجھے وہ پچھتر سال کے نظر آتے تھے اور بہت ہی ضعیف ہو چکے تھے۔ سات آٹھ دن کے بعد جب میں نے سُنا کہ ڈاکٹر مطلوب خاں صاحب فوت ہو گئے ہیں تو مجھے یہ خبر سُن کر شدید صدمہ ہوا۔ مجھے اُس وقت یہ معلوم نہیں تھا کہ ڈاکٹر مطلوب خاں صاحب کے علاوہ اُن کے اور بھی لڑکے ہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ اُن کے اکلوتے بیٹے ہیں۔ بہر حال مَیں نے جب اِس خبر کو سُنا تو مجھے بہت تکلیف ہوئی کہ اِس عمر میں اکلوتے بچے کی وفات کا اُنہیں بہت ہی صدمہ ہوا ہوگا۔ چنانچہ میں کھانا تو کھاتا جاؤں مگر بار بار دل سے دعا نکلے کہ خدایا! وہ زندہ ہی ہوں۔ پھر میں اپنے دل کو سمجھاؤں کہ کیا مُردے بھی کبھی زندہ ہو سکتے ہیں۔مگر باوجود اِس علم کے کہ مُردے زندہ نہیں ہو سکتے، دل سے بار بار یہی دعا اُٹھے کہ خدایا! وہ زندہ ہی ہوں۔ یہی کیفیت مجھ پر طاری رہی۔ رات کو جب میں سویا تو میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک فرشتہ میرے پاس آیا ہے اور وہ آ کر کہتا ہے کہ ڈاکٹر مطلوب خاں چند دن فوت رہنے کے بعد زندہ ہو گئے ہیں۔ دوسرے دن پھر میں نے اسی مجلس میں ذکر کیا کہ ہمارے نزدیک تو مُردہ زندہ نہیں ہوسکتا مگر ڈاکٹر مطلوب خاں صاحب کے متعلق مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہو گئے ہیں۔معلوم نہیں اِس خواب کا کیا مطلب ہے، حالانکہ اُن کے متعلق تو اطلاع بھی آ چکی ہے کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ ماسٹر محمد نذیر خاں صاحب کو یہ خبر مرزا معظم بیگ صاحب نے بتائی تھی جو آجکل گلگت میں قونصل خانہ کے ہیڈ کلرک ہیں اور اُن دنوں وہ بغداد میں تھے اور بصرہ کے راستے واپس ہندوستان آئے تھے انہیں بصرہ ہسپتال سے معلوم ہوا تھا کہ ڈاکٹر مطلوب خان صاحب مارے گئے ہیں اور انہوں نے ہی ماسٹر نذیر خاں صاحب کو اِس کی اطلاع دی۔ ماسٹر صاحب نے میاں بشیر احمد صاحب یا میاں شریف احمد صاحب سے اِس کا ذکر کیا اور اُنہوں نے یہ بات میرے آگے بیان کی لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر دی گئی تھی کہ

ڈاکٹر مطلوب خاں صاحب چند دن کے بعد پھر زندہ ہو گئے ہیں اِس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایسے سامان کئے کہ بعد میں گورنمنٹ کی طرف سے اطلاع آ گئی کہ ڈاکٹر مطلوب خان صاحب کی موت کی خبر غلط ہے، وہ زندہ ہی ہیں۔ چونکہ اُنہیں عرب لوگ قید کر کے لے گئے تھے اور اِس پارٹی کے قریباً تمام آدمیوں کو عربوں نے قتل کر دیا تھا، اِس لئے اُن کو بھی مردہ سمجھ لیا گیا تھا ورنہ دراصل وہ زندہ تھے۔

پہلے میری سمجھ میں یہ نہیں آتا تھا کہ اُن کی موت کی خبر کس طرح مشہور ہو گئی مگر اتر سوں ڈاکٹر مطلوب خاں صاحب کو بُلا کر میں نے اُن سے تفصیلی حالات پوچھے تو مجھے اِس حقیقت کا علم ہوا۔ اُنہوں نے بتایا کہ ۱۹۲۰ء میں جب عراق میں بغاوت ہوئی تو مجھے ناصریہ سے جہازوں کے ایک قافلہ کے ہمراہ دریائے فرات کی طرف روانہ کیا گیا تا کہ ایک فوجی جہاز ''گرین فلائی'' جو دریائے فرات کے کنارہ پر ریت میں پھنس گیا تھا اور ایک ماہ سے اُس کے آدمی بغیر راشن کے تھے اُن کو ضروری راشن اور روپیہ وغیرہ دیا جائے اور اگر ہو سکے تو جہاز کو بھی کھینچ کر نکالا جائے۔ اِسی طرح ساوہ میں ایک انگریزی فوج گھری ہوئی تھی اِس کو بھی راشن، روپیہ اور گولہ بارود پہنچانا ہمارا کام تھا۔ وہ کہتے ہیں راستہ میں عربوں نے گولیوں کی بوچھاڑ کر دی جس سے جہاز کے چند آدمی خطرناک طور پر زخمی ہو گئے۔ اُن کو مرہم پٹی کرتے وقت میرا جسم بھی خون سے لتھڑ گیا بلکہ کارتوسوں کے کچھ چھرّے میرے جسم پر بھی لگے جن سے خون جاری ہو گیا۔ دوسرے جہاز جو ساتھ آئے تھے وہ بھی اِس جہاز کو چھوڑ کر آگے نکل گئے۔ عربوں نے جب دیکھا کہ یہ جہاز اکیلا کنارے پر رہ گیا ہے تو وہ اپنے مورچوں سے باہر نکل آئے اور پھر تختۂ جہاز پر چڑھ کر لُوٹ مچا دی۔ کسی کو خنجر سے مارا، کسی کو گولی سے اور کسی کو تلوار سے اور جس قدر سامان تھا سب لُوٹ لیا۔

ڈاکٹر مطلوب خاں کہتے ہیں مَیں نے ایک عرب کی جو ایک گاؤں کا شیخ تھا، پناہ لی اور آخر جہاز سے اُنہوں نے مجھے نکالا اور قید کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔ چونکہ جہاز میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے وقت اور کچھ گولیوں کی بوچھاڑ کی وجہ سے ڈاکٹر مطلوب خاں صاحب کا جسم سر سے پَیر تک لہولہان ہو گیا تھا اِس لئے ایک جمعدار نے جو وہاں سے بھاگ نکلا تھا اور زخمی ہو کر

بصرہ ہسپتال میں اپنے علاج کے لئے داخل ہوا تھا، اُس سے ہسپتال کے ڈاکٹر نے پوچھا کہ ڈاکٹر مطلوب خاں کا کیا حال ہوا؟ تو اُس نے بتایا کہ وہ سخت زخمی تھے اور غالباً مارے گئے ہیں۔ اُس نے چونکہ اُن کو خون میں لتھڑا ہوا دیکھا تھا، اس لئے کچھ بات اپنے پاس سے ملا کر کہہ دیا کہ وہ غالباً مر چکے ہیں۔ اُس ڈاکٹر نے اپنے ایک دوست کو جو دھرم سالہ چھاؤنی ہسپتال میں کام کرتا تھا، اطلاع دی کہ ڈاکٹر مطلوب خاں صاحب کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ مارے گئے ہیں۔ دھرم سالہ میں ڈاکٹر مطلوب خاں صاحب کے ماموں اور اُن کے سُسرال تھے۔ انہیں اُس ڈاکٹر سے اس بات کا علم ہوا اور پھر رفتہ رفتہ یہ بات قادیان میں مجھ تک پہنچ گئی۔ اُن کے والد صاحب نے گورنمنٹ کو لکھا تھا کہ ڈاکٹر مطلوب خاں کے بارہ میں کیا اطلاع ہے۔ گورنمنٹ نے جواب دیا کہ اُن کی موت کی خبر مصدقہ نہیں وہ مسنگ لِسٹ (MISSING LIST) پر ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کئے کہ گورنمنٹ برطانیہ کے ہوائی جہاز اِس علاقہ میں گئے جہاں وہ قید تھے اور اُنہوں نے اوپر سے بمباری کی۔ ساتھ ہی انگریزی فوج کی کمک بھی پہنچ گئی اور وہاں دو دن تک سخت مقابلہ ہوا۔ تیسرے دن برطانیہ کو فتح ہوئی۔ اُس وقت ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں، میں نے عرب شیخ سے کہا کہ اَب وہ مجھے چھوڑ دے۔ اُس نے کہا دو تین دن تک ٹھہرو میں تمہیں گھوڑے پر سوار کر کے بھیجوں گا۔ مگر میں نے کہا کہ مجھے پیدل چلنے میں کوئی تکلیف نہیں۔ آخر اُس نے ایک شخص کے ہمراہ بہت خاطر مدارات کے ساتھ انہیں واپس کیا اور اِس طرح ایک مُردہ خدا تعالیٰ کے فضل سے زندہ ہو گیا۔

اَب دیکھو ایک شخص کے متعلق خبر آتی ہے کہ وہ مارا گیا ہے۔ گورنمنٹ بھی شک میں پڑی ہوئی ہے اور وہ کہتی ہے کہ ہم نے اس کا نام مسنگ لسٹ میں رکھا ہوا ہے، ہمیں معلوم نہیں کہ وہ زندہ ہے یا مر چکا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ بتاتا ہے کہ وہ چند دنوں کے بعد زندہ ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد وہاں ہوائی جہاز پہنچتے ہیں، وہ بمباری کرتے ہیں اور اِس طرح انہیں آزاد ہونے کا موقع مل جاتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی قدرت اور اُس کی طاقت کا کیسا زندہ نشان ہے اور کس طرح اُس نے ایک مُردہ کو زندہ کر کے دکھا دیا۔

انگلستان پر جرمنی کے حملہ اور انگریزی اور فرانسیسی حکومتوں کے الحاق کی خبر

(۱۱) پھر انگلستان اور جرمنی کی ابھی جنگ شروع نہیں ہوئی تھی کہ مَیں نے دھرم سالہ میں جہاں میں اُن دنوں تبدیل آب و ہوا کے لئے مقیم تھا رؤیا میں دیکھا کہ میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوں اور میرا منہ مشرق کی طرف ہے کہ ایک فرشتہ آیا اور اُس نے جیسا کہ سرشتہ دار ہوتے ہیں بعض کاغذات میرے سامنے پیش کرنے شروع کر دیئے۔ وہ کاغذات انگلستان اور فرانس کی باہمی خط و کتابت کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ مختلف ڈاکیومنٹس (DOCUMENTS) کے بعد ایک ڈاکیومنٹ میرے سامنے پیش کیا گیا۔ میں نے اُسے دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک چٹھی ہے جو انگریزی حکومت کی طرف سے فرانسیسی حکومت کو لکھی گئی ہے اور اُس کا مضمون یہ ہے کہ ہمارا ملک سخت خطرہ میں گھِر گیا ہے۔ جرمنی اُس پر حملہ آور ہونے والا ہے اور قریب ہے کہ اُسے مغلوب کر لے۔ اِس لئے ہم آپ سے خواہش کرتے ہیں کہ انگریزی اور فرانسیسی دونوں حکومتوں کا اِلحاق کر دیا جائے، دونوں ایک نظام کے ماتحت آ جائیں اور دونوں کو آپس میں اِس طرح ملا دیا جائے کہ دونوں کے شہریت کے حقوق یکساں ہوں۔ یہ چٹھی پڑھ کر خواب میں مَیں سخت گھبرا گیا اور قریب تھا کہ اِسی گھبراہٹ میں میری آنکھ کُھل جاتی کہ یکدم مجھے آواز آئی کہ یہ چھ ماہ پہلے کی بات ہے یعنی اِس حالت کے چھ ماہ بعد حالات بالکل بدل جائیں گے اور انگلستان کی خطرہ کی حالت جاتی رہے گی۔ یہ رؤیا میں نے اُنہی دنوں بعض دوستوں کو سُنا دیا تھا۔ جب مَیں نے یہ رؤیا دیکھا اُس وقت لوگوں کو ابھی جنگ کے شروع ہونے کا بھی یقین نہیں آتا تھا۔ لوگ عام طور پر کہتے تھے کہ ہٹلر ڈراوے دے رہا ہے۔ یہ رؤیا دھرم سالہ میں جولائی ۱۹۳۹ء کے آخر یا اگست کے شروع میں مَیں نے دیکھا تھا۔ اِس کے بعد ستمبر ۱۹۳۹ء میں جنگ شروع ہوئی اور وہ بھی ایسے رنگ میں کہ مارچ تک کوئی شخص یہ خیال بھی نہیں کر سکتا تھا کہ ہٹلر غالب آ جائے گا۔ بِالعموم یہ خیال کیا جاتا تھا کہ برابر کی ٹکر ہے۔ مارچ کے آخر تک یہی حالت رہی مگر اِس کے بعد جرمنی نے نہایت شدت سے حملہ کیا اور ڈنمارک، ناروے، ہالینڈ اور بیلجیئم پر قبضہ کر لیا۔ پھر وہ فرانس کی طرف بڑھا اور اُس پر بھی شدید حملہ کیا۔ جب فرانس گِرنے لگا تو اُس وقت

برطانیہ نے خیال کہ اگر فرانس صلح نہ کرے تو کچھ نہ کچھ مزاحمت اِس کی طرف سے جاری رہے گی۔ اُس کے جہاز بھی لڑتے رہیں گے اور اُس کی نوآبادیاں بھی جنگ کو کسی نہ کسی صورت میں جاری رکھیں گی لیکن اگر وہ صلح کر لے تو اُس کے جہاز بھی جرمنی کو مل جائیں گے نوآبادیاں بھی اُسے مل جائیں گی اور اس صورت میں جرمنی کے حملے کا سارا زور ہم پر آ پڑے گا۔ چنانچہ اِس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومتِ برطانیہ نے وہ کام کیا جس کی نظیر جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی آج تک نہیں ملتی۔ یعنی اُس نے ۱۷ رجون ۱۹۴۰ء کو فرانسیسی حکومت کو تار دیا کہ دونوں مُلکوں کی حکومت ایک کر دی جائے اور فرانس کا برطانیہ سے اِلحاق کر دیا جائے۔ حکومت ایک ہو، پارلیمنٹیں بھی ملا دی جائیں اور خوراک کے ذخائر اور خزانہ کو بھی ایک ہی سمجھا جائے۔[۳۹]

میں دنیا کے تمام تاریخ دانوں کو موقع دیتا ہوں کہ وہ دنیا کی تاریخ پر غور کریں اور اِس قسم کی کوئی ایک مثال ہی پیش کریں کہ دو زبردست طاقتوں میں سے ایک نے دوسری کے سامنے یہ تجویز رکھی ہو کہ دونوں حکومتوں کو ایک بنا دیا جائے۔ یہ وہ واقعہ ہے جس کی آدم سے لیکر اَب تک کوئی مثال نہیں ملتی۔ اور جس کی ایک بھی مثال دنیا کی ہزاروں سال کی تاریخ میں نہ ملتی ہو اُسے یقیناً انسانی دماغ نہیں بنا سکتا۔ اُس وقت انگریزوں کی حالت اتنی خراب تھی کہ مسٹر چرچل نے پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا اَب وہ دن آ گیا ہے کہ ہماری قوم پر جرمن حملہ آور ہوں۔ ہم سمندر کے کناروں پر جرمنوں کا مقابلہ کریں گے اور اگر سمندر کے کناروں پر مقابلہ نہ ہو سکا اور وہ اندر داخل ہو گئے تو ہم اپنے شہر میں اُن کا مقابلہ کریں گے۔ ہم لندن کی گلیوں میں اُن کا مقابلہ کریں گے اور اگر پھر بھی ہم دشمن کا مقابلہ نہ کر سکے اور وہ ہمارے ملک پر قابض ہو گیا تو ہم کینیڈا چلے جائیں گے اور وہاں سے اُس کا مقابلہ کریں گے۔ گویا برطانیہ کا وزیراعظم بھی اِس بات کا امکان سمجھتا تھا کہ جرمن ساحلِ انگلستان پر حملہ کرے گا اور اِس میں کامیاب ہو جائے گا۔ پھر لندن پر حملہ کرے گا اور اِس میں کامیاب ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ اِس بات کا بھی امکان سمجھتے تھے کہ حکومت لندن سے بھاگ جائے اور کینیڈا چلی جائے۔ مگر ایسی حالت میں خدا تعالیٰ نے مجھے دوسری خبر یہ دی کہ یہ چھ مہینے پہلے کی بات ہے یعنی چھ ماہ کے بعد انگریزوں کی حالت بدل جائے گی۔ اُس وقت چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب سے جیسا کہ اُنہوں نے بعد

میں سنایا وائسرائے نے یا کسی اور نے ایک دفعہ پوچھا کہ ظفر اللہ خاں! تم اِس جنگ کا کیا نتیجہ سمجھتے ہو؟ اُنہوں نے کہا کہ ہمارے امام نے خواب دیکھا ہوا ہے کہ چھ ماہ کے بعد یہ حالات بدل جائیں گے اِس لئے میں تو یقین رکھتا ہوں کہ چھ ماہ تک یہ خطرہ کی حالت دُور ہو جائے گی۔ چنانچہ عین چھ ماہ کے بعد ۱۵ر دسمبر کو اٹلی کو پہلی شکست ہوئی اور انگریزوں کی حالت میں تبدیلی پیدا ہونی شروع ہوگئی اور ۱۹ر دسمبر ۱۹۴۰ء کو پرائم منسٹر نے ہاؤس آف کامنز میں اعلان کیا کہ

''اَب ہم پہلے سے محفوظ ہو گئے ہیں اور ہم نے ایک ایسی حالت سے ترقی کی ہے جبکہ ہمارے بہترین دوست بھی اِس بات سے مایوس ہو چکے تھے کہ ہم مقابلہ جاری رکھ سکیں گے۔''[۴۰]

یہ دو دھاری تلوار تھی جو مجھے عطا کی گئی کہ ایک رؤیا کے ذریعہ دو خبریں دی گئیں۔ ایک خبر تو ایسی دی گئی کہ جس کی دنیا کی تاریخ میں اور کوئی مثال نہیں ملتی اور دوسری خبر یہ دی گئی کہ چھ ماہ کے بعد یہ خطرہ کی حالت جاتی رہے گی۔ چنانچہ ٹھیک چھ ماہ کے بعد حالات میں تبدیلی رونما ہوئی اور مسٹر الیگزینڈر جو انگریزوں کے وزیر بحری تھے، انہوں نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جون جولائی میں (جب حکومت برطانیہ نے حکومتِ فرانس کو تار دیا تھا کہ دونوں ملکوں کی حکومت ایک کر دی جائے اور فرانس کا برطانیہ سے اِلحاق ہو جانا چاہئے) ہر وہ شخص جو جنگی فنون سے ذرا بھی واقفیت رکھتا ہے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ہم پھر امن میں آجائیں گے۔ اگر کوئی ایسی بات کہتا تو یا تو میں اُسے سیاست سے بالکل نابلد اور ناواقف کہتا اور یا میں اُسے احمق اور پاگل خیال کرتا۔ گویا انگریزوں کی حالت اِتنی نازک اور خراب تھی کہ اُن کے نزدیک اِس قسم کا خیال کرنا بھی کہ اُن کی حالت چھ ماہ تک بدل جائے گی، احمقانہ اور مجنونانہ خیال تھا۔ مگر جبکہ حکومت کے بڑے بڑے مدبر یہ کہہ رہے تھے کہ انگریز خطرہ میں گھِر گئے ہیں، اَب اُن کے لئے سِوائے اِس کے کوئی چارہ نہیں کہ وہ کینیڈا چلے جائیں اور مقابلہ جاری رکھیں، خدا نے مجھے خبر دی کہ ۱۵ دسمبر تک یہ حالات بدل جائیں گے اور دنیا نے دیکھ لیا کہ عین ۱۵ دسمبر کو حالات نے یکدم پلٹا کھایا اور انگریزوں کے قدم مضبوط ہو گئے۔

انگلستان کو امریکہ سے اٹھائیس سَو ہوائی جہاز بھجوائے جانے کی خبر

(۱۲) ایک اور خبر جو اللہ تعالیٰ نے مجھے اِس جنگ کے متعلق بتائی اور نہایت ہی عجیب رنگ میں پوری ہوئی، وہ یہ ہے کہ میں نے ایک دفعہ رؤیا میں دیکھا کہ میں انگلستان گیا ہوں اور انگریزی گورنمنٹ مجھ سے کہتی ہے کہ آپ ہمارے ملک کی حفاظت کریں۔ مَیں نے اُس سے کہا کہ پہلے مجھے اپنے ذخائر کا جائزہ لینے دو، پھر میں بتا سکوں گا کہ مَیں تمہارے مُلک کی حفاظت کا کام سرانجام دے سکتا ہوں یا نہیں۔ اِس پر حکومت نے مجھے اپنے تمام جنگی محکمے دکھائے اور میں اُن کو دیکھتا چلا گیا۔ آخر میں مَیں نے کہا کہ صرف ہوائی جہازوں کی کمی ہے۔ اگر مجھے ہوائی جہاز مل جائیں تو میں انگلستان کی حفاظت کا کام کر سکتا ہوں۔ جب میں نے یہ کہا تو معاً میں نے دیکھا کہ امریکہ کی طرف سے ایک تار آیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:-

The American Government has delivered 2800 aeroplanes to the British Government.

یعنی امریکن گورنمنٹ نے دو ہزار آٹھ سَو ہوائی جہاز برطانوی گورنمنٹ کو دیئے ہیں۔ اِس کے بعد میری آنکھ کُھل گئی۔

یہ رؤیا میں نے چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کو بتا دیا تھا اور اُنہوں نے آگے اپنی کئی انگریز دوستوں سے اِس کا ذکر کر دیا۔ یہاں تک کہ سرکلو جو اُس وقت ریلوے کے وزیر تھے اور بعد میں آسام کے گورنر مقرر ہوئے، اُن کو بھی چوہدری صاحب نے یہ رؤیا بتا دیا تھا۔ اِس رؤیا کے چھ ہفتہ کے بعد ایک دن عصر کی نماز کے بعد مَیں مسجد مبارک میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص دوڑتا ہوا میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ایک ضروری فون آیا ہے میں گیا اور امرتسر والوں سے مَیں نے پوچھا کہ مجھے کون بُلا رہا ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ شملہ یا دہلی سے کوئی دوست بات کرنا چاہتے ہیں۔ تھوڑی دیر گزری تو چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کی آواز آئی۔ اُن کا پہلا فقرہ یہ تھا کہ کیا آپ نے وہ خبر پڑھ لی ہے اور دوسرا فقرہ یہ تھا کہ مبارک ہو آپ کی خواب پوری ہوگئی۔ میں نے کہا کیا بات ہے۔ وہ کہنے لگے ابھی ابھی وہ تار آیا ہے جو برطانوی نمائندہ نے امریکہ سے

انگریزی حکومت کو بھجوایا ہے اور وہ میرے سامنے پڑا ہوا ہے۔ اِس کے الفاظ یہ ہیں:۔

The American Government has delivered 2800 aeroplanes to the British Government.

یعنی امریکن گورنمنٹ نے دو ہزار آٹھ سَو ہوائی جہاز برطانوی حکومت کو بھجوائے ہیں۔ پھر چوہدری صاحب کہنے لگے میں نے اُسی وقت اُن تمام لوگوں کو فون کیا ہے جن کو میں پہلے سے یہ خبر بتا چکا ہوں کہ دیکھو! امام جماعت احمدیہ نے جو خواب دیکھی اور جو میں نے تمہیں قبل از وقت بتا دی تھی، کس شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ چونکہ اُنہوں نے سرکلو سے بھی اِس رؤیا کا ذکر کیا ہوا تھا، انہوں نے سرکلو کو بھی فون کیا کہ کیا آج کا تار تم نے پڑھا ہے؟ وہ کہنے لگا میں نے ابھی نہیں پڑھا۔ چوہدری صاحب نے کہا پڑھو۔ اُس نے پڑھا تو کہنے لگا ظفر اللہ خاں! تار تو آیا ہے مگر جہازوں کی جتنی تعداد تم نے بتائی تھی اُتنی تعداد کا تو اِس میں ذکر نہیں۔ چوہدری صاحب نے کہا تمہیں کیا یاد ہے؟ وہ کہنے لگا تم نے تو ۲۸ سَو ہوائی جہازوں کا ذکر کیا تھا اور تار میں پچیس سَو لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے اُس نے جلدی میں اٹھائیس سَو کو پچیس سَو پڑھ لیا۔ چوہدری صاحب کہنے لگے تار کو پھر پڑھو۔ اُس نے دوبارہ تار پڑھی تو کہنے لگا اوہو! اِس میں تو اٹھائیس سَو ہوائی جہازوں کا ہی ذکر ہے۔

اَب دیکھو چھ ہفتے پہلے خدا تعالیٰ نے یہ کیسی عظیم الشان خبر مجھے دی جو اُسی شکل میں پوری ہوئی جس شکل میں مجھے بتائی گئی تھی۔ گورنمنٹ کے بڑے بڑے ذمہ دار افسر دو چار دن پہلے تک یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ امریکہ ۲۸ سَو ہوائی جہاز بھجوائے گا۔ مگر مجھے اللہ تعالیٰ نے چھ ہفتے پہلے بتا دیا کہ تار آئے گا، تار امریکن گورنمنٹ کی طرف سے آئے گا اور تار کا مضمون یہ ہوگا کہ امریکہ ۲۸ سَو ہوائی جہاز برطانیہ کے لئے بھجوائے رہا ہے۔ گویا تار بتا دیا، تار کا مضمون بتا دیا، یہ بتا دیا کہ تار کس کی طرف سے آئے گا، یہ بتا دیا کہ چیز کیا ہے اور پھر یہ بتا دیا کہ اِس چیز کی تعداد کیا ہے۔

حکومتِ امریکہ کے جنگ میں شامل ہونے کی خبر

(۱۳) پھر ۱۹۴۰ء میں مَیں نے رؤیا بیان کیا تھا کہ میں نے دیکھا ہمارے باغ اور قادیان کے درمیان جو تالاب ہے اُس میں قوموں کی لڑائی ہو رہی ہے مگر بظاہر چند آدمی رسہ کشی کرتے نظر آتے ہیں اور کوئی شخص کہتا ہے کہ اگر یہ جنگ یونان تک پہنچ گئی

تو یکدم حالات میں تغیر پیدا ہو جائے گا اور جنگ بہت اہم ہو جائے گی۔ اِس کے بعد میں نے دیکھا کہ اعلان ہوا ہے کہ امریکہ کی فوج ملک میں داخل ہوگئی ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ امریکہ کی فوج بعض علاقوں میں پھیل گئی ہے مگر وہ انگریزی حلقۂ اثر میں آنے جانے میں کوئی رُکاوٹ نہیں ڈالتی۔

یہ رؤیا ۱۹۴۰ء کے شروع میں مَیں نے اُس وقت دیکھا تھا جب کسی کے وہم اور گمان میں بھی یہ بات نہیں آتی تھی کہ امریکن گورنمنٹ اِس لڑائی میں شامل ہو جائے گی۔ مگر پھر ایسے حالات بدلے کہ امریکہ کو اِس جنگ میں شامل ہونا پڑا۔ یہاں تک کہ امریکن فوجیں ہندوستان میں آ گئیں چنانچہ اَب کراچی اور بمبئی میں جگہ جگہ امریکن سپاہی دیکھے جا سکتے ہیں۔

بیلجیئم کے بادشاہ کے معزول ہونے کی خبر

(۱۴) پھر ۲۶ مئی ۱۹۴۰ء کو ہزاروں لوگوں کے مجمع میں مَیں نے اپنے ایک کشف کا ذکر کیا تھا جو تین دن کے اندر اندر پورا ہوگیا۔ میں ۲۵ رمئی کو کراچی کے سفر سے واپس آ رہا تھا کہ میں نے کشفی حالت میں دیکھا ایک میدان ہے جس میں اندھیرا سا ہے اور اُس میں ایک شخص سیاہی مائل سبز سی وردی پہنے کھڑا ہے جس کے متعلق مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی بادشاہ ہے۔ پھر الہام ہوا ''ایب ڈی کیٹڈ'' (ABDICATED) میں نے اپنے اِس کشف کا ذکر ۲۶ رمئی کو ایک بہت بڑے مجمع میں کر دیا تھا جبکہ لوگ حکومت برطانیہ کی کامیابی کے متعلق دعا کرنے کے لئے جمع تھے اور میں نے اِس کی تعبیر یہ کی تھی کہ کوئی بادشاہ اِس جنگ میں معزول کیا جائے گا یا کسی معزول شدہ بادشاہ کے ذریعہ کوئی تغیر واقعہ ہوگا۔ چنانچہ اِس الہام پر ابھی تین دن ہی گزرے تھے کہ خدا تعالیٰ نے بیلجیئم کے بادشاہ لیوپولڈ کو ناگہانی طور پر معزول کر دیا۔ ایب ڈی کیٹڈ کے لغت کے لحاظ سے یہ معنی کہ کوئی ایسا شخص جو اپنے اختیارات کو چھوڑ دے BY DENOUNCEMENT کسی اعلان کے ذریعہ سے OR DEFAULT یا عملاً اپنے فرائض منصبی کو ادا نہ کر سکنے کی وجہ سے۔ گویا یا تو وہ خود کہہ رہے ہیں کہ مَیں بادشاہت سے الگ ہوتا ہوں یا ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ وہ بادشاہت کے فرائض کو ادا نہ کر سکے۔ بعینہٖ یہی الفاظ بیلجیئم گورنمنٹ نے استعمال کئے اور اُس نے کہا کہ ہمارا بادشاہ جرمن قوم

کے ہاتھ میں ہے اور اَب وہ اپنے فرائض کو ادا نہیں کرسکتا۔ پس اَب بیلجیئم کی قانونی گورنمنٹ ہم ہیں نہ کہ لیوپولڈ۔ اِس لئے بیلجیئم کے لوگوں کو لیوپولڈ کی بات نہیں ماننی چاہئے بلکہ ہماری بات ماننی چاہئے۔ تم غور کرو یہ کتنا عظیم الشان نشان ہے جو خدا تعالیٰ نے دکھایا۔ تین دن پہلے جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ خبر دی اور منگل کی رات کو بغیر اِس کے کہ کسی اور کو علم ہو بیلجیئم کے بادشاہ نے اپنے آپ کو جرمنوں کے سپرد کر دیا اور وہ معزول ہوگیا۔ یہ وہ خبر تھی جو ہزاروں آدمیوں کی مجلس میں مَیں نے قبل از وقت سُنا دی تھی۔

لیبیا کے محاذ پر انگریزی فوجیوں کی کامیابی کی خبر (۱۵) پھر ستمبر ۱۹۴۰ء کی بات ہے۔ مَیں چند دنوں کے لئے شملہ گیا اور وہاں چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کے مکان پر ٹھہرا۔ غالباً ۲۰ دسمبر کے دو چار دن بعد کی کوئی تاریخ تھی کہ میں نے رات کو رؤیا میں دیکھا کہ میں مصر میں ہوں اور لیبیا کے محاذ پر دشمن کی فوجوں اور انگریزی فوجوں کے درمیان جنگ ہو رہی ہے۔ اُس وقت لڑائی کا میدان مجھے اِس شکل میں دکھایا گیا کہ گویا انگریزی علاقہ ایک ہال کی طرح ہے۔ اُس ہال میں ایک طرف سے سیڑھیاں اُترتی ہیں۔ چوڑی چوڑی سیڑھیاں کچھ دُور تک سیدھی جا کر پھر ایک طرف کو مُڑ جاتی ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُس ہال میں آنے کا راستہ ہے۔ میں نے دیکھا کہ انگریزی فوج دشمن کے دباؤ کو برداشت نہ کرتے ہوئے پیچھے ہٹتی ہے۔ وہ بڑی بہادری سے لڑتی ہے مگر دشمن کا زور اتنا زیادہ ہے کہ وہ اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتی رائفلیں دونوں فریق کے ہاتھ میں ہیں اور دونوں ایک دوسرے پر BAYONET CHARGE کرتی ہیں۔ میں نے دیکھا کہ پہلے تو انگریزی فوجیں سیڑھیوں کے دوسرے سِرے پر دشمن سے لڑ رہی ہیں مگر آہستہ آہستہ سیڑھیوں پر سے اُترنا شروع ہوگئیں۔ دشمن اُس کے پیچھے پیچھے آتا جاتا ہے یہاں تک کہ سیڑھیاں ختم ہوگئیں اور انگریزی فوجیں ہال میں اُتر آئیں دشمن کی فوج بھی اُن کے پیچھے اُترنا شروع ہوگئی۔ اِس نظارہ کو دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ انگریزی فوج کمزور حالت میں ہے اور میں اپنے دل میں جوش محسوس کرتا ہوں کہ اُن کی مدد کروں۔ اِس خیال کے آنے پر میں

تیزی سے گھر کی طرف آتا ہوں اور گھر پہنچ کر میاں بشیر احمد صاحب کی تلاش کرتا ہوں وہ مجھے ملے تو میں نے اُن سے کہا ہم فوج میں تو داخل نہیں ہو سکتے مگر ہمارے پاس رائفلیں اور بندوقیں ہیں وہی لے کر ہم اپنے طور پر دشمن پر حملہ کر دیں یہ کہہ کر میں اُن کو ساتھ لے کر گیا ہوں۔ خواب کا نظارہ بھی عجیب ہوتا ہے۔ اُس وقت گو لڑائی ہال میں ہو رہی ہے مگر ہم باہر کھڑے ہو کر اندر کا تمام نظارہ دیکھ رہے ہیں اور ہال کی دیواریں اِس نظارہ میں روک نہیں بنتیں۔ وہاں ایک جھاڑی دیکھ کر مَیں لیٹ گیا یا دوزانو ہو گیا اور میں نے کچھ فائر کئے۔ یہ یاد نہیں کہ میاں بشیر احمد صاحب نے بھی کوئی فائر کیا ہے یا نہیں۔ بہرحال میں نے دیکھا کہ اِن فائروں کے بعد انگریزی فوج اٹلی والوں کو دبانے لگی اور اُنہوں نے پھر اُنہی سیڑھیوں پر واپس چڑھنا شروع کر دیا جن پر سے وہ اُتری تھی۔ دشمن کی فوج پیچھے ہٹتے ہوئے نہایت سختی سے مقابلہ کرتی ہے مگر پھر بھی انگریزی فوج اُسے دباتے ہوئے سیڑھیوں تک لے گئی اور پھر اُسے ہٹاتی ہوئی دوسرے سِرے تک چڑھ گئی۔ جب میں نے یہ نظارہ دیکھا تو اُس وقت مجھے آواز آئی کہ ایسا دو تین بار ہو چکا ہے۔ گویا دو تین دفعہ دشمن اِسی طرح انگریزی فوج کو دبا کر لے آیا ہے اور پھر انگریزی فوج اُسے دباتی ہوئی اپنے علاقہ سے باہر لے گئی ہے۔

یہ وہ وقت تھا جب لیبیا میں انگریزی فوج نے کوئی پیش قدمی نہیں کی تھی۔ اٹلی کی فوجیں مصر میں تھوڑا سا آگے بڑھ آئی تھیں اور دونوں میں لڑائی ہو رہی تھی۔ دوسرے دن میں نے یہ رؤیا چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کو سُنایا۔ وہ اُس وقت وائسرائے کی کونسل کے اجلاس میں شامل ہونے کے لئے جا رہے تھے۔ جب واپس آئے تو اُنہوں نے کہا کہ میں نے آپ کے اِس رؤیا کا علاوہ اور لوگوں کے ہز ایکسی لنسی وائسرائے کے پرائیوٹ سیکرٹری سر لیتھویٹ سے بھی ذکر کیا تھا اور اُنہوں نے اِس کو سُن کر بہت تعجب کیا۔ اگلے دن اُنہوں نے چوہدری صاحب کے ہاں چائے پر آنا تھا۔ چوہدری صاحب نے کہا کہ انہوں نے خواہش کی تھی کہ میں یہ رؤیا خود اُن کی زبان سے بھی سُننا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اُن کی خواہش پر مَیں نے اُن سے یہ مکمل رؤیا بیان کر دیا اور جیسا کہ دوستوں کو معلوم ہے اِس جنگ میں ایسا ہی دو تین بار ہوا۔ پہلے ۱۹۴۰ء کے شروع میں اطالوی فوجیں آگے بڑھیں اور اُنہوں نے انگریزی فوجوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ لیکن ۱۹۴۰ء کے

آخر میں پھر انگریزی فوجیں آگے بڑھیں اور اطالوی فوجیں شکست کھا کر پیچھے ہٹ گئیں۔ ۱۹۴۱ء میں دشمن پھر آگے بڑھا اور انگریزی فوجوں کو دھکیلتا ہوا مصر کی سرحد پر لے آیا اور ۱۹۴۱ء کے آخر میں انگریز پھر بڑھے اور دشمن کی فوجوں کو شکست دیتے ہوئے کئی سَو میل تک لے گئے۔ جون ۱۹۴۲ء میں پھر دشمن کی فوجیں انگریزی فوجوں کو دھکیل کر مصر کی سرحد پر لے آئیں اور ایسا شدید حملہ کیا کہ العالمین [29] کے مقام پر انگریزوں کی حالت ایسی نازک ہوگئی کہ اُن کا بچنا مشکل نظر آتا تھا۔ مسٹر چرچل خود اِس محاذ پر پہنچے اور انگریز مدبرین کو سخت فکر لاحق ہوگیا۔ مگر اُس وقت جب انگریز یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم اَب شکست کھا جائیں گے، العالمین کی جنگ سے چند دن پہلے میں نے اپنے خطبہ میں اعلان کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اِس قسم کا رؤیا دکھایا ہوا ہے اِس کے مطابق میں سمجھتا ہوں کہ آخری حملہ میں انگریزوں کو ہی کامیابی ہوگی۔ چنانچہ چند دن کے اندر اندر العالمین کے مقام پر دشمن کو اللہ تعالیٰ نے ایسے رنگ میں شکست دی کہ خود انگریز حیران رہ گئے کہ حالات میں یکدم یہ کیسا غیر متوقع تغیر پیدا ہوگیا ہے۔ العالمین کے مقام پر انگریزوں کی حالت اتنی خراب ہوچکی تھی کہ اِس بات کا شدید خطرہ محسوس کیا جارہا تھا کہ انگریز اِس مقابلہ میں رہ جائیں گے۔ یہاں تک کہ ایک دن دشمن فوجوں نے انگریزی صفیں توڑ ڈالیں اور وہ اپنے ٹینک اور فوجی آگے لے آئے۔ قریب تھا کہ انگریز بالکل شکست کھا جاتے کہ انگریزی فوج کا ایک تازہ دم دستہ جو مدد کے لئے آیا تھا وہ آگے بڑھا اور اُس سے کچھ مُڈبھیڑ ہوئی۔ ابھی تھوڑی دیر ہی لڑائی ہوئی تھی کہ یکدم مخالف فوج کے ٹینک پیچھے ہٹ گئے اور باقی سپاہیوں نے مقابلہ کرنا بند کر دیا۔ جب انگریزی فوج کے سپاہی اُن کے پاس پہنچے تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اُن کی زبانیں لٹکی ہوئی ہیں، حلق خشک ہیں اور ایسی بُری حالت میں ہیں کہ ایک منٹ کے مقابلہ کی بھی وہ اپنے اندر تاب نہیں رکھتے۔

واقعہ یہ بتایا جاتا ہے کہ جب دشمن کی فوج انگریزی صفوں کو توڑ کر آگے بڑھی تو اُس نے ایک پمپ پر قبضہ کرلیا۔ لیکن چونکہ خدا نے اُس کو شکست دینی تھی اِس لئے ایسا اتفاق ہوا کہ انگریز افسروں نے پمپ کا تجربہ کرنے کیلئے اُس میں سمندر کا نمکین پانی چھوڑا ہوا تھا کیونکہ میٹھا پانی قیمتی ہوتا ہے اور اُسے تجربوں پر ضائع نہیں کیا جا سکتا۔ دشمن فوج کو اِس کا علم نہیں تھا جب

اس کے سپاہی وہاں پہنچے تو گرمی کی وجہ سے اُنہیں شدید پیاس لگی ہوئی تھی۔ اُنہوں نے یہ پانی پینا شروع کر دیا اور چونکہ سمندر کا پانی شدید نمکین ہوتا ہے اِس لئے بجائے پیاس بجھنے کے اُن کی زبانیں باہر نکل آئیں اور اُن کی مقابلہ کی سکت بالکل جاتی رہی۔ اِس طرح یہ لڑائی ایک خدائی فعل کی وجہ سے دشمن کی شکست اور انگریزی فوجوں کی فتح کی صورت میں بدل گئی ورنہ انگریزوں کی کامیابی کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ گویا وہی نظارہ جو خدا نے مجھے دکھایا تھا کہ میرے فائروں کی وجہ سے جرمن فوجوں کو شکست ہوئی، اِس رنگ میں پورا ہو گیا کہ میری دعا کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ باوجود اِس کے کہ جرمن فوجیں آگے بڑھ رہی تھیں وہ اِس بات پر مجبور ہو گئیں کہ انگریزی فوجوں کے مقابلہ میں اپنی شکست کو تسلیم کر لیں۔

مثالیں تو اور بھی بہت سی ہیں مگر یہ چند واقعات جو بطور نمونہ پیش کئے گئے ہیں، یہ بھی اِس بات کو ثابت کرنے کیلئے بہت کافی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو یہ خبر دی گئی تھی کہ میں تجھے ایک ایسا لڑکا دوں گا جو علاوہ اور کمالات رکھنے کے علومِ باطنی سے بھی پُر کیا جائے گا، وہ بڑی شان اور عظمت کے ساتھ پوری ہو چکی ہے۔

مصلح موعود کی زمین کے کناروں تک شہرت اور اسلام کی اکنافِ عالم میں اشاعت

۳۔ تیسری پیشگوئی یہ کی گئی تھی کہ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور اسلام کی تبلیغ اُس کے ذریعہ سے مختلف ملکوں میں ہوگی۔ یہ پیشگوئی بھی ایسے رنگ میں پوری ہوئی ہے کہ دشمن سے دشمن بھی اِس کا انکار نہیں کر سکتا۔

جب خلافت کے مقام پر خدا تعالیٰ نے مجھے کھڑا کیا اُس وقت جماعت کی حالت یہ تھی کہ خزانہ میں صرف چند آنے تھے اور اٹھارہ ہزار روپیہ قرض تھا۔ مالی حالت ایسی کمزور تھی کہ وہ اشتہارات جو ہم غیر مبائعین کے جواب میں شائع کرنا چاہتے تھے، اُن کے لئے بھی ہمارے

پاس کوئی روپیہ نہیں تھا۔ اشتہارات تو ہم لکھ سکتے تھے مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اُن اشتہارات کے شائع ہونے کی کیا صورت ہوگی۔ ابتداء ہونے کی وجہ سے چندہ کی تحریک بھی نہیں کی جا سکتی تھی کیونکہ ڈر تھا کہ لوگ گھبرا نہ جائیں۔ اِسی فکر میں مَیں تھا کہ ہمارے نانا جان میر ناصر نواب صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے شاید تمہیں اشتہارات کے متعلق یہ خیال ہوگا کہ اُن کی اشاعت کیلئے روپیہ کہاں سے آئے گا۔ میرے پاس اِس وقت دارالضعفاء کا چندہ ہے یہ لے لو جب روپیہ آئے تو واپس کر دینا۔ چنانچہ اُنہوں نے پانچ سَو روپیہ کی تھیلی میرے سامنے رکھ دی۔ اِس طرح جو چندہ ملا اُس سے وہ پہلا اشتہار شائع کیا گیا جس کا عنوان ہے۔

''کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے''

پھر ایسی حالت میں جب کہ جماعت کے بڑے بڑے لیڈر مخالف تھے اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ یہ اعلان کرایا کہ لَیُمَزِّقَنَّھُمْ اللہ تعالیٰ اُن کو ٹکڑے کر دے گا۔ غرض ایک طرف تو یہ اعلان شائع ہوا کہ ''کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے'' اور دوسری طرف یہ اعلان کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور اُن کی جمعیت کو پراگندہ کر دے گا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایسے سامان پیدا فرما دیئے کہ نہ صرف اُس نے ہمیں اپنی حالت کو سنبھالنے کی توفیق عطا فرمائی بلکہ باہر کی جماعتوں کو مضبوط کرنے کی بھی اُس نے طاقت دی۔ اُس وقت غیر مبائعین اپنے متعلق عَلَی الْاِعْلَان کہا کرتے تھے کہ ہمارے ساتھ جماعت کا پچانوے فیصدی حصہ ہے اور ان کے ساتھ صرف پانچ فیصدی ہے۔ مگر اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں قوت عطا فرمانی شروع کر دی اور ایسے علماء اُس نے اپنے فضل سے مجھے عطا فرمائے جو میرے حکم پر غیر ممالک میں نکل گئے اور اُنہوں نے وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پہنچایا۔ اِس سے پہلے صرف افغانستان ہی ایک ایسا مُلک تھا جہاں کسی اہمیت کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پہنچا تھا، باقاعدہ جماعت اور کسی ملک میں قائم نہیں تھی۔ حضرت خلیفہ اوّل کے زمانہ میں خواجہ کمال الدین صاحب بے شک انگلستان گئے مگر وہاں اُنہوں نے احمدیت کا ذکر سمِ قاتل قرار دے دیا اِس لئے اُن کے ذریعہ انگلستان میں جو مشن قائم ہوا وہ احمدیت کی تبلیغ اور اُس کی اشاعت کا موجب نہیں ہوا۔ اگر نام پھیلا تو خواجہ صاحب

کا نہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا۔ بہرحال بیرونی ممالک میں سے سِوائے افغانستان کے اور کوئی مُلک ایسا نہیں تھا جہاں میری خلافت سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پہنچا ہو۔ مگر جب میرا زمانہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے (۱) سیلون (۲) ماریشس (۳) سماٹرا (۴) جاوا (۵) سٹریٹس سیٹلمینٹس[۴۱] (۶) چین (۷) جاپان (۸) بخارا (۹) روس (۱۰) ایران (۱۱) عراق (۱۲) شام (۱۳) فلسطین (۱۴) مصر (۱۵) سوڈان (۱۶) ابی سینیا (۱۷) مراکو (۱۸) سیرالیون (۱۹) نائیجیریا (۲۰) گولڈکوسٹ (۲۱) ٹال[۴۲] (۲۲) انگلستان (۲۳) جرمنی (۲۴) سپین (۲۵) فرانس (۲۶) اٹلی (۲۷) ہنگری (۲۸) یونان (۲۹) البانیا (۳۰) پولینڈ (۳۱) زیکوسلواکیہ (۳۲) یوگوسلاویا (۳۳) یونائیٹڈسٹیٹس امریکہ (۳۴) ارجنٹائن اور اِسی طرح اَور کئی علاقوں میں تبلیغِ اسلام اور احمدیت پھیلائی اور ہزاروں مسیحی میرے ذریعہ سے اسلام میں داخل ہوئے۔ **فَالْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ**۔

اِس طرح میرے ذریعہ اسلام اور احمدیت کی جو تبلیغ ہوئی ہے وہ ساری دنیا پر حاوی ہوجاتی ہے۔ اِن میں سے کئی مقامات ایسے ہیں جہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑی بڑی جماعتیں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ انگلستان میں ہماری بڑی جماعت ہے اِسی طرح اٹلی میں بھی جماعت کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ ہنگری میں بھی جماعت کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ عراق میں بھی جماعت کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ فلسطین میں بھی نہایت اعلیٰ درجہ کا اخلاص رکھنے والی جماعت پائی جاتی ہے۔ وہ لوگ اپنا رسالہ نکالتے اور عربی ممالک میں تبلیغِ احمدیت کا کام بڑے جوش اور اخلاص کے ساتھ سرانجام دیتے ہیں۔ اِسی طرح مصر میں بھی ہماری جماعت پائی جاتی ہے اور اب تو سوڈان اور ابی سینیا میں بھی ایک ایک دو دو احمدی خدا تعالیٰ کے فضل سے پیدا ہو گئے ہیں۔ ویسٹ افریقہ میں تو ہماری اتنی بڑی جماعت قائم ہے کہ اِس کی تعداد ۷۵ ہزار کے قریب پہنچ گئی ہے۔ غرض دنیا کے چاروں کونوں میں احمدیت میرے زمانہ میں اور میرے ذریعہ سے پھیلی اور ہزارہا لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام سے آشنا نہ تھے، جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے آشنا نہ تھے، جو اسلام کے دشمن، عیسائی مذہب کے پیرو یا

بُت پرست تھے اللہ تعالیٰ نے اُن کو میرے ذریعہ سے اسلام میں داخل کیا اور اِس طرح مجھے اُس پیشگوئی کو پورا کرنے والا بنایا جو مصلح موعود کے متعلق کی گئی تھی کہ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اُس سے برکت پائیں گی۔ وہ مبلّغ جو میرے زمانۂ خلافت میں بیرونی ممالک میں بھیجے گئے اُن میں سے بعض اِس وقت یہاں موجود ہیں۔ میں اِن سب مبلّغین سے کہتا ہوں کہ وہ یہاں سٹیج پر آ جائیں اور مختصر طور پر اپنے تبلیغی کوائف کا ذکر کریں۔

مبلّغین سلسلہ کی تقاریر

حضور کے اس ارشاد پر مندرجہ ذیل مبلّغین نے جو جلسہ سالانہ کے موقع پر موجود تھے۔ سٹیج پر کھڑے ہو کر بتایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشاد کے ماتحت وہ غیر ممالک میں گئے اور انہوں نے اسلام اور احمدیت کا نام بلند کیا۔

۱۔ جناب ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے	جرمنی
۲۔ مولوی ظہور حسین صاحب مولوی فاضل	روس
۳۔ جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے ناظر اعلیٰ	انگلستان
۴۔ عبدالاحد خان صاحب افغان	کابل
۵۔ حافظ صوفی غلام محمد صاحب بی۔اے	ماریشس
۶۔ جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب	شام
۷۔ خاں صاحب مولوی فرزند علی خان صاحب	انگلستان
۸۔ جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔اے	انگلستان
۹۔ جناب مولوی ابوالعطاء صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ	فلسطین
۱۰۔ مولوی محمد یار صاحب عارفؔ مولوی فاضل	انگلستان
۱۱۔ مسٹر محمد مدثر صاحب ایم۔اے (جو مغربی افریقہ کے باشندہ ہیں)	نائیجیریا

(انہوں نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُس پیشگوئی کو پورا کرنے والا ہوں جس میں آپ کو بتایا گیا تھا کہ دنیا کے کناروں سے لوگ تیرے پاس آئیں گے۔ چنانچہ میں مغربی افریقہ سے یہاں آیا ہوں اور مجھے خوشی ہے کہ خدا تعالیٰ نے آج مجھے

اِس دوسری پیشگوئی کے سننے کا بھی موقع عطاء فرما دیا جو مصلح موعود کے متعلق تھی)

۱۲۔مولوی محمد سلیم صاحب مولوی فاضل	مِصر
۱۳۔جناب ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب (سابق مہر سنگھ) سیلون۔انڈیمان جزائرنکو باراور برما	
۱۴۔(پروفیسر) محمد ابراہیم صاحب ناصؔر	ہنگری
۱۵۔جناب اے۔پی ابراہیم صاحب مالاباری	سیلون
۱۶۔بابو فقیر علی صاحب	ایران
۱۷۔مولوی عبداللہ صاحب مالاباری	مالابار
۱۸۔شیخ عبدالواحد صاحب واقفِ زندگی	چین
۱۹۔جناب مولوی محمد دین صاحب	امریکہ
۲۰۔جناب صوفی عبدالقدیر صاحب نیاز بی۔اے	جاپان
۲۱۔مولوی احمد خان صاحب نسیم مولوی فاضل	برما
۲۲۔محمد زُہدی صاحب	سٹریٹس سیٹلمنٹ

ان تقاریر کے بعد حضور نے فرمایا۔

بعض ممالک کے مبلّغ چونکہ اِس وقت جنگ کی وجہ سے قید ہیں اور بعض قادیان میں موجود نہیں اِس لئے اُن کا ذکر اِس وقت نہیں کیا گیا۔ بہر حال تیس کے قریب مختلف ممالک ہیں جن میں اسلام احمدیت اور قرآن کریم کی تعلیم کی اشاعت کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے مبلّغ بھجوانے کی توفیق عطا فرمائی۔ باوجود اِس کے کہ ہماری جماعت بہت قلیل ہے اور باوجود اِس کے کہ ہماری جماعت مالی لحاظ سے بے طاقت ہے اُس نے نہ صرف ہندوستان میں اپنے دشمنوں کا مقابلہ کیا بلکہ دنیا کے کناروں تک اسلام اور احمدیت کا نام پہنچا دیا۔ ارجنٹائن (جنوبی امریکہ) میں مولوی رمضان علی صاحب ہماری جماعت کی طرف سے تبلیغ کا کام کر رہے ہیں۔ البانیہ، یوگوسلاویہ اور زیکوسلوا کیہ میں مولوی محمد دین صاحب تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ پولینڈ میں حاجی احمد خاں صاحب ایاز نے کام کیا۔ لندن میں اِس وقت مولوی جلال الدین صاحب شمس کام کر رہے ہیں۔ امریکہ میں صوفی مطیع الرحمٰن صاحب کام کر رہے ہیں۔ ملک محمد شریف

صاحب اٹلی میں کام کرتے رہے ہیں اور چوہدری محمد شریف صاحب مصر، فلسطین اور شام میں تبلیغی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور مشرقی افریقہ میں شیخ مبارک احمد صاحب اور سماٹرا جاوا اور ملایا میں مولوی رحمت علی صاحب، مولوی محمد صادق صاحب، مولوی غلام حسین صاحب ایاز، ملک عزیز احمد صاحب اور سیّد شاہ محمد صاحب کام کر رہے ہیں۔ اِسی طرح مغربی افریقہ یعنی سیرالیون، گولڈ کوسٹ اور نائیجیریا میں ہمارے بہت سے مبلّغ کام کر رہے ہیں جن میں مولوی نذیر احمد صاحب ابن بابو فقیر علی صاحب، مولوی نذیر احمد صاحب مبشر، حکیم فضل الرحمٰن صاحب اور مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری خاص طور پر ذکر کے قابل ہیں۔ اِس وقت ویسٹ افریقہ کے ایک نمائندہ دوستوں کے سامنے پیش ہو چکے ہیں۔ اور اُنہوں نے اپنی زبان سے بتایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اِس پیشگوئی کو کس طرح پورا کیا۔

غرض جماعت کی قلت اور اِس کی غربت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کو پورا کیا اور اس نے میرے ذریعہ سے دنیا کے کناروں تک اسلام اور احمدیت کا نام روشن کیا۔

اسیروں کی رستگاری

۴۔ ایک پیشگوئی یہ کی گئی تھی کہ وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اِس پیشگوئی کو بھی میرے ذریعہ سے پورا کیا۔ اوّل تو اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے اُن قوموں کو ہدایت دی جن کی طرف مسلمانوں کو کوئی توجہ ہی نہیں تھی اور وہ نہایت ذلیل اور پست حالت میں تھیں۔ وہ اسیروں کی سی زندگی بسر کرتی تھیں۔ نہ اُن میں تعلیم پائی جاتی تھی، نہ اُن کا تمدّن اعلیٰ درجے کا تھا، نہ اُن کی تربیت کا کوئی سامان تھا جیسے افریقن علاقے ہیں کہ اُن کو دُنیا نے الگ پھینکا ہوا تھا اور وہ صرف بیگار اور خدمت کے کام آتے تھے۔ ابھی مغربی افریقہ کے ایک نمائندہ آپ لوگوں کے سامنے پیش ہو چکے ہیں اِس ملک کے بعض لوگ تو تعلیم یافتہ ہیں لیکن اندرونِ ملک میں کثرت سے ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو کپڑے تک نہیں پہنتے تھے اور ننگے پھرا کرتے تھے ایسے وحشی لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے ذریعہ ہزار ہا لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ وہاں کثرت سے عیسائیت کی تعلیم پھیل رہی تھی اور اب بھی بعض علاقوں میں عیسائیوں کا غلبہ ہے لیکن میری ہدایت کے ماتحت اِن علاقوں میں ہمارے مبلّغ گئے اور اِنہوں نے ہزاروں

لوگ مشرکوں میں سے مسلمان کئے اور ہزاروں لوگ عیسائیت میں سے کھینچ کر اسلام کی طرف لے آئے۔ اِس کا عیسائیوں پر اس قدر اثر ہے کہ انگلستان میں پادریوں کی ایک بہت بڑی انجمن ہے جو شاہی اختیارات رکھتی ہے اور گورنمنٹ کی طرف سے عیسائیت کی تبلیغ اور اس کی نگرانی کے لئے مقرر ہے۔ اُس نے ایک کمیشن اِس غرض کے لئے مقرر کیا تھا کہ وہ اِس امر کے متعلق رپورٹ کرے کہ مغربی افریقہ میں عیسائیت کی ترقی کیوں رُک گئی ہے۔ اُس کمیشن نے اپنی انجمن کے سامنے جو رپورٹ پیش کی اُس میں درجن سے زیادہ جگہ احمدیت کا ذکر آتا ہے اور لکھا ہے کہ اِس جماعت نے عیسائیت کی ترقی کو روک دیا ہے۔ غرض مغربی افریقہ اور امریکہ دونوں مُلکوں میں حبشی قومیں کثرت سے اسلام لا رہی ہیں۔ اِس طرح اللہ تعالیٰ نے اِن قوموں میں تبلیغ کا موقع عطا فرما کر مجھے اِن اسیروں کا رستگار بنایا اور اِن کی زندگی کا معیار بلند کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

آزادیٔ کشمیر کے لئے جدوجہد

پھر اسیروں کی رستگاری کے لحاظ سے کشمیر کا واقعہ بھی اِس پیشگوئی کی صداقت کا ایک زبردست ثبوت ہے اور ہر شخص جو اِن واقعات پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرے، یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے ہی کشمیریوں کی رستگاری کے سامان پیدا کئے اور ان کے دشمنوں کو شکست دی۔ کشمیر کی قوم اِس طرح غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی کہ گورنمنٹ کا یہ فیصلہ تھا کہ زمین اُن کی نہیں بلکہ راجہ صاحب کی ہے گویا سارا مُلک ایک مزارع کی حیثیت رکھتا تھا اور راجہ صاحب کا اختیار تھا کہ جب جی چاہا اُن کو نکال دیا۔ اُنہیں نہ درخت کاٹنے کی اجازت تھی اور نہ زمین سے کسی اور رنگ میں فائدہ حاصل کرنے کی۔ بے گار کا یہ حال تھا کہ ۱۹۰۹ء میں مَیں کشمیر گیا تو ایک مقام سے چلتے وقت میں نے تحصیلدار سے کہا کہ ہمارے لئے کسی مزدور کا انتظام کر دیا جائے۔ اُس نے رستہ میں سے ایک شخص کو پکڑ کر ہمارے پاس بھیج دیا کہ اِس کے سر پر اَسباب رکھوا دیں ہم نے اُسے سامان دے دیا مگر ہم نے دیکھا کہ وہ راستہ میں بار بار ہائے ہائے کرتا تھا۔ آخر ایک جگہ پہنچ کر اُس نے تھک کر ٹرنک نیچے رکھ دیا۔ میں نے اُس کی یہ حالت دیکھی تو مجھے بڑا تعجب ہوا اور میں نے اُس سے کہا کہ کشمیری تو بہت بوجھ اُٹھانے

والے ہوتے ہیں تم سے یہ معمولی ٹرنک بھی نہیں اُٹھایا جاتا۔ وہ کہنے لگا مَیں مزدور نہیں ہوں میں تو زمیندار ہوں اپنے گاؤں کا معزز شخص ہوں اور دولہا ہوں جو برات میں جارہا تھا کہ مجھے راستہ میں تحصیلدار نے پکڑ لیا اور اَسباب اُٹھانے کے لئے آپ کے پاس بھیج دیا۔ میں نے اُسی وقت اُسے چھوڑ دیا کہ تم جاؤ ہم کوئی اور انتظام کرلیں گے۔ اِس سے تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ وہ کس قدر ادنیٰ اور گری ہوئی حالت میں تھے۔ میں نے خود کشمیر میں اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ سَو دوسَو کے قریب مسلمان جمع ہیں اور ایک ہندو اُن کو ڈانٹ رہا ہے اور وہ بھی کوئی افسر نہیں تھا بلکہ معمولی تاجر تھا اور وہ سارے کے سارے مُسلمان اُس کے خوف سے کانپ رہے تھے۔

تحریک کشمیر کے واقعات

جب تحریک کشمیر کا آغاز ہوا اُس وقت شملہ میں ایک میٹنگ ہوئی جس میں مَیں بھی شامل ہوا۔ سر اقبال اُس وقت زندہ تھے وہ بھی شریک ہوئے سر میاں فضل حسین صاحب بھی موجود تھے۔ ان سب نے مجھ سے کہا کہ اِس بارہ میں آپ وائسرائے سے ملیں اور اس سے گفتگو کر کے معلوم کریں کہ وہ کس حد تک کشمیر کے معاملات میں دخل دے سکتا ہے جس حد تک وہ دخل دے سکتا ہو اُس حد تک ہمیں یہ سوال اُٹھانا چاہیئے۔ چونکہ گورنمنٹ کی پالیسی یہ ہوتی ہے کہ ریاستی معاملات میں زیادہ دخل نہ دیا جائے اِس لئے وائسرائے سے پہلے مِل لینا ضروری ہے تا کہ ہمیں معلوم ہو سکے کہ وہ کس حد تک اِن معاملات میں دخل دے سکتے ہیں۔ میں نے اُن سے کہا کہ میں اِس مجلس میں اِس شرط پر شریک ہو سکتا ہوں کہ وائسرائے سے نہیں بلکہ ہم کشمیریوں سے پوچھیں گے کہ تمہارے کیا مطالبات ہیں اور پھر ہم کوشش کریں گے کہ گورنمنٹ اُن مطالبات کو منظور کرے۔ یہ طریق درست نہیں کہ وائسرائے سے پوچھا جائے کہ وہ کس حد تک دخل دے سکتا ہے بلکہ ہم سب سے پہلے کشمیر کے لوگوں سے پوچھیں گے کہ وہ کیا چاہتے ہیں اور پھر اُن کے مطالبات کو پورے زور کے ساتھ گورنمنٹ کے سامنے رکھیں گے۔ سر اقبال کہنے لگے پھر آپ ہی اِس کمیٹی کے پریذیڈنٹ بن جائیں ہمیں آپ کی صدارت پر اتفاق ہے۔ میں نے کہا میں پریذیڈنٹ بنا تو لوگ شور مچادیں گے کہ ایک کافر کو پریذیڈنٹ بنالیا گیا ہے کسی اور کو بنالیجئے۔ وہ کہنے لگے میں تو

تیار ہوں کہ آپ کو پریذیڈنٹ تسلیم کروں دوسرے لوگوں نے بھی اِس پر زور دیا اور آخر مَیں پریذیڈنٹ بن گیا کیونکہ خدا چاہتا تھا کہ میرے ذریعہ سے اسیروں کی رستگاری ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی پوری ہو۔ جب میں صدر بنا تو اِس کے بعد لارڈ ولنگڈن سے مَیں اِس غرض سے مِلا۔ پہلے تو وہ بڑی محبت سے باتیں کرتے رہے جب میں نے کشمیر کا نام لیا تو وہ اپنے کوچ سے کچھ آگے کی طرف ہو کر کہنے لگے کہ کیا آپ کو بھی کشمیر کے معاملات میں انٹرسٹ ہے آپ تو مذہبی آدمی ہیں مذہبی آدمی کا ان باتوں سے کیا تعلق ہوسکتا ہے؟ میں نے کہا مَیں بے شک مذہبی آدمی ہوں اور مجھے مذہبی امور میں ہی دخل دینا چاہئے مگر کشمیر میں تو لوگوں کو ابتدائی انسانی حقوق بھی حاصل نہیں اور یہ وہ کام ہے جو ہر مذہبی شخص کرسکتا ہے بلکہ اُسے کرنا چاہئے اس لئے مذہبی ہونے کے لحاظ سے بھی اور انسان ہونے کے لحاظ سے بھی میرا فرض ہے کہ میں انہیں وہ ابتدائی انسانی حقوق دلواؤں جو ریاست نے چھین رکھے ہیں۔ آپ اِس بارہ میں کشمیر کے معاملات میں دخل دیں تا کہ کشمیریوں پر جو ظلم ہو رہے ہیں اُن کا انسداد ہو۔ وہ کہنے لگے آپ جانتے ہیں کہ ریاستوں کے معاملات میں ہم دخل نہیں دیتے۔ میں نے کہا میں یہ جانتا تو ہوں مگر کبھی کبھی آپ دخل دے بھی دیتے ہیں۔ چنانچہ میں نے کہا کیا حیدرآباد میں آپ نے انگریز وزیر بھجوائے ہیں یا نہیں؟ کہنے لگے تو کیا آپ کو پتہ نہیں نظام حیدرآباد کیسا بُرا مناتا ہے؟ میں نے کہا یہی بات تو مَیں کہتا ہوں کہ آخر وجہ کیا ہے کہ نظام حیدرآباد بُرا منائیں تو آپ اُن کی کوئی پرواہ نہ کریں اور مہاراجہ صاحب کشمیر بُرا منائیں تو آپ اُن کے معاملات میں دخل دینے سے رُک جائیں۔ یہ ہندو مسلم میں سوتیلے بیٹوں والا فرق آپ کیوں کرتے ہیں؟ آخر یا تو وہ یہ کہہ رہے تھے کہ گورنمنٹ ریاستی معاملات میں دخل نہیں دے سکتی اور یا کہنے لگے کہ جب مجھے وائسرائے مقرر کیا گیا تھا تو وزیر ہند نے مجھ سے کہا کہ ہندوستان کی سیاسی حالت سخت خراب ہے کیا تم اِس کو سنبھال لو گے؟ میں نے کہا کہ میں سنبھال تو لوں گا مگر شرط یہ ہے کہ مجھے چھ مہینہ کی مہلت دی جائے اور مجھ پر اعتراض نہ کیا جائے کہ تم نے کوئی انتظام نہیں کیا۔ ہاں اگر چھ مہینے کے بعد بھی میں انتظام نہ کرسکا تو آپ بے شک مجھے الزام دیں۔ انہوں نے کہا بہت اچھا۔

چھ مہینے یا سال نہیں میں آپ کو ۱۸ مہینے کی مہلت دیتا ہوں آپ اِس عرصہ کے اندر یہ کام کر کے دکھا دیں۔ لارڈ ولنگڈن کہنے لگے وزیر ہند نے تو مجھے ۱۸ مہینے کی مہلت دی تھی اور آپ مجھے کچھ بھی مہلت نہیں دیتے بلکہ چاہتے ہیں کہ فوری طور پر میں یہ کام کر دوں۔ میں نے کہا اگر یہی بات ہے تو پھر جھگڑے کی کوئی بات ہی نہیں۔ انہوں نے تو ۱۸ مہینے کی آپ کو مہلت دی ہے میں آپ کو ۱۸ سال کی مہلت دینے کے لئے تیار ہوں بشرطیکہ آپ مجھے یقین دلائیں کہ کشمیر کے مسلمانوں کی حالت سُدھر جائے گی۔ انہوں نے کہا پانچ چھ ماہ تک مجھے حالات دیکھنے دیں میں وعدہ کرتا ہوں کہ اِس عرصہ میں مجھ سے جو کچھ ہو سکا میں کروں گا اور کشمیر کے مسلمانوں کو اُن کے حقوق دلانے کی پوری پوری کوشش کروں گا۔ چنانچہ اِس کے بعد بڑے بڑے واقعات ہوئے جن کو تفصیل کے ساتھ سُنایا نہیں جا سکتا۔ بہر حال میں نے کوشش جاری رکھی یہاں تک کہ آہستہ آہستہ خدا تعالیٰ نے ہمیں ایسی طاقت عطا فرما دی کہ کشمیر کی گورنمنٹ سخت گھبرا گئی اور اُس نے دو دفعہ مجھے پیغام بھیجا کہ آپ جموں آئیں اور مہاراجہ صاحب سے مِل کر فیصلہ کر لیں۔ آپس کی گفتگو کے بعد جن حقوق کے متعلق اتفاق ہوگا وہ کشمیر کے مسلمانوں کو دے دیئے جائیں گے۔ میں نے کہا میرے فیصلے کا کوئی سوال نہیں۔ کشمیر کے مسلمانوں کے حقوق کا فیصلہ ہونا ہے اور یہ فیصلہ کشمیر کے نمائندے ہی کر سکتے ہیں مَیں نہیں کر سکتا۔ مَیں یہ نہیں چاہتا کہ میں آؤں اور آپ سے باتیں کر کے کچھ فیصلہ کر لوں بلکہ مَیں یہ چاہتا ہوں کہ جن لوگوں کے حقوق کا سوال ہے اُن کے نمائندوں کو بات کرنے کا موقع دیا جائے۔ آخر وہی وائسرائے جنہوں نے کہا تھا کہ میں اِن معاملات میں دخل نہیں دے سکتا جب بار بار اُن کو واقعات بتائے گئے تو اُنہوں نے بھی تسلیم کیا کہ کشمیر میں بہت سی خرابیاں ہیں جن کو دُور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ چنانچہ گورنمنٹ آف اِنڈیا نے بھی کشمیر گورنمنٹ پر زور دینا شروع کر دیا۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سر ہری کشن کول جو وزیر اعظم تھے اِس بات پر مجبور ہوئے کہ میری طرف توجہ کریں اور آخر اُنہوں نے مجھے کہلا بھیجا کہ آپ اپنے آدمی بھجوا دیں جن سے بات کر کے وہ حقوق جو مسلمانوں کو دیئے جا سکتے ہوں اُن کو دے دیئے جائیں۔

لارڈ ولنگڈن کا ایک خط میں اِس وقت دو خطوط سُنا تا ہوں جن میں سے ایک لارڈ ولنگڈن کے پرائیویٹ سیکرٹری کا ہے۔ لوگ عام طور پر کہتے ہیں کہ کشمیریوں کو جو حقوق ملے ہیں وہ دوسروں کی کوشش کے نتیجہ میں ملے ہیں حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ چنانچہ اس کے ثبوت کے طور پر میں یہ خط پیش کرتا ہوں جو لارڈ ولنگڈن کے پرائیویٹ سیکرٹری الکیوٹڈ آئیلے کا لکھا ہوا ہے۔ اور ۱۳؍نومبر ۱۹۳۱ء کا ہے۔ وہ اپنے خط میں لکھتے ہیں۔

D. O. No. 10407 G.M

The Viceroy's House,
New Delhi,
13th. November 1931.

Your Holiness

His Excellency wishes me to thank you for your letter of the 7th November. He regrets very much to learn that you are dissatisfied with his previous reply and feel that the efforts made by you and your community in the interests of peace in Kashmir have received scanty appreciation or attention from the Government of India. His Excellancy is sure that this is due to some misunderstanding for it has certainly never been his intention to be liltle in any way the loyal assistance which your community is always ready to render to Government. You will recognise, however, that in the internal affairs of an Indian State it is practically impossible for Government to insist upon the State dealing with any outside committee however wellintentioned and representative and the negotiations must take place, if the Ruler so desires, direct with the Government of India.

His Excellency wishes me to assure you that he has throughout given the Kashmir question his most anxious and sympathetic consideration and has left nothing un-done which in his view could lead to a peaceful and satisfactory solution of the present troubles. He would be the last to say that all Government action has been exactly right or has been taken at exactly the right moment but he does claim that it has been with the one purpose of obtaining an early and satisfactory settlement between the Maharaja and his Moslem subjects. He trusts that his efforts in this direction will soon begin to have effect and that confidence will be restored among the Muslim community in Kashmir.

His Excelloncy wishes me to thank you for the frank and candid expression of your views and opinions which will be of much value to him in appreciating and dealing with a very difficult situation. His Excellency is assured that he can rely upon you and the other members of the All-India Kashmir Committee to use your best efforts to produce the peaceful atmosphere. Which will go far to assist an early and satisfactory solution.

Yours Sincerely

To
His Holiness
M. B. Mahmud Ahmad,
Head of The Ahmadiyya Community
and President, All India Kashmir Committee,
`Al- Faiz`, 6, Lytton Road, Lahore.

اِس خط کا ترجمہ یہ ہے۔

ہز ایکسی لنسی حضور وائسرائے نے فرمایا ہے کہ مَیں آپ کے خط مورخہ ۷؍نومبر ۱۹۳۱ء کا شکریہ ادا کروں۔ ہز ایکسی لنسی کو اِس بات کے معلوم ہونے پر افسوس ہوا کہ آپ اُن کے پہلے جواب کو ناتسلی بخش خیال فرماتے ہیں اور یہ محسوس کرتے ہیں کہ جو آپ نے اور آپ کی جماعت نے کشمیر میں اَمن کی خاطر کوششیں فرمائی ہیں۔ اُن کو قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا اور یہ کہ حکومتِ ہند نے اُس کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ ہز ایکسی لنسی کو یقین ہے کہ اِس کا باعث کوئی غلط فہمی ہے کیونکہ اُن کا ہرگز کبھی یہ ارادہ نہیں ہوا کہ آپ کی اور آپ کی جماعت کی اِس وفادارانہ امداد کو جو آپ ہمیشہ حکومت کی کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں کسی طرح اِستخفاف کی نظر سے دیکھا جائے۔ لیکن آپ اِس بات کو تسلیم فرمائیں گے کہ حکومت کے لئے یہ بات عملاً ناممکن ہے کہ کسی ہندوستانی ریاست کے اندرونی معاملات کے متعلق ریاست پر یہ زور دے کہ وہ کسی بیرونی کمیٹی کے ساتھ معاملہ کرے خواہ وہ کمیٹی کیسی ہی نیک نیت اور نمائندہ حیثیت رکھتی ہو اور اگر والی ریاست ایسا چاہے تو اِس صورت میں ضروری ہے کہ اِس بارہ میں براہِ راست حکومتِ ہند کے ساتھ گفت وشنید کی جائے۔

حضور وائسرائے نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مَیں آپ کو یقین دلاؤں کہ انہوں نے شروع سے ہی سوالِ کشمیر پر پورے فکر اور ہمدردی کے ساتھ غور کیا ہے اور انہوں نے موجودہ مشکلات کے تسلی بخش اور پُرامن حل کا ذریعہ نکالنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ حضور وائسرائے آخری آدمی ہوں گے جو یہ کہیں کہ حکومت نے جو کچھ کیا ہے وہ بالکل درست ہے۔ یا یہ کہ وہ صحیح وقت کیا گیا ہے۔ لیکن وہ یہ ضرور سمجھتے ہیں کہ جو کچھ کیا گیا ہے اِس کا واحد مقصد یہی تھا کہ مہاراجہ صاحب اور اُن کی مسلمان رعایا کے مابین جلد سے جلد اور تسلی بخش تصفیہ ہو جائے اور اُنہیں امید ہے کہ اِس معاملہ میں اُن کی کوششیں جلد ہی نتیجہ پیدا کریں گی اور یہ کہ مسلمانانِ کشمیر میں پھر اعتماد پیدا ہو جائے گا۔

حضور وائسرائے فرماتے ہیں کہ مَیں آپ کا شکریہ ادا کروں کہ آپ نے نہایت صفائی سے اپنے خیالات اور آراء کو ظاہر فرما دیا ہے اور یہ اُن کے لئے ایک مشکل سوال کے صحیح طور پر سمجھنے اور اِس کے حل کرنے میں بہت مفید اور قیمتی ثابت ہوگا۔ ہز ایکسی لنسی کو یقین ہے کہ وہ آپ پر اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے دوسرے ممبروں پر یہ اعتماد رکھ سکتے ہیں کہ آپ اپنی بہترین کوششوں کے ساتھ ایک پُرامن ماحول پیدا کریں گے جس سے جلد اور تسلی بخش حل کرنے میں بہت بڑی مدد ملے گی۔

پرسنل اسسٹنٹ وزیر اعظم کشمیر کا خط

دوسرا خط وزیر اعظم کشمیر کے پرسنل اسسٹنٹ کا ہے جو انہوں نے میرے پرائیوٹ سیکرٹری کے نام لکھا وہ خط یہ ہے۔

سرینگر کشمیر

مؤرخہ ۱۰؍نومبر ۱۹۳۱ء

مکرم پرائیوٹ سیکرٹری صاحب

تسلیم۔ آپ کا گرامی نامہ مورخہ ۳؍نومبر ۱۹۳۱ء جناب حضور والا شان پرائم منسٹر صاحب بہادر کے ملاحظہ سے گزرا۔ مختصراً جواب عرض کرتا ہوں کہ ابتدا سے یہ کوشش کی جارہی ہے کہ مسلمانانِ کشمیر کو ابتدائی جائز حقوق دینے میں بے حد جلدی کی جاوے اور خاص طور پر گزشتہ ایک ہفتہ سے تو شب و روز سوائے اِس کام کے پرائم منسٹر صاحب کسی دوسرے کام کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ البتہ دو تین روز کے لئے جموں کے واقعات نے مجبور کیا کہ وہاں پرائم منسٹر صاحب خود تشریف لے جاویں۔ جموں کے واقعات نے جس کے ذمہ دار احرار ہیں۔ معاملۂ مطالبات کو قدرے التواء میں ڈال دیا اور صدر صاحب کے ساتھ گفت وشنید یا خط وکتابت میں بھی دیر محض اِسی وجہ سے ہوئی (لوگ کہتے ہیں کہ احرار کی وجہ سے کشمیر میں کامیابی حاصل ہوئی اور وہ یہ کہتے ہیں کہ احرار کی وجہ سے معاملۂ مطالبات کے منظور ہونے میں دیر ہوگئی ورنہ بات جلدی طے ہو جاتی) علاوہ بریں آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے

نمائندگان مقیمی سرینگر عبدالرحیم صاحب درد اور مولانا اسماعیل غزنوی صاحب کے ساتھ اکثر تبادلۂ خیالات ہوتا رہتا ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ وہ آپ کو بتلاسکیں گے کہ حکومتِ ہند نے اِس معاملہ میں کس قدر دلچسپی لی ہے۔ (دراصل گورنمنٹ کشمیر نے مجھے لکھا تھا کہ اپنے دو نمائندے یہاں بھجوادیں جن سے ہم وقتاً فوقتاً گفتگو کرتے رہیں۔ اِس پر میں نے مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔اے اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب غزنوی کو بطور نمائندہ بھجوادیا تھا) کسی قدر یہ ہمیں تسلی بھی تھی کہ صدر صاحب خود ریاست کی سرحد پر آکر اپنے نمائندگان سے مل گئے ہیں اور تمام حالات معلوم کر گئے ہیں۔ (یہ درست ہے مَیں ہزارے کی طرف جاکر کشمیر کے نمائندوں سے ملا تھا اور اُن سے میں نے تمام حالات معلوم کئے تھے) صدر صاحب کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ مساجد وغیرہ کے اعلان میں صدر صاحب اور ہماری منشاء کے خلاف ہمیں اعلان کو جلد شائع کرنے کے لئے کس طرح سے رائے دی گئی۔ جو مجبوری کی حد تک پہنچ گئی (میں نے اُنہیں کہا تھا کہ تم نے اپنے وعدہ کی خلاف ورزی کی ہے اِس پر وہ لکھتے ہیں کہ ہمیں کشمیر کے نمائندوں نے مجبور کیا تھا کہ ہم اِس قسم کا اعلان کردیں) آپ نے صدر صاحب کے خیال کو اِس شکل میں رکھا ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم معاملہ کو لمبا کرنا چاہتے ہیں اور سنجیدگی کے ساتھ کسی مفید نتیجہ پر پہنچنے کی غرض سے گفتگو کرنا ہمارا مقصد نہیں۔ یہ محض غلط فہمی ہے افسوس ہے کہ صدر صاحب نے ہماری مصروفیت اور مشکلات کا اندازہ نہیں کیا لیکن ہر بات کا علاج وقت اور میعاد ہے۔ صدر صاحب عنقریب یقین کرنے پر تیار ہو جاویں گے کہ ہم معاملہ کو لمبا کرنا چاہتے ہیں یا مختصر اور کہاں تک اِس کے مشورۂ صائب کے مطابق عمل کررہے ہیں۔ آپ کے لکھنے کے مطابق صدر صاحب کی خواہش محض مسلمانانِ کشمیر کو حقوق دلوانے کی ہے جس میں حکومت پورے طور سے خود مصروف ہے۔

آپ کا صادق
جیون لعل
پرسنل اسسٹنٹ

اِن خطوط سے معلوم ہوسکتا ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا بھی میری تحریک پر کام کر رہی تھی اور کشمیر گورنمنٹ کے وزیراعظم بھی میرے مشورہ سے ہی کام کرتے تھے۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد جب ہمیں کامیابی حاصل ہوئی تو انہوں نے احرار کو اپنے ساتھ ملا کر اِس معاملہ کو خراب کرنا شروع کر دیا۔ مَیں نے پھر زور سے مقابلہ شروع کر دیا۔

مہاراجہ صاحب کشمیر کا ملاقات کرنے سے انکار

آخر سر ہری کشن کول نے مجبور ہو کر مجھے لکھا کہ آپ اپنے چیف سیکرٹری کو بھیج دیں مہاراجہ صاحب کہتے ہیں مَیں خود اُن سے بات کر کے اِن معاملات کا فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔ مَیں نے چوہدری فتح محمد صاحب سیال کو بھیج دیا مگر ساتھ ہی اُنہیں کہہ دیا کہ یہ پرائم منسٹر کی کوئی چال نہ ہو۔ تیسرے دن اُن کا تار پہنچا کہ مَیں یہاں تین دن سے بیٹھا ہوا ہوں مگر مہاراجہ صاحب ملاقات میں لیت و لعل کر رہے ہیں۔ مَیں نے کہا آپ اُن پر حُجّت تمام کر کے واپس آ جائیں۔ چنانچہ اُنہوں نے ایک دفعہ پھر ملاقات کی کوشش کی مگر جب اُنہیں کامیابی نہ ہوئی تو وہ میری ہدایت کے ماتحت واپس آ گئے۔

چوہدری صاحب کے واپس آنے کے بعد سر ہری کشن کول کا خط آیا کہ مہاراجہ صاحب تو ملنا چاہتے تھے مگر وہ کہتے تھے کہ مرزا صاحب خود آتے تو میں اُن سے ملاقات بھی کرتا۔ اُن کے سیکرٹری سے ملاقات کرنے میں تو میری ہتک ہے۔ اتفاق کی بات ہے اِس کے چند دن بعد ہی مَیں لاہور گیا تو سر ہری کشن کول مجھ سے ملنے کے لئے آئے۔ مَیں نے اُن سے کہا کہ مہاراجہ صاحب خود آتے تو میں اُن سے ملاقات بھی کرتا آپ تو اُن کے سیکرٹری ہیں اور آپ سے ملنے میں میری ہتک ہے۔ میرا یہ جواب سُن کر وہ سخت گھبرایا۔ میں نے کہا پہلے تو مَیں تم سے ملتا رہا ہوں کیونکہ مجھے پتہ نہیں تھا کہ سیکرٹری کے ساتھ ملنے سے انسان کی ہتک ہو جاتی ہے لیکن اَب مجھے معلوم ہوا کہ اگر سیکرٹری سے ملاقات کی جائے تو ہتک ہو جاتی ہے؟ اِس لئے میں اَب تم سے نہیں مل سکتا۔ گویا خدا نے فوری طور پر اُن سے بدلہ لینے کا موقع عطا فرما دیا۔

چوہدری افضل حق صاحب کی مخالفت

آخر اِسی دوران میں ایک دن سر سکندر حیات خاں صاحب نے مجھے کہلا

بھیجا کہ کشمیر کمیٹی اور احرار میں کوئی سمجھوتہ ہو جائے تو حکومت کسی نہ کسی رنگ میں فیصلہ کر دے گی۔ مَیں چاہتا ہوں کہ اِس بارہ میں دونوں میں تبادلۂ خیالات ہو جائے۔ کیا آپ ایسی مجلس میں شریک ہو سکتے ہیں۔ مَیں نے کہا مجھے شریک ہونے میں کوئی عذر نہیں۔ چنانچہ یہ میٹنگ سر سکندر حیات خاں کی کوٹھی پر لاہور میں ہوئی اور میں بھی اِس میں شامل ہوا۔ چوہدری افضل حق صاحب بھی وہیں تھے۔ باتوں باتوں میں وہ جوش میں آ گئے اور میرے متعلق کہنے لگے کہ اِنہوں نے الیکشن میں میری مدد نہیں کی اور اَب تو ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ احمدیہ جماعت کو کُچل کر رکھ دیں۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اگر جماعتِ احمدیہ کسی انسان کے ہاتھ سے کچلی جا سکتی تو کبھی کی کچلی جا چکی ہوتی اور اَب بھی اگر کوئی انسان اِسے کچل سکتا ہے تو یقیناً یہ رہنے کے قابل نہیں ہے۔ پھر مَیں نے کہا یہ بھی درست نہیں کہ مَیں نے الیکشن میں آپ کی مدد نہیں کی ایک الیکشن میں مَیں نے آپ کی مخالفت کی ہے اور ایک الیکشن میں آپ کی مدد کی ہے۔ سر سکندر حیات خاں بھی کہنے لگے۔ افضل حق! تم بات بھول گئے ہو اِنہوں نے ایک الیکشن میں تمہاری مدد کی تھی صرف ایک الیکشن میں اِنہوں نے تمہاری مخالف کی ہے۔ وہ کہنے لگے میری بڑی ہتک ہوئی ہے اور اَب تو مَیں نے احمدیت کو کُچل کر رکھ دینا ہے۔

مسلمانانِ کشمیر کی جلد بازی

جب اِس طرح کوئی فیصلہ نہ ہوا تو گورنمنٹ آف انڈیا نے ایک والی ریاست کو اِس غرض کے لئے مقرر کیا کہ کسی طرح اِس جھگڑے کا وہ فیصلہ کروا دیں۔ انہوں نے میری طرف آدمی بھیجے اور کہا کہ جب تک آپ دخل نہیں دیں گے یہ معاملہ کسی طرح ختم نہیں ہوگا۔ میں نے کہا مجھے تو دخل دینے میں کوئی اعتراض نہیں میری تو اپنی خواہش ہے کہ یہ جھگڑا دُور ہو جائے۔ آخر اُن کا پیغام آیا کہ آپ دہلی آئیں۔ میں دہلی گیا چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب بھی میرے ساتھ تھے۔ دو دفعہ ہم نے کشمیر کے متعلق سکیم تیار کی اور آخر گورنمنٹ آف انڈیا کے ساتھ فیصلہ ہوا کہ اِن اِن شرائط پر صُلح ہو جانی چاہئے۔ اُس وقت کشمیر میں بھی یہ خبر پہنچ گئی اور مسلمانوں نے سمجھا کہ اگر ہم نے فیصلہ میں دیر کی تو تمام کریڈٹ جماعت احمدیہ کو حاصل ہو جائے گا۔ چنانچہ پیشتر اِس کے کہ ہم اپنی تجاویز کے مطابق تمام فیصلے کروا لیتے مسلمانوں نے اُن سے بہت کم مطالبات پر دستخط کر دیئے۔

حالانکہ اُن سے بہت زیادہ حقوق کا ہم گورنمنٹ آف انڈیا کے ذریعہ فیصلہ کروا چکے تھے۔

غرض کشمیر کے مسلمانوں کی آزادی کا تمام کام میرے ذریعہ سے ہوا اور اِس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے اِس پیشگوئی کو پورا کرنے والا بنایا کہ مصلح موعود اسیروں کا رستگار ہوگا۔

سر ہری کشن کول کی وزارت سے علیحدگی

اُنہی ایام میں آخری دفعہ جب میں لاہور گیا تو سر ہری کشن کول بھی وہاں آئے ہوئے تھے۔ اُن کا میرے نام پیغام آیا کہ اپنے آدمی بھیج دیں تا کہ شرائط کا اُن کے ساتھ تصفیہ ہو جائے۔ مَیں نے کہلا بھیجا کہ تصفیہ اِن اِن شرائط پر ہوگا اگر مان لو تو صُلح ہوسکتی ہے ورنہ نہیں۔ وہ کہنے لگے یہ شرائط تو بہت سخت ہیں اگر اِن کو تسلیم کر لیا گیا تو ہماری قوم بگڑ جائے گی۔ میں نے کہا یہ تمہاری مرضی ہے چاہو تو صُلح کر لو اور چاہو تو نہ کرو۔ درد صاحب اُس کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے آخر رات کے گیارہ بجے اُس نے کہہ دیا کہ اِن شرائط پر صُلح نہیں ہوسکتی۔ مجھے درد صاحب نے یہ بات پہنچائی تو مَیں نے اُن سے کہا آپ سر ہری کشن کول سے جا کر کہہ دیں کہ اگر اِن شرائط پر وہ صلح کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو پھر وہ بھی وزیر نہیں رہ سکتے۔ درد صاحب نے یہ بات اُسے کہی تو وہ کہنے لگا مَیں تجربہ کار ہوں میں ایسے بلف (BLUFF) سے نہیں ڈرا کرتا۔ مَیں نے درد صاحب سے کہا آپ اُن سے دریافت کریں اور پوچھیں کہ کرنل بکسر جموں گیا ہے یا نہیں؟ اگر وہ جموں گیا ہے اور مہاراجہ صاحب سے ملا ہے تو آپ یہ بتائیں کہ کیا مہاراجہ صاحب نے آپ کو وہ باتیں بتائی ہیں؟ اگر نہیں بتائیں حالانکہ مہاراجہ آپ کو اپنا باپ کہا کرتا ہے تو اِس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کو الگ کرنا چاہتا ہے چنانچہ میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اَب آپ کا زمانہ گزر چکا ہے اَب آپ وزیراعظم نہیں رہ سکتے۔ مہاراجہ صاحب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ آپ کو الگ کر دیا جائے اور کالون صاحب کو وزیراعظم بنا دیا جائے۔ یہ سُنتے ہی اُس کا رنگ فق ہو گیا اور کہنے لگا بات تو ٹھیک معلوم ہوتی ہے۔ پھر اُسی وقت اُس نے اپنا موٹر تیار کیا اور درد صاحب سے کہا کہ آپ اُن سے اجازت لے کر آئیں اور میرے ساتھ چلیں جو شرائط بھی آپ لکھیں گے میں اُن پر دستخط کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اُنہوں نے کہا اَب دستخط کرنے کا وقت نہیں رہا کل صبح تم پرائم منسٹر ہو گے ہی نہیں۔ اُس کو ایسا فکر ہوا کہ وہ اُسی وقت

راتوں رات موٹر پر جموں گیا مگر جب صبح ہوئی تو مہاراجہ نے اُسے کہہ دیا کہ تمہیں وزارت سے الگ کیا جاتا ہے۔

غرض کشمیر کے لوگوں کو جو کچھ ملا وہ میری جدوجہد کے نتیجہ میں ملا اور واقعہ یہ ہے کہ اگر کشمیر کے لوگ جلدی نہ کرتے تو گورنمنٹ آف اِنڈیا کی معرفت جو سمجھوتہ ہوتا اُس میں اُنہیں زیادہ حقوق مل جاتے اور گائے کا سوال بھی حل ہو جاتا۔

مَیں نے اِن واقعات کے بیان کرنے میں بہت سی باتیں چھوڑ دی ہیں اور بعض والیانِ ریاست کا نام بھی نہیں لیا۔ اگر مَیں آخری مرحلہ کی تفصیل بیان کروں تو شاید بعض والیان ریاست اِسے اپنی ہتک خیال کریں۔ مگر چونکہ یہ واقعہ اَب گزر چکا ہے اِس لئے اِس کی تفصیل میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔

جلالِ الٰہی کا ظہور

۵۔ پانچویں خبر یہ دی گئی تھی کہ اُس کا نزول جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ یہ خبر بھی میرے زمانہ میں ہی پوری ہوئی۔ چنانچہ میرے خلافت پر متمکن ہوتے ہی پہلی جنگ ہوئی اور اَب دوسری جنگ شروع ہے۔ جس سے جلالِ الٰہی کا دنیا میں ظہور ہو رہا ہے۔ شاید کوئی شخص کہہ دے کہ اِس وقت لاکھوں کروڑوں لوگ زندہ ہیں اگر اِن لڑائیوں کو تم اپنی صداقت میں پیش کر سکتے ہو تو اِس طرح ہر زندہ شخص اِن کو اپنی تائید میں پیش کر سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ یہ جنگیں میری صداقت کی علامت ہیں۔

اِس کے متعلق میرا جواب یہ ہے کہ اگر اُن لاکھوں کروڑوں لوگوں کو جو اِس وقت زندہ ہیں اِن جنگوں کی خبریں دی گئی ہیں تو یہ ہر زندہ شخص کی علامت بن سکتی ہیں اور اگر اُن کو اِن لڑائیوں کی خبریں نہیں دی گئیں تو پھر جس کو اِن جنگوں کی تفصیل بتائی گئی ہے اِسی کے متعلق جلالِ الٰہی کا یہ ظہور کہا جائے گا۔

مصلح موعود کا نام ''عالَمِ کباب'' بھی رکھا گیا ہے اور گو یہ پیر منظور محمد صاحب کے لڑکے کا نام رکھا گیا تھا لیکن اِس کے معنی یہی تھے کہ وہ لڑکا **منظورِ محمد یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہوگا اور محمدی بیگم سے مراد سیّدانی کی اولاد ہے۔** ہر سیّدانی بوجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرّیت ہونے کے محمدی بیگم ہے **یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت ذریت رکھنے والی بیگم۔**

دوسرے معنی اِس کے یہ بھی تھے کہ سب سے پہلے مصلح موعود کا اعلان پیر منظور محمد صاحب کریں گے اور چونکہ اِس لحاظ سے وہ اِس خیال کو سب سے پہلے بحث میں لانے والے تھے اور تصنیف مصنف کی معنوی اولاد ہوتی ہے اِس لئے پیشگوئی پر پردہ ڈالنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ رنگ اختیار کیا اور بتایا کہ جماعت میں سب سے پہلے اِس پیشگوئی کی حقیقت کی طرف پیر منظور محمد صاحب اشارہ کریں گے۔

مخالفین کی ارادۂ قتل میں ناکامی

۶۔ چھٹی خبر یہ دی گئی تھی کہ خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہوگا۔ یعنی اللہ تعالیٰ اُس کا حافظ و ناصر ہوگا اور اُسے دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھے گا۔ اَب دیکھو اللہ تعالیٰ نے کس طرح اِس الہام کی صداقت میں متواتر میری حفاظت اور نصرت کی ہے۔ مجھے اِس وقت تک کوئی ایسا الہام نہیں ہوا جس کی بناء پر میں کہہ سکوں کہ میں انسانی ہاتھوں سے نہیں مروں گا لیکن بہرحال میں اِس یقین پر قائم ہوں کہ جب تک میرا کام باقی ہے اُس وقت تک کوئی شخص مجھے مار نہیں سکتا۔ میرے ساتھ متواتر ایسے واقعات گزرے ہیں کہ لوگوں نے مجھے ہلاک کرنا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے اُن کے حملوں سے مجھے محفوظ رکھا۔

پہلا واقعہ

ایک گزشتہ جلسے کا واقعہ ہے مَیں تقریر کر رہا تھا اور تقریر کرتے کرتے میری عادت ہے کہ میں گرم گرم چائے کے ایک دو گھونٹ پی لیا کرتا ہوں تا کہ گلا درست رہے کہ اِسی دَوران میں جلسہ گاہ میں سے کسی شخص نے ملائی کی ایک پیالی دی اور کہا کہ یہ جلدی حضرت صاحب تک پہنچا دیں کیونکہ حضور کو تقریر کرتے کرتے ضعف ہو رہا ہے چنانچہ ایک نے دوسرے کو اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو وہ پیالی ہاتھوں ہاتھ پہنچانی شروع کر دی یہاں تک کہ ہوتے ہوتے وہ سٹیج پر پہنچ گئی۔ سٹیج پر اتفاقاً کسی شخص کو خیال آ گیا اور اُس نے احتیاط کے طور پر ذرا سی ملائی چکھی تو اُس کی زبان کٹ گئی۔ تب معلوم ہوا کہ اِس میں زہر مِلی ہوئی ہے اَب اگر وہ ملائی مجھ تک پہنچ جاتی اور میں خدانخواستہ اُسے چکھ لیتا تو اور کچھ اثر ہوتا یا نہ ہوتا اتنا ضرور ہوتا کہ تقریر رُک جاتی۔

دوسرا واقعہ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ قادیان میں ایک دفعہ ایک دیسی عیسائی آیا جس کا نام جے میتھیوز تھا اور اُس کا ارادہ تھا وہ مجھے قتل کر دے۔ یہاں سے جب وہ ناکام واپس لوٹا تو اُس کا اپنی بیوی سے کسی بات پر جھگڑا ہو گیا اور اُس نے اُسے قتل کر دیا۔ اِس پر عدالت میں مقدمہ چلا اور اُس نے سیشن کورٹ میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ میرا ارادہ اپنی بیوی کو ہلاک کرنے کا نہیں تھا بلکہ میں مرزا صاحب کو ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ میں نے ایک جگہ کسی مولوی کی تقریر سُنی جس نے ذکر کیا کہ قادیان کے مرزا صاحب بہت بُرے آدمی ہیں اور اُن میں یہ یہ بُرائیاں ہیں۔ مَیں نے اُس کی تقریر کے بعد فیصلہ کیا کہ میں قادیان جا کر مرزا صاحب کو مار ڈالوں گا۔ چنانچہ میں پستول لے کر قادیان گیا اتفاقاً اُس روز جمعہ تھا۔ جمعہ کے خطبہ میں چونکہ بہت لوگ اکٹھے تھے اِس لئے مجھے اُن پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ دوسرے دن میں نے سُنا کہ وہ پھیرو چیچی چلے گئے ہیں۔ میں پستول لے کر اُن کے پیچھے پیچھے پھیرو چیچی گیا اور مَیں نے سمجھا کہ وہاں آسانی سے میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکوں گا۔ مگر وہاں بھی میں نے دیکھا کہ اُن کے دروازہ پر ہر وقت پہرہ دار بیٹھے رہتے ہیں اِس لئے مَیں واپس آ گیا۔ گھر آ کر میرا اپنی بیوی سے کسی بات پر جھگڑا ہو گیا اور میں نے اُسے مار ڈالا۔ یہ سارا واقعہ اُس نے عدالت میں خود بیان کیا حالانکہ ہمیں کچھ علم نہیں تھا کہ کوئی شخص کس نیت اور ارادہ کے ساتھ ہمارے پاس آیا ہے لیکن ہر موقع پر اللہ تعالیٰ نے حفاظت کی اور اُسے حملہ کرنے میں ناکام رکھا۔

تیسرا واقعہ تیسرا واقعہ یہ ہے کہ احرار کی شورش کے ایام میں مَیں ایک دن اپنی کوٹھی دارالحمد میں تھا کہ ایک افغان لڑکا آیا اور اُس نے کہلا بھیجا کہ مَیں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ میرے چھوٹے بچے اندر آئے اور اُنہوں نے بتایا کہ ایک لڑکا باہر کھڑا ہے اور وہ ملنا چاہتا ہے۔ میں باہر نکلنے ہی والا تھا کہ میں نے شور کی آواز سُنی۔ میں حیران ہوا کہ یہ شور کیسا ہے۔ چنانچہ میں نے دریافت کرایا تو مجھے اطلاع دی گئی کہ یہ لڑکا قتل کے ارادہ سے آیا تھا مگر عبدالاحد صاحب نے اُسے پکڑ لیا اور اُس سے ایک چھرا بھی اُنہوں نے برآمد کر لیا ہے۔ میں نے عبدالاحد صاحب سے پوچھا کہ تمہیں کس طرح پتہ لگ گیا کہ یہ قتل کے ارادہ سے

آیا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ یہ لڑکا پٹھان تھا اور ہم پٹھانوں کی عادات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ جب یہ باتیں کر رہا تھا تو باتیں کرتے کرتے اِس نے اپنی ٹانگوں کو اِس طرح ہِلایا کہ میں فوراً سمجھ گیا کہ اُس نے چھرا چھپایا ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے ہاتھ ڈالا تو چھرا نکل آیا۔ پولیس نے اُس پر مقدمہ بھی چلایا تھا اور غالباً اُس نے اقرار کیا تھا کہ میں قتل کی نیت سے ہی قادیان آیا تھا۔

(اِس موقع پر حضور نے فرمایا کہ میجر سید حبیب اللہ شاہ صاحب کہتے ہیں کہ وہ اس جیل خانہ میں قید تھا جہاں میں افسر لگا ہوا تھا اور وہ کہتا تھا کہ میں پہلے دھرم سالہ تک اِن کو قتل کرنے لئے گیا تھا مگر مجھے کامیابی نہ ہوئی۔ آخر مَیں قادیان گیا اور پکڑا گیا)

چوتھا واقعہ

چوتھا واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ اُمِّ طاہر کے مکان کی دیوار پھاند کر ایک شخص اندر کُودنا چاہتا تھا کہ لوگوں نے اُسے پکڑ لیا۔ پولیس والے چونکہ ہمارے خلاف تھے اِس لئے اُنہوں نے یہ کہہ کر اُسے چھوڑ دیا کہ یہ پاگل ہے۔

پانچواں واقعہ

پانچواں واقعہ بالکل تازہ ہے جو کل ہی ہوا ہے۔ کل ہمارے گھر میں دودھ رکھا ہوا تھا کہ میری بیوی کو شُبہ پیدا ہوا کہ کسی نے دودھ میں کچھ ڈال دیا ہے چنانچہ اِس شُبہ کی وجہ سے اُنہوں نے کہہ دیا کہ اِس دودھ کو استعمال نہ کیا جائے۔ ایک دوسری عورت جسے اِس کا علم نہیں تھا یا اُس نے خیال کیا کہ یہ محض وہم ہے اُس نے وہ دودھ پی لیا اور اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُسے اَب تک متواتر قئیں آ رہی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شُبہ کیا گیا تھا وہ درست تھا۔

لیکن باوجود اِس کے کہ لوگوں نے مجھے ہلاک کرنے کی کئی کوششیں کیں اور ہر رنگ میں اُنہوں نے زور لگایا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ تھا کہ خدا کا سایہ میرے سَر پر ہوگا اِس لئے وہ ہمیشہ میری حفاظت کرتا رہا اور اُس وقت تک کرتا رہے گا جب تک وہ کام جو میرے سپرد کیا گیا ہے اپنی تکمیل کو نہ پہنچ جائے۔

قبولیت دعا کا نشان

خدا کا سایہ سَر پر ہونے کے دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس کی کثرت سے دعائیں سُنے گا۔ یہ علامت بھی اتنی بیّن اور واضح طور پر میرے اندر پائی جاتی ہے کہ اِس اَمر کی ہزاروں نہیں، لاکھوں مثالیں مل سکتی ہیں کہ

غیر معمولی حالات میں اللہ تعالیٰ نے میری دعائیں سنیں ۔وَذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ
پھر یہ نہیں کہ میری دعاؤں کی قبولیت کے صرف احمدی گواہ ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہزاروں عیسائی، ہزاروں ہندو اور ہزاروں غیر احمدی بھی اِس بات کے گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے متعلق میری دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشا اور اُن کی مشکلات کو دُور کیا۔ ''الفضل'' میں بھی ایسے بیسیوں خطوط وقتاً فوقتاً چھپتے رہتے ہیں کہ کس طرح مخالف حالات میں لوگوں نے مجھے دعاؤں کے لئے لکھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اُن کی مشکلات کو دُور کر دیا۔ اِس معاملہ میں بھی مَیں نے بار بار چیلنج دیا ہے کہ اگر کسی میں ہمت ہے تو وہ دعاؤں کی قبولیت کے سلسلہ میں ہی میرا مقابلہ کر کے دیکھ لے۔ مگر کوئی مقابلہ پر نہیں آیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اِس رنگ میں دنیا کو مقابلہ کا چیلنج دے چکے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

''میرے مخالف منکروں میں سے جو شخص اشد مخالف ہو اور مجھ کو کافر اور کذاب سمجھتا ہو وہ کم سے کم دس نامی مولوی صاحبوں یا دس نامی رئیسوں کی طرف سے منتخب ہو کر اِس طور سے مجھ سے مقابلہ کرے۔ جو دو سخت بیماروں پر ہم دونوں اپنے صدق و کذب کی آزمائش کریں۔ یعنی اِس طرح پر کہ دو خطرناک بیمار لے کر جو جُدا جُدا بیماری کی قسم میں مبتلا ہوں قرعہ اندازی کے ذریعہ سے دونوں بیماروں کو اپنی اپنی دعا کے لئے تقسیم کر لیں۔ پھر جس فریق کا بیمار بکلّی اچھا ہو جاوے یا دوسرے بیمار کے مقابل پر اُس کی عمر زیادہ کی جائے وہی فریق سچا سمجھا جاوے۔''[۴۲]

یہ چیلنج میری طرف سے بھی ہے اگر لوگ اِس معاملہ میں میری دعاؤں کی قبولیت کو دیکھنا چاہتے ہیں تو وہ بعض سخت مریض قرعہ اندازی کے ذریعہ تقسیم کر لیں اور پھر دیکھیں کہ کون ہے جس کی دعاؤں کو خدا تعالیٰ قبول کرتا ہے۔ کس کے مریض اچھے ہوتے ہیں اور کس کے مریض اچھے نہیں ہوتے۔

یوسفِ ثانی کی خبر

۷۔ ساتویں اُس کا نام یوسف رکھا گیا تھا اور یوسف کا واقعہ بھی یہی ہے کہ اُس کے بڑے بھائیوں نے اُسے گم کر دیا اور پھر باپ کو کہنے لگے کہ اب وہ نہیں ملتا تم اُس کی یاد میں مر جاؤ گے لیکن اُسے نہ پاؤ گے اِسی طرح میرے

ساتھ ہوا۔ ہماری جماعت میں جو بڑے لوگ تھے اُنہوں نے انکار کیا اور کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں یوسفؑ نے ظاہر نہیں ہونا۔ صرف فرق یہ ہے کہ یوسف کے بھائی آخر تائب ہوئے اور وہ یوسفؑ پر ایمان لے آئے۔ مگر میرے یہ بڑے بھائی جو یوسفؑ کے بھائیوں سے بھی مخالفت میں بڑھ گئے ہیں ایمان نہیں لائے اور درحقیقت ایسا ہی ہونا چاہئے تھا کیونکہ وہاں تو یہ خبر دی گئی تھی کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند یوسفؑ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ مگر یہاں یہ خبر نہیں دی گئی کہ وہ بڑے بھائی سجدہ کریں گے بلکہ یہاں یہ خبر دی گئی تھی کہ شَاهَتِ الْوُجُوْهُ۔[۴۴] اُن کے منہ کالے کر دیئے جائیں گے دیکھو! یہ پیشگوئی کتنا بڑا نشان اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صداقت کا کیسا عظیم الشان ثبوت ہے۔ آپ فرماتے ہیں يَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُلَهٗ اور پھر فرماتے ہیں اگر ایمان ثریا پر بھی چلا گیا تو لَنَالَهٗ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ فارسی الاصل لوگوں میں سے بعض رِجَال اُسے واپس لے آئیں گے اب ایک آنے والے کی خبر سُن کر جھوٹا شخص بھی فائدہ اُٹھانے کے لئے دعویٰ کر سکتا ہے مگر وہ اِن دو باتوں کا ثبوت کہاں سے لائے گا کہ اولاد بھی ہو اور اُس کے کام کو چلانے والی اور اسلام کو پھیلانے والی ہو اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی کا یہ کیسا زبردست ثبوت ہے کہ لڑکا ہوا، پھر وہ ایسے حالات میں سے گزرا کہ اُس کی عمر خطرہ میں اور اُس کا علم صفر تھا، پھر خدا تعالیٰ نے اس کی مخالفت کروائی اور بڑے بڑے لوگوں کو اُس کے خلاف کھڑا کر دیا جنہوں نے یہاں تک کہا کہ ہم تو جاتے ہیں مگر چند دنوں کے بعد ہی تم دیکھو گے کہ یہاں عیسائی قبضہ کر لیں گے۔ مگر ایک ایک کر کے وہ سب مخالفتیں ختم ہو گئیں اور آج اللہ تعالیٰ کا یہ عظیم الشان نشان نظر آ رہا ہے کہ ہزاروں لوگ یہاں جمع ہیں۔ پس ایک ایک آدمی جو یہاں بیٹھا ہے وہ میری سچائی کا نشان اور اِس بات کا ثبوت ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو کچھ کہا تھا وہ پورا ہو گیا۔

مولوی محمد علی صاحب کا پہلا اعتراض

مولوی محمد علی صاحب نے اِس پیشگوئی کے متعلق لکھا ہے کہ موعود تین سَو سال کے بعد آئے گا اِس کا جواب میں دے چکا ہوں۔

دوسرے انہوں نے کئی مخالف دلائل اِس اصل پر دیئے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات سے سند یا تو غلط ہے یا مستند نہیں۔ میں اِس بحث میں پڑتا ہی نہیں کہ وہ سند درست ہے یا نہیں کیونکہ میں تو صرف الہامات اور اُن کے مفہوم کو لیتا ہوں باقی انہوں نے جو یہ لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس پیشگوئی کو مبارک احمد پر چسپاں کیا اور وہ اجتہاد غلط نکلا۔ میں اِس بارہ میں مولوی صاحب کی بات کو تسلیم کر لیتا ہوں کہ چلو وہ پیشگوئی آپ نے مبارک احمد پر لگائی اور آپ کا اجتہاد غلط نکلا کیونکہ میری تشریح کا سب دارومدار تو اللہ تعالیٰ کی وحی پر ہے نہ کہ مأمور کے اجتہاد پر۔ مگر اِسی سلسلہ میں انہوں نے ایک نہایت افسوسناک حرکت کی ہے اور وہ یہ کہ اُنہوں نے اِس جوش میں کہ وہ ہماری جماعت کو جھوٹا کہیں اپنی پانچویں دلیل کا ہیڈ نگ یہ قائم کیا ہے کہ۔

''الہامِ الٰہی کے بغیر مصلح موعود کی تعیین کرنے والے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لعنت کی ہے''۔

اور اِس کا ثبوت اُنہوں نے یہ دیا ہے کہ:۔

''حضرت مسیح موعودؑ نے جس زور سے پسر موعود کے بارے میں الہام کا مطالبہ اپنے مخالفین سے کیا ہے اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدوں کھلے کھلے الہامِ الٰہی کے کسی کو مصلح موعود قرار دینا ایک خطرناک غلطی ہے۔ ''حُجَّةُ اللّٰه'' میں جو ''سراجِ منیر'' کے بعد طبع ہوئی ذیل کے الفاظ آج ہمارے احباب کو بہت غور سے پڑھنے چاہئیں اور سوچنا چاہیئے کہ وہ کن لوگوں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں صفحہ ۱۰ پر فرماتے ہیں۔

''ہاں اگر اِس پیشگوئی میں کوئی ایسا الہام مَیں نے لکھا ہے جس سے ثابت ہوتا ہو کہ الہام نے اسی کو موعود لڑکا قرار دیا تھا تو کیوں وہ الہام پیش نہیں کیا جاتا۔ پس جبکہ تم الہام کے پیش کرنے سے عاجز ہو تو کیا یہ لعنت تم پر ہے یا کسی اور پر............اور بِالفرض اگر میری یہی مراد ہوتی تو میرا کہنا اور خدا کا کہنا ایک نہیں ہے۔ میں انسان ہوں ممکن ہے کہ اجتہاد سے ایک بات کہوں اور وہ صحیح نہ ہو پَر میں پوچھتا ہوں کہ وہ خدا کا الہام کونسا ہے کہ میں نے ظاہر کیا تھا کہ پہلے حمل میں ہی لڑکا

پیدا ہو جائے گا یا جو دوسرے میں پیدا ہوگا وہ درحقیقت وہی موعود لڑکا ہوگا اور وہ الہام پورا نہ ہوا۔ اگر ایسا الہام میرا تمہارے پاس موجود ہے تو تم پر لعنت ہے اگر وہ الہام شائع نہ کرو۔'' [۴۵]

اِس حوالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو یہ فرما رہے ہیں کہ جو لوگ مجھ پر الزام لگاتے ہیں کہ میں نے الہام کے مطابق بشیر اوّل کو اپنا موعود لڑکا قرار دے دیا تھا وہ جھوٹ بولتے ہیں اور جھوٹ بولنا لعنتیوں کا کام ہوتا ہے۔ اگر اُن کے پاس میرا کوئی ایسا الہام ہے تو اُن پر لعنت ہے اگر وہ اُس الہام کو شائع نہ کریں۔ یہ نہیں فرماتے کہ الہامِ الٰہی کے بغیر تعیین کرنا لعنت ہوتی ہے اس طرح تو مولوی محمد علی صاحب خود بھی زیرِ الزام آ جاتے ہیں کیونکہ انہوں نے بائبل کی کئی پیشگوئیوں کو رسول کریم ﷺ پر چسپاں کیا ہے اور ریویو آف ریلیجنز اُردو کے گزشتہ مضامین اس امر پر شاہد ہیں۔ وہ بار باران مضامین میں لکھتے رہے ہیں کہ بائبل کی فلاں پیشگوئی رسول کریم ﷺ پر چسپاں ہوتی ہے کیا انہوں نے یہ تعیین الہامِ الٰہی کے مطابق کی تھی یا بغیر الہامِ الٰہی کے۔ اگر الہامِ الٰہی کے بغیر تعیین کرنا لعنتیوں کا کام ہوتا ہے تو پھر یہ لعنت کا کام مولوی محمد علی صاحب نے کیوں کیا؟ لیکن سب سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ اِس فقرہ کے لکھنے کے چند صفحات بعد اِسی کتاب میں، یہ نہیں کہ کسی دوسری کتاب میں یا اِسی کتاب کے کسی دوسرے ایڈیشن میں بلکہ اسی کتاب اور اسی ایڈیشن میں یہ لکھنے کے بعد کہ:۔

''الہامِ الٰہی کے بغیر مصلح موعود کی تعیین کرنے والے پر حضرت مسیح موعودؑ نے لعنت کی ہے''

محمد علی صاحب لکھتے ہیں۔

''خدا را غور کرو کہ مصلح موعود کی تعیین حضرت مسیح موعودؑ نے کس کے حق میں کی ہے۔ یاد رکھو کہ مصلح موعود صرف ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کے دوسرے حصہ کا موعود ہے اور اُس کو اپنی ساری تحریروں میں حضرت مسیح موعودؑ نے ایک دفعہ بھی سوائے مبارک احمد کے اور کسی لڑکے پر نہیں لگایا''۔ [۴۶]

اب ایک طرف تو کہتے ہیں کہ الہامِ الٰہی کے بغیر مصلح موعود کی تعیین کرنے والے پر حضرت

مسیح موعود علیہ السلام نے لعنت کی ہے اور دوسری طرف کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بغیر الہام الٰہی کے مصلح موعود کی تعیین کی اور اِس پیشگوئی کو مبارک احمد پر چسپاں کیا یہ کتنی کور باطنی ہے کہ ایک شخص مرید ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مگر ایک طرف تو کہتا ہے کہ جو شخص بغیر الہام الٰہی کے مصلح موعود کی تعیین کرتا ہے وہ لعنتی ہے اور دوسری طرف وہ اُسی شخص کو جس کا وہ مرید ہے لکھتا ہے کہ اُس نے بغیر الہام الٰہی کے مبارک احمد کے متعلق تعیین کی اور کہا کہ وہ اِس پیشگوئی کا مصداق ہے۔

دوسرا اعتراض مولوی صاحب نے تین کو چار کرنے والے الہام پر بہت زور دیا ہے اور میرے متعلق لکھا ہے کہ یہ علامت اُن پر کسی طرح بھی چسپاں نہیں ہوسکتی۔ میں جیسا کہ پہلے بھی بتا چکا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود لکھا ہے کہ ''اِس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے'' جب کہ آپؑ پر اِس کے معنی ہی حل نہیں ہوئے تو اگر کسی جگہ آپ نے اِس کے کوئی ایسے معنی لئے ہیں جو میرے خلاف پڑتے ہیں تو بہر حال وہ آپ کا ایک اجتہاد سمجھا جائے گا جسے اُن معنوں کے قطعی حل کی حیثیت سے پیش نہیں کیا جا سکے گا۔ مگر مولوی محمد علی صاحب کی عادت ہے کہ اگر میرے خلاف کوئی حوالہ پڑتا ہو تو وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا لکھ دیا ہے تو ہم اِس کے خلاف کس طرح کہہ سکتے ہیں اور اگر میری تائید میں کوئی حوالہ ہو تو کہہ دیتے ہیں یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اجتہاد تھا اور اجتہاد میں غلطی ہوسکتی ہے حالانکہ اگر اجتہاد میں ایک جگہ غلطی ہوسکتی ہے تو دوسری جگہ کیوں نہیں ہوسکتی۔

پھر یہ بھی صحیح نہیں کہ تین کو چار کرنے والے کی علامت مجھ پر چسپاں نہیں ہوتی۔ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے کئی رنگ میں تین کو چار کرنے والا ہوں۔

اوّل اِس طرح کہ مجھ سے پہلے مرزا سلطان احمد صاحب، مرزا افضل احمد صاحب، اور بشیر اوّل پیدا ہوئے اور چوتھا مَیں ہوا۔

دوسرے اِس طرح کہ میرے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین بیٹے ہوئے اور اِس طرح میں نے اُن تین کو چار کر دیا یعنی مرزا مبارک احمد، مرزا شریف احمد، مرزا بشیر احمد اور چوتھا میں۔

تیسرے اِس طرح بھی مَیں تین کو چار کرنے والا ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندہ اولاد میں سے ہم صرف تین بھائی یعنی مَیں، مرزا بشیر احمد صاحب اور مرزا شریف احمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان رکھنے کے لحاظ سے آپ کے روحانی بیٹوں میں شامل تھے۔ مرزا سلطان احمد صاحب آپ کی روحانی ذریت میں شامل نہیں تھے۔ اُنہیں حضرت خلیفہ اوّل پر بڑا اعتقاد تھا مگر باوجود اعتقاد کے آپ کے زمانہ میں وہ احمدی نہ ہوئے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک رؤیا سے معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے ہدایت مقدر کی ہوئی ہے وہ رؤیا یہ ہے آپ نے دیکھا کہ۔

> ''مرزا نظام الدین کے مکان پر مرزا سلطان احمد کھڑا ہے اور سب لباس سرتاپا سیاہ ہے۔ ایسی گاڑھی سیاہی کہ دیکھی نہیں جاتی اُسی وقت معلوم ہوا کہ یہ ایک فرشتہ ہے جو سلطان احمد کا لباس پہن کر کھڑا ہے اُس وقت میں نے گھر میں مخاطب ہو کر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے''۔[۴۷]

آپ کا مرزا سلطان احمد صاحب کے متعلق یہ کہنا کہ ''یہ میرا بیٹا ہے'' بتا رہا تھا کہ اُن کے لئے آپ کی روحانی ذرّیت میں شامل ہونا مقدر ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے زمانہ میں وہ احمدیت میں داخل نہ ہوئے۔ جب میرا زمانہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان کئے کہ وہ میرے ذریعے سے احمدیت میں داخل ہو گئے۔ اِس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حالات میں میرے ہاتھ پر بیعت کرنے کی توفیق عطا فرمائی حالانکہ وہ میرے بڑے بھائی تھے اور بڑے بھائی کے لئے اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر بیعت کرنا بہت مشکل ہوتا ہے چنانچہ بیعت کے بعد اُنہوں نے خود بتایا کہ مَیں ایک عرصہ تک اِسی وجہ سے بیعت کرنے سے رُکتا رہا کہ اگر میں بیعت کرتا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کرتا یا حضرت خلیفہ اوّل کی کرتا جن پر مجھے بڑا اعتقاد تھا اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر کس طرح بیعت کرلوں مگر کہنے لگے آخر میں نے کہا یہ پیالہ مجھے پینا ہی پڑے گا۔ چنانچہ اُنہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور اس طرح خدا تعالیٰ نے مجھے تین کو چار کرنے والا بنا دیا۔ کیونکہ پہلے روحانی لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذرّیت میں ہم

صرف تین بھائی تھے مگر پھر تین سے چار ہو گئے۔

پھر اِس لحاظ سے بھی میں تین کو چار کرنے والا ہوں کہ میں الہام کے چوتھے سال پیدا ہوا۔ ۱۸۸۶ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ پیشگوئی کی تھی اور ۱۸۸۹ء میں میری پیدائش ہوئی۔ ۱۸۸۶ء ایک، ۱۸۸۷ء دو، ۱۸۸۸ تین، اور ۱۸۸۹ء چار۔ گویا تین کو چار کرنے والی پیشگوئی میں یہ خبر بھی دی گئی تھی کہ میری پیدائش پیشگوئی سے چوتھے سال ہوگی اور اس طرح میں تین کو چار کرنے والا بنوں گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ۱۸۸۶ء میں پیشگوئی ہوئی اور ۱۸۸۹ء میں اِس پیشگوئی کے عین مطابق میری ولادت ہوئی۔

تیسرا اعتراض

ایک اعتراض مولوی صاحب نے یہ کیا ہے کہ مامور کی پہلی زندگی پر اعتراض نہیں ہوتے لیکن میاں صاحب کی زندگی پر بڑے بڑے اعتراض ہوئے ہیں۔ اُن کے دوست اور اُن کے نہایت مخلص مُرید ایک دو نہیں، بیسیوں کی تعداد میں اُن پر نہایت گندے الزام لگاتے رہے ہیں۔ مولوی صاحب نے یہ اعتراض کرتے ہوئے جس قسم کے الفاظ میرے متعلق استعمال کئے ہیں مجھے اُن کا شکوہ نہیں کیونکہ انسان کے جیسے اخلاق ہوتے ہیں ویسی ہی اس سے حرکات سرزد ہوتی ہیں۔

میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب نے اپنے خیال میں یہ دلیل میرے خلاف دی ہے لیکن ہے میرے حق میں اس لئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آنے والے کے بارہ میں لکھتے ہیں۔

> ''تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اُس کے وقت میں ہوتی ہے اور قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے۔ یا بعض دھوکا دینے والے خیالات کی وجہ سے قابلِ اعتراض ٹھہرے''۔ [۴۸]

یہ پیشگوئی تھی جو میرے متعلق پائی جاتی تھی کہ بعض دھوکا دینے والے خیالات کی وجہ سے مجھے قابلِ اعتراض ٹھہرایا جائے گا۔ اگر مولوی صاحب یہ اعتراض نہ کرتے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ پیشگوئی کس طرح پوری ہوتی۔ پس اُن کے اِس اعتراض کے صرف اتنے معنی ہیں کہ میرے ذریعہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک اور پیشگوئی پوری ہوگئی۔

چوتھا اعتراض ایک اعتراض مولوی صاحب نے یہ کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنے والے کی نسبت لکھا ہے کہ:۔

''میں تیری جماعت کے لئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اُس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا۔''[۴۹]

گویا وہ موعود الہامِ الٰہی سے کھڑا ہو گا اور ماموریت کا مدعی ہو گا۔ نہ یہ کہ خلافت کی طرح اُس کا انتخاب ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ اُس کو اپنے اَمر سے کھڑا کرے گا پس اُس کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا نشان یہ ہو گا کہ وہ مامور ہو گا''۔

مگر اِس کا جواب خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ''الوصیت'' میں دے چکے ہیں۔آپ فرماتے ہیں۔

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا''۔[۵۰]

اَب دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہاں وہی الفاظ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق استعمال کئے ہیں جو مولوی محمد علی صاحب نے مصلح موعود کے متعلق استعمال کئے تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پہلے یہ الفاظ استعمال کئے کہ:۔

''میں تیری جماعت کیلئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کروں گا۔''

اور مولوی محمد علی صاحب نے اِن کی تشریح کرتے ہوئے لکھا کہ:۔

''اللہ تعالیٰ اُس کو اپنے اَمر سے کھڑا کرے گا''

بعینہٖ یہی الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق استعمال کر دیئے اور فرمایا کہ رسول کریم ﷺ کی وفات پر جب صحابہؓ کو شدید صدمہ ہوا اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے۔

’’تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کیا‘‘

اِسی طرح اگر مَیں کھڑا ہوا تو میرے کھڑے ہونے کو خدا تعالیٰ کا کھڑا کرنا کیوں نہ کہا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ جن معنوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تھے اُنہی معنوں میں اللہ تعالیٰ نے مجھے خلافت کے مقام پر کھڑا کیا بلکہ ایک زائد اَمر یہ ہے کہ اُنہوں نے الہام سے کھڑے ہونے کا دعویٰ نہیں کیا لیکن اِس دعویٰ کے بارہ میں مجھے الٰہی اشارہ ہوا اور مَیں نے الہاماً دنیا کے سامنے اپنے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ پیش کیا۔

پانچواں اعتراض ایک اعتراض مولوی صاحب نے یہ کیا ہے کہ مجھے خواب میں یہ نہیں کہا گیا کہ مَیں مصلح موعود ہوں یہ تو مَیں نے اجتہاد کیا ہے۔ مگر یہ اعتراض بھی درست نہیں۔ خواب میں صراحتاً یہ باتیں موجود ہیں۔ چنانچہ رؤیا میں میری زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے کہ:

اَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ مَثِیْلُهٗ وَخَلِیْفَتُهٗ

میں بھی مسیح موعود ہوں یعنی مسیح موعود کا مثیل اور اُس کا خلیفہ۔ اور میں نے بتایا ہے کہ خواب میں ہی یہ بات میرے ذہن میں آئی کہ مَثِیْلُهٗ وَخَلِیْفَتُهٗ میں اِس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اِس پیشگوئی کا مصداق ہوں جو آپ نے ایک موعود کے متعلق فرمائی تھی اور جس کے متعلق بتایا تھا کہ وہ حُسن واحسان میں میرا نظیر ہوگا۔ اور یہ وہی پیشگوئی ہے جو مصلح موعود کے متعلق ہے۔

پس یہ کہنا کہ خواب میں اِس اَمر کا کہیں ذکر نہیں کہ مجھے مصلح موعود قرار دیا گیا ہے، غلط ہے۔ یہ الہامی الفاظ اور پھر اِن الفاظ کی تشریح سب خواب کا حصہ ہیں اور مَثِیْلُهٗ میں اِسی پیشگوئی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو مصلح موعود کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔

چھٹا اعتراض ایک اعتراض مولوی صاحب کا یہ ہے جو پہلے بھی کئی دفعہ کر چکے ہیں کہ خوابوں کا کیا ہے خوابیں تو کنچنیوں کو بھی آ جایا کرتی ہیں۔ مولوی صاحب جب میرے متعلق سنتے ہیں کہ انہیں فلاں فلاں خوابیں آئی ہیں یا فلاں فلاں الہامات ہوئے ہیں تو اُنہیں بُرا لگتا ہے اور وہ یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دینے کی کوشش کرتے

ہیں کہ خوابوں کا کیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو لکھا ہے بعض فاسق اور فاجر بھی ایسے دیکھے گئے ہیں کہ اُن کو کبھی کبھی سچی خوابیں آ جاتی ہیں بلکہ کنچنیاں بھی بعض دفعہ سچی خوابیں دیکھ لیتی ہیں اِس لئے خوابوں کا آنا کوئی قابلِ فخر بات نہیں۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ مولوی صاحب یہ اعتراض تو مجھ پر کرتے ہیں مگر کیا اُنہوں نے کبھی غور نہیں کیا کہ وہ خدا جو کنچنیوں پر بھی رحم کر دیتا ہے باوجود اِس کے کہ وہ سخت گنہگار ہیں وہ اُن پر جو مفسر قرآن ہیں کیوں رحم نہیں کرتا اور کیوں اُن سے وہ سلوک نہیں کرتا جو وہ کنچنیوں سے بھی کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ وہ مجھ پر تو چوٹ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خوابوں کا کیا ہے خوابیں کنچنیوں کو بھی آ جاتی ہیں مگر انہیں یہ کبھی خیال نہیں آتا کہ خدا نے اُن کو کیسا محروم رکھا ہے کہ اُن پر وہ الہام بھی نہیں ہوتا جو کنچنیوں پر ہوسکتا ہے اگر ایک مفسر قرآن پر خدا اِتنا بھی رحم نہیں کرتا جتنا رحم وہ کنچنیوں پر کیا کرتا ہے تو اِس کے صاف معنی یہ ہیں کہ اُن سے کوئی ایسا گناہ سرزد ہوا ہے جس نے اُنہیں اِس نعمت سے محروم کر دیا ہے۔

ساتواں اعتراض

ایک اعتراض مولوی صاحب نے یہ کیا ہے کہ تم جو کہتے ہو ہم نے بڑی ترقی کی اور یہ ترقی ہماری سچائی کا ثبوت ہے یہ بالکل غلط ہے۔تمہارے ساتھ ایک بڑی جماعت ہے اور ہمارے ساتھ صرف چند آدمی۔ چند آدمیوں کا کام کر کے دکھا دینا زیادہ قیمتی ہوتا ہے بہ نسبت ایک جماعت کے کام کرنے کے۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ ہم صرف یہ نہیں کہتے کہ ہمارے ساتھ جماعت ہے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم نے شدید مخالفت کے باوجود ترقی کی ہے اور یہ ترقی ہماری صداقت کا ثبوت ہے۔تم کہہ سکتے ہو کہ مسیلمہ کے ساتھ بھی ایک بڑی جماعت تھی یا اسود عنسی کے ساتھ بھی ایک بڑی جماعت تھی مگر سوال یہ ہے کہ مسیلمہ کی کس نے مخالفت کی یا اسود عنسی کی کس نے مخالفت کی؟ وہ اُٹھے اور بغیر مخالفت کے انہیں لاکھوں لوگ مل گئے۔ گو تھوڑے دنوں کے بعد ہی وہ خود بھی مٹ گئے اور اُن کی جماعتوں کا بھی نام ونشان نہ رہا لیکن بہرحال اُن کی مخالفت نہیں ہوئی۔ یہ نہیں ہوا کہ اُنہوں نے دعویٰ کیا ہو تو اُن کی شدید مخالفت ہوئی ہو اور پھر وہ دنیا پر غالب آ گئے ہوں لیکن ہماری جماعت وہ ہے جس کی شدید مخالفت ہوئی اپنوں نے بھی کی غیروں نے بھی کی اور جماعت کے بڑے بڑے

لیڈروں نے بھی کی ۔ایسے حالات میں جبکہ جماعت کی ترقی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی اللہ تعالیٰ نے مجھ پر الہام نازل کیا اور فرمایا کہ مَیں تیرے دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا ۔ میں تیری تمام مشکلات کو دور کروں گا اور تجھے غلبہ اور کامیابی عطا کروں گا چنانچہ باوجود اِس کے کہ قدم قدم پر مشکلات حائل تھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق ہماری جماعت کو ترقی دی اور ایسی ترقی دی کہ وہ جو اپنے آپ کو پچانوے فیصدی کہا کرتے تھے آج اپنے آپ کو پانچ فیصدی بلکہ اِس سے بھی کم قرار دے رہے ہیں اور ہمارے متعلق تسلیم کرتے ہیں کہ اِس جماعت کی تعداد زیادہ ہے، اِس کی طاقت زیادہ ہے اور اِس میں کام کرنے والے آدمی زیادہ ہیں ۔ یہ ترقی یقیناً ہماری صداقت کا ثبوت ہے ۔ کیونکہ یہ وہ ترقی ہے جو مخالف حالات میں ہوئی ۔ دنیا نے چاہا کہ ہمیں مٹا دے مگر خدا نے ہمیں کامیاب کیا اور ہمیں ہر لحاظ سے غلبہ واقتدار عطا فرمایا اور وہ دشمن جو ہماری تباہی کے منصوبے سوچ رہے تھے خدا تعالیٰ نے اُن کو ناکام ونامراد کیا ۔ یہ چیز ہے جسے ہم اپنی صداقت کے طور پر پیش کرتے ہیں اور یہ چیز ایسی ہے جس کا کوئی دشمن سے دشمن بھی انکار نہیں کرسکتا ۔

آٹھواں اعتراض

پھر مولوی صاحب نے ایک اور اعتراض یہ کیا ہے کہ تم جو کہتے ہو ہم نے بڑی ترقی کی ، یہ بالکل غلط ہے ۔ ترقی تو ہم نے کی ہے کہ ہماری پہلے سال آمد صرف سات ہزار روپیہ تھی جو اَب ترقی کر کے سَوا چار لاکھ روپیہ تک جا پہنچی ہے اور تمہاری پہلے سال دو لاکھ روپیہ آمد تھی جو اَب ترقی کر کے چھ لاکھ تک پہنچی ہے ۔

گویا تم نے صرف تین گنا ترقی کی اور ہم نے ساٹھ گنا کی ۔ چنانچہ مولوی صاحب لکھتے ہیں ۔

''آمدنی جو سال اوّل میں صرف سات ہزار روپے تھی ترقی کر کے سَوا چار لاکھ تک پہنچی جو سالِ اوّل سے ساٹھ گنا ہے اور قادیانی جماعت اپنے سارے بلند بانگ دعاوی کے ساتھ دو لاکھ آمدنی سے ترقی کر کے صرف چھ لاکھ سالانہ آمدنی تک پہنچی ۔ جو ابتدائی حالت سے تگنی ہے ۔ کجا ساٹھ گنی ترقی اور کہاں تگنی ۔''[۵۱]

مولوی صاحب کی عادت ہے کہ وہ واقعات کو بگاڑے بغیر نہیں رہ سکتے ۔ اُن کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے کہتے ہیں کہ کوئی بڑھیا تھی جسے چوری کی عادت تھی ۔ ایک دفعہ وہ کسی کے

گھر گئی تو ایک آدمی اُس کے ساتھ ساتھ رہا تا کہ وہ کوئی چیز چُرا نہ سکے۔ جب وہ واپس آنے لگی تو اُس نے دہلیز سے ذرا سی مٹی اُٹھالی۔ کسی نے اُس سے پوچھا کہ تم نے یہ کیا کیا ہے؟ وہ کہنے لگی عادت جو پوری کرنی ہوئی اور کوئی چیز نہیں ملی تو میں نے کہا چلو مٹی ہی اُٹھا لیں۔ یہی بات مولوی صاحب میں پائی جاتی ہے کہ وہ حوالوں میں کتر بیونت یا واقعات کو مسخ کئے بغیر رہ ہی نہیں سکتے۔ جب بھی کوئی بات پیش کریں گے اُس میں ضرور کوئی نہ کوئی غلط بات شامل کر دیں گے۔

اوّل تو ہم کہتے ہیں کہ اگر مولوی صاحب کی یہ بات درست ہے کہ اُن کا پہلے سال کا بجٹ صرف سات ہزار روپیہ کا تھا تو اِس کے معنی یہ ہیں کہ جو لوگ اُن کے ساتھ تھے اُن کے ایمان نہایت کمزور تھے اور وہ دین کے لئے قربانی کا مادہ اپنے اندر نہیں رکھتے تھے کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب، شیخ رحمت اللہ صاحب، ڈاکٹر بشارت احمد صاحب، ڈاکٹر غلام محمد صاحب اور اِسی طرح ان کے دوسرے ساتھی بڑی بڑی آمدنیں رکھتے تھے۔ شیخ رحمت اللہ صاحب ہی تین سَو روپیہ ماہوار چندہ دیا کرتے تھے۔ اگر صرف اُن کا چندہ ہی شامل کر لیا جائے تو سال کا ۳۶۰۰ روپیہ بن جاتا ہے۔ پھر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب، ڈاکٹر بشارت صاحب اور ڈاکٹر غلام محمد صاحب وغیرہ کی آمدنیں بھی تین تین چار چار ہزار روپیہ سالانہ سے کم نہیں تھیں۔ اگر اِن میں سے ایک ایک شخص کے سالانہ چندہ کی اوسط ۱۸۰ روپیہ سمجھی جائے تو اِس کے معنی یہ بنتے ہیں کہ ۹۰۰ روپیہ سالانہ صرف پانچ ڈاکٹروں کی طرف سے ہی آجاتا تھا۔ ۳۶۰۰ وہ اور ۹۰۰ روپیہ یہ ساڑھے چار ہزار روپیہ ہو گیا۔ پھر لائل پور کے شیخ مولا بخش صاحب ہیں۔ اِسی طرح وزیرآباد کے شیخ نیاز احمد صاحب ہیں اِن سب کی آمدنیوں کو ملا لیا جائے تو کئی لاکھ روپیہ بن جاتا ہے۔ لائل پور کے تاجر ملک التجار کہلاتے ہیں اور بعض لوگ بتاتے ہیں کہ اُن کو ساٹھ لاکھ روپیہ سالانہ تک آمد ہو جاتی ہے۔ اگر اِس میں کچھ مبالغہ بھی ہو اور اُن کی بیس لاکھ روپیہ سالانہ آمد سمجھ لو تب بھی سَوا لاکھ روپیہ تو انہیں صرف ایک خاندان سے مل سکتا تھا۔ اگر اِس قدر دولت رکھنے والے لوگوں کے باوجود اِن کا سالانہ چند صرف سات ہزار روپیہ تھا تو اِس کے معنی یہ ہیں کہ وہ کمزور طبیعت کے تھے۔ ایمان اور اخلاص کے ساتھ وہ مولوی صاحب کے ساتھ شامل نہیں ہوئے تھے۔

غیر مبائعین کا ۱۹۳۷_۳۸ء کا بجٹ

پھر مولوی صاحب کی طرف سے جو کہا جاتا ہے کہ اُن کا چندہ ترقی کر کے اَب سَوا چار لاکھ روپیہ تک جا پہنچا ہے یہ بھی درست نہیں۔ میرے پاس اِس وقت اُن کی انجمن کا ۱۹۳۷_۳۸ء کا بجٹ ہے۔ اِس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ انجمن کے کتنے صیغے ہیں اور ہر صیغہ کے آمد و خرچ کی کیا نسبت ہے۔ اِس نقشہ میں ۱۹۳۷_۳۸ء کا اصل آمد و خرچ ۱۹۳۷_۳۸ء کا تخمینہ بجٹ اور ۱۹۳۷_۳۸ء کا ۹ ماہ کا اصل آمد و خرچ اور تین ماہ کا تخمینہ آمد و خرچ دکھایا گیا ہے جو یہ ہے۔

تخمینہ بجٹ آمد صیغہ جات احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

تفصیل	اصل آمد ایک سال بابت ۱۹۳۶_۳۷ء	تخمینہ آمد بابت سال ۱۹۳۷_۳۸ء	اصل آمد نو ماہ از یکم نومبر ۱۹۳۷ء تا آخر جولائی ۱۹۳۸ء	تخمینہ آمد ۳ ماہ از یکم اگست ۱۹۳۸ء تا آخر اکتوبر ۱۹۳۸ء	میزان اصل آمد نو ماہ معہ تخمینہ آمد تین ماہ
صیغہ اغراض عام	۶۱۲۱۴_۱۳_۴	۷۹۱۵۰	۳۹۹۳۷_۶_۵	۱۰۲۲۹	۴۹۴۶۶_۶_۵
صیغہ تالیف وتصنیف	۱۵۰۶۳_۱_۷	۱۷۶۰۰	۱۱۴۹۳_۱۴_۱۰	۴۳۰۰	۱۵۷۹۴_۱۴_۱۰
صیغہ اراضی اسلام آباد	۲۱۵۴۴_۱_۹	۲۸۲۰۰	۱۵۸۰۳_۱۰_۹	۶۰۳۵	۲۱۸۳۸_۱۰_۹
صیغہ لاہور سکول	۲۰۲۲۶_۰_۹	۲۰۹۰۰	۱۶۵۰۲_۱۲_۹	۵۱۰۲	۲۱۶۰۴_۱۲_۹
صیغہ بدوملہی سکول	۶۶۸۷_۷_۱۱	۱۰۲۱۵	۶۱۶۱_۱۱_۹	۱۷۰۱	۷۸۶۲_۱۱_۹
صیغہ متفرق غیر معمولی		۵۰۰۰۰☆	۴۰۰_۰_۰	۴۵۰۰۰	۴۵۴۰۰_۰_۰
میزان	۱۲۴۸۳۵_۹_۴	۲۰۶۰۶۵	۹۰۲۹۹_۸_۶	۷۲۳۶۷	۱۶۲۶۶۶_۸_۶

اِس بجٹ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ۱۹۳۷_۳۸ء میں صیغہ اغراضِ عام میں ۴۹۴۶۶_۶_۵ آئے۔ کتابیں فروخت کرنے سے اُنہیں ۱۵۷۹۴ روپے ۱۴ آنے ۱۰ پائی آمد ہوئی۔ صیغہ اراضی اسلام آباد میں ۲۱۸۳۸ روپے ۱۰ آنے ۹ پائی آئے۔ صیغہ لاہور سکول میں ۲۱۶۰۴

☆ یہ صیغہ احتیاطاً فرضی طور پر رکھا جاتا ہے کہ اگر دورانِ سال میں کوئی خاص ضرورت چندہ وغیرہ کی پڑ جائے تو اِس صیغہ کے آمد و خرچ سے وہ پوری ہو۔

روپے ۱۲ آنے ۹ پائی کی آمد ہوئی۔ صیغہ بدو ملہی سکول میں ۸۶۲۷ روپے ۱۱ آنے ۹ پائی آئے اور صیغہ متفرق غیر معمولی میں ۵۰۰۰۰ کا تخمینہ بتایا گیا مگر یہ پچاس ہزار روپیہ محض بجٹ کو زیادہ دکھانے کیلئے رکھا جاتا ہے۔ اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ اگر دورانِ سال میں کوئی خاص ضرورت پیش آجائے تو وہ اِس صیغہ سے پوری کی جائے۔

بہر حال ۳۸-۱۹۳۷ء میں ۲۰۶۰۶۵ آمد کا تخمینہ بتایا گیا۔ لیکن اصل آمد جو ۹ ماہ میں ہوئی وہ آئندہ تین ماہ کی آمد کے تخمینہ کے ساتھ صرف ۱۶۲۶۶۶ روپے ۸ آنے ۶ پائی ہے۔ اِس ایک لاکھ باسٹھ ہزار چھ سَو چھیاسٹھ روپیہ میں سے اگر پچاس ہزار دستِ غیب والی آمد نکال دی جائے تو ایک لاکھ بارہ ہزار چھ سَو چھیاسٹھ روپیہ رہ جاتا ہے اور یہ روپیہ وہ ہے جس میں کتب کی آمد بھی شامل ہے، سکولوں کی آمد بھی شاملِ ہے، زمینوں کی آمد بھی شامل ہے اور چندہ عام کا ۹ ماہ کا ۹۰۲۹۹ روپے ۸ آنے ۶ پائی بھی شامل ہے۔ گویا اصل میں اُن کی آمد صرف ایک لاکھ کے قریب قریب ہے۔ جسے انہوں نے سَوا چار لاکھ روپیہ قرار دیا ہے اور اِسے اپنی ساٹھ گنا ترقی کی مثال کے طور پر پیش کیا ہے۔

مجھے بعض معتبر ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اُن کا اغراضِ عامہ کا بجٹ اِس سال نوے ہزار روپیہ کا ہے اور باقی دوسری مدات کا۔ جن میں سے کچھ وقتی چندے ہیں اور کچھ فرضی۔ اِس کے مقابلہ میں اُنہوں نے ہمارا بجٹ اوّل تو صرف چھ لاکھ روپیہ سالانہ کا بتایا ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ ہمارا بجٹ آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ کا ہوتا ہے۔

پھر یہ بھی یاد رکھنے والی بات ہے کہ صدر انجمن احمدیہ کی آمد و خرچ کے بجٹ میں ہماری زمینوں کی آمد کا بجٹ شامل نہیں ہوتا۔ اِسی طرح تحریک جدید کا چندہ اِس سے علیحدہ ہوتا ہے۔ اگر تحریک جدید کا چندہ اِس میں شامل کیا جائے تو وہ سَوا تین لاکھ روپیہ کے قریب ہوتا ہے۔ آٹھ لاکھ وہ اور سَوا تین لاکھ یہ سَوا گیارہ لاکھ روپیہ ہو گیا۔ پھر کالج کا چندہ اِس میں شامل نہیں جو ڈیڑھ لاکھ کے قریب اکٹھا ہوا۔ مساجد کا چندہ اِس میں شامل نہیں حالانکہ تیس ہزار روپیہ کے وعدے تحریک مساجد میں صرف دہلی کی جماعت نے پیش کئے اور ۶۶ ہزار روپیہ کلکتہ والوں نے جمع کیا مسجد مبارک کی توسیع کے لئے جو چندہ ہوا وہ اِس سے علیحدہ ہے۔ اِسی طرح تین لاکھ

ہماری زمینوں کی آمد کا بجٹ ہوتا ہے۔ سترہ لاکھ کے قریب یہ بن گیا۔ پھر انہوں نے اپنے بجٹ میں لاہور اور بدوملہی کے سکولوں کی آمد بھی شامل کی ہے۔ لیکن ہمارے مقامی سکولوں کے بجٹ اِس میں شامل نہیں ہوتے حالانکہ افریقہ، امریکہ اور دوسری جگہوں کے اخراجات ملاؤ تو دو لاکھ یہ بڑھ جائیں گے۔ غرض اِس طرح اگر تمام اخراجات اور ہر قسم کے چندے شامل کئے جائیں تو ہمارے بجٹ کا اندازہ ۲۴، ۲۵ لاکھ تک جا پہنچتا ہے۔ مگر مولوی صاحب نے حسبِ عادت دونوں طرف سے دخل اندازی کی ہے۔ ایک طرف کی ڈنڈی اُنہوں نے اونچی کر دی اور دوسری طرف کی نیچی کر دی۔ ہمارے ۲۴، ۲۵ لاکھ کے بجٹ کو اُنہوں نے چھ لاکھ کا بجٹ قرار دے دیا اور اپنے ایک لاکھ کے بجٹ کو سَوا چار لاکھ کا بجٹ کہہ دیا۔

دعویٰ مصلح موعود کے متعلق حلفیہ اعلان اور مخالفین کو مباہلہ کی دعوت

خلاصہ یہ کہ مولوی صاحب کے تمام اعتراضات بے حقیقت ہیں اور خدا تعالیٰ کے اِس تازہ انکشاف کے بعد تو وہ اور بھی بے حقیقت ہو جاتے ہیں۔ **میں کہتا ہوں اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں اور مجھے ہی اللہ تعالیٰ نے اُن پیشگوئیوں کا مورد بنایا ہے جو ایک آنے والے موعود کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائیں۔ جو شخص سمجھتا ہے کہ میں نے افتراء سے کام لیا ہے یا اِس بارہ میں جھوٹ اور کذب بیانی کا ارتکاب کیا ہے وہ آئے اور اِس معاملہ میں میرے ساتھ مباہلہ کر لے اور یا پھر اللہ تعالیٰ کی مؤکّد بعذاب قسم کھا کر اعلان کر دے کہ اُسے خدا نے کہا ہے کہ مَیں جھوٹ سے کام لے رہا ہوں پھر اللہ تعالیٰ خود بخود اپنے آسمانی نشانات سے فیصلہ فرما دے گا کہ کون کاذب ہے اور کون صادق۔**

اور اگر وہ کہتے ہیں کہ خواب تو سچا ہے جیسا کہ مصری صاحب نے کہا تو پھر اِس کی حقیقت پر وہ مضمون لکھیں۔ میں اُن کے اِس مضمون کا جواب دوں گا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر وہ اِس

مقابلہ میں آئے تو ایسی منہ کی کھائیں گے کہ مدتوں یاد رکھیں گے۔

غرض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کے رحم سے وہ پیشگوئی جس کے پورا ہونے کا ایک لمبے عرصہ سے انتظار کیا جا رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کے متعلق اپنے الہام اور اعلام کے ذریعہ مجھے بتا دیا ہے کہ وہ پیشگوئی میرے وجود میں پوری ہو چکی ہے اور اَب دشمنانِ اسلام پر خدا تعالیٰ نے کاملِ حجت کر دی ہے اور اُن پر یہ اَمر واضح کر دیا ہے کہ اسلام خدا تعالیٰ کا سچا مذہب، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے سچے رسول اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا تعالیٰ کے سچے فرستادہ ہیں۔ جھوٹے ہیں وہ لوگ جو اسلام کو جھوٹا کہتے ہیں۔ کاذب ہیں وہ لوگ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کاذب کہتے ہیں۔ خدا نے اِس عظیم الشان پیشگوئی کے ذریعہ اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت لوگوں کے سامنے پیش کر دیا ہے۔

بھلا کس شخص کی طاقت تھی کہ وہ ۱۸۸۶ء میں آج سے پورے اٹھاون سال قبل اپنی طرف سے یہ خبر دے سکتا کہ اُس کے ہاں ۹ سال کے عرصہ میں ایک لڑکا پیدا ہوگا، وہ جلد جلد بڑھے گا، وہ دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا، وہ اسلام اور رسول کریم ﷺ کا نام دنیا میں پھیلائے گا، وہ علومِ ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائے گا، وہ جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا اور خدا تعالیٰ کی قدرت اور اُس کی قربت اور اُس کی رحمت کا وہ ایک زندہ نشان ہوگا۔ یہ خبر دنیا کا کوئی انسان اپنے پاس سے نہیں دے سکتا تھا۔ خدا نے یہ خبر دی اور پھر اُسی خدا نے اِس خبر کو پورا کیا۔ اُس انسان کے ذریعہ جس کے متعلق ڈاکٹر یہ اُمید نہیں رکھتے تھے کہ وہ زندہ رہے گا یا لمبی عمر پائے گا۔

میری صحت بچپن میں ایسی خراب تھی کہ ایک موقع پر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے میرے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہہ دیا کہ اِسے سِل ہوگئی ہے کسی پہاڑی مقام پر اِسے بھجوا دیا جائے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے شملہ بھجوا دیا مگر وہاں جا کر میں اُداس ہو گیا اور اِس وجہ سے جلدی ہی واپس آ گیا۔ غرض ایسا انسان جس کی صحت کبھی ایک دن بھی اچھی نہیں ہوئی؟ اُس انسان کو خدا نے زندہ رکھا اور اِس لئے زندہ رکھا کہ اُس کے ذریعہ اپنی پیشگوئیوں کو پورا کرے اور اسلام اور احمدیت کی صداقت کا ثبوت لوگوں

کے سامنے مہیا کرے۔ پھر میں وہ شخص تھا جسے علومِ ظاہری میں سے کوئی علم حاصل نہیں تھا؟ مگر خدا نے اپنے فضل سے فرشتوں کو میری تعلیم کے لئے بھجوایا اور مجھے قرآن کے اُن مطالب سے آگاہ فرمایا جو کسی انسان کے واہمہ اور گمان میں بھی نہیں آسکتے تھے۔ وہ علم جو خدا نے مجھے عطا فرمایا وہ چشمہ روحانی جو میرے سینہ میں پُھوٹا وہ خیالی یا قیاسی نہیں ہے بلکہ ایسا قطعی اور یقینی ہے کہ میں ساری دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اِس دنیا کے پردہ پر کوئی شخص ایسا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُسے قرآن سکھایا گیا ہے تو میں ہر وقت اُس سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن میں جانتا ہوں آج دنیا کے پردہ پر سوائے میرے اور کوئی شخص نہیں جسے خدا کی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا گیا ہو۔ خدا نے مجھے علمِ قرآن بخشا ہے اور اِس زمانہ میں اُس نے قرآن سکھانے کے لئے مجھے دنیا کا اُستاد مقرر کیا ہے۔ خدا نے مجھے اِس غرض کے لئے کھڑا کیا ہے کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں اور اسلام کے مقابلہ میں دنیا کے تمام باطل اَدیان کو ہمیشہ کی شکست دے دوں۔ دنیا زور لگالے، وہ اپنی تمام طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کرلے۔ عیسائی بادشاہ بھی اور اُن کی حکومتیں بھی مِل جائیں، یورپ بھی اور امریکہ بھی اکٹھا ہو جائے، دنیا کی تمام بڑی بڑی مالدار اور طاقت ور قومیں اکٹھی ہو جائیں اور وہ مجھے اِس مقصد میں ناکام کرنے کے لئے متحد ہو جائیں پھر بھی میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں ناکام رہیں گی اور خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے اُن کے تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیا میٹ کر دے گا اور خدا میرے ذریعہ سے یا میرے شاگردوں اور اتباع کے ذریعہ سے اِس پیشگوئی کی صداقت ثابت کرنے کے لئے رسول کریم ﷺ کے نام کے طفیل اور صدقے اسلام کی عزت کو قائم کرے گا اور اُس وقت تک دنیا کو نہیں چھوڑے گا جب تک اسلام پھر اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا میں قائم نہ ہو جائے اور جب تک محمد رسول اللہ ﷺ کو پھر دنیا کا زندہ نبی تسلیم نہ کر لیا جائے۔

اے میرے دوستو! میں اپنے لئے کسی عزت کا خواہاں نہیں نہ جب تک خدا تعالیٰ مجھ پر ظاہر کرے کسی مزید عمر کا امیدوار۔ ہاں خدا تعالیٰ کے فضل کا میں امیدوار ہوں اور میں کامل یقین رکھتا ہوں کہ رسول کریم ﷺ اور اسلام کی عزت کے قیام میں اور دوبارہ اسلام کو اپنے

پاؤں پر کھڑا کرنے اور مسیحیت کے کُچلنے میں میرے گزشتہ یا آئندہ کاموں کا اِنْشَاءَ اللّٰہ بہت کچھ حصہ ہوگا اور وہ ایڑیاں جو شیطان کا سر کُچلیں گی اور مسیحیت کا خاتمہ کریں گی اُن میں سے ایک ایڑی میری بھی ہوگی۔اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

میں اِس سچائی کو نہایت کُھلے طور پر ساری دنیا کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ یہ آواز وہ ہے جو زمین و آسمان کے خدا کی آواز ہے۔ یہ مشیت وہ ہے جو زمین و آسمان کے خدا کی مشیت ہے۔ یہ سچائی نہیں ٹلے گی، نہیں ٹلے گی اور نہیں ٹلے گی۔ اسلام دنیا پر غالب آ کر رہے گا۔ مسیحیت دنیا میں مغلوب ہو کر رہے گی۔ اَب کوئی سہارا نہیں جو عیسائیت کو میرے حملوں سے بچا سکے۔ خدا میرے ہاتھ سے اِس کو شکست دے گا اور یا تو میری زندگی میں ہی اِس کو اِس طرح کچل کر رکھ دے گا کہ وہ سر اُٹھانے کی بھی تاب نہیں رکھے گی اور یا پھر میرے بوئے ہوئے بیج سے وہ درخت پیدا ہوگا جس کے سامنے عیسائیت ایک خشک جھاڑی کی طرح مُرجھا کر رہ جائے گی اور دنیا میں چاروں طرف اسلام اور احمدیت کا جھنڈا انتہائی بلندیوں پر اُڑتا ہوا دکھائی دے گا۔

میں اِس موقع پر جہاں آپ لوگوں کو یہ بشارت دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُس پیشگوئی کو پورا کر دیا جو مصلح موعود کے ساتھ تعلق رکھتی تھی۔ وہاں میں آپ لوگوں کو اُن ذمہ داریوں کی طرف بھی توجہ دلاتا ہوں جو آپ لوگوں پر عائد ہوتی ہیں۔ آپ لوگ جو میرے اِس اعلان کے مصدق ہیں آپ کا اوّلین فرض یہ ہے کہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں اور اپنے خون کا آخری قطرہ تک اسلام اور احمدیت کی فتح اور کامیابی کے لئے بہانے کو تیار ہو جائیں۔ بیشک آپ لوگ خوش ہو سکتے ہیں کہ خدا نے اِس پیشگوئی کو پورا کیا بلکہ میں کہتا ہوں آپ کو یقیناً خوش ہونا چاہئے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود لکھا ہے کہ تم خوش ہو اور خوشی سے اُچھلو کہ اِس کے بعد اَب روشنی آئے گی۔ پس میں تمہیں خوش ہونے سے نہیں روکتا۔ میں تمہیں اُچھلنے کودنے سے نہیں روکتا۔ بیشک تم خوشیاں مناؤ اور خوشی سے اُچھلو اور کُودو۔ لیکن میں کہتا ہوں اِس خوشی اور اُچھل کُود میں تم اپنی ذمہ داریوں کو فراموش مت کرو۔ جس طرح خدا نے مجھے رؤیا میں دکھایا تھا کہ میں تیزی کے ساتھ بھاگتا چلا جا رہا ہوں اور زمین میرے پیروں کے نیچے سمٹتی جا رہی ہے اِسی طرح

اللہ تعالیٰ نے الہاماً میرے متعلق یہ خبر دی ہے کہ میں جلد جلد بڑھوں گا۔ پس میرے لئے یہی مقدر ہے کہ میں سُرعت اور تیزی کے ساتھ اپنا قدم ترقیات کے میدان میں بڑھاتا چلا جاؤں مگر اِس کے ساتھ ہی آپ لوگوں پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اپنے قدم کو تیز کریں اور اپنی سُست روی کو ترک کر دیں۔ مبارک ہے وہ جو میرے قدم کے ساتھ اپنے قدم کو ملاتا اور سُرعت کے ساتھ ترقیات کے میدان میں دَوڑتا چلا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ رحم کرے اُس شخص پر جو سُستی اور غفلت سے کام لے کر اپنے قدم کو تیز نہیں کرتا اور میدان میں آگے بڑھنے کی بجائے منافقوں کی طرح اپنے قدم کو پیچھے ہٹا لیتا ہے۔ اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو، اگر تم اپنی ذمہ داریوں کو صحیح طور پر سمجھتے ہو تو قدم بقدم اور شانہ بشانہ میرے ساتھ بڑھتے چلے آؤ تا کہ ہم کُفر کے قلب میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا گاڑ دیں اور باطل کو ہمیشہ کے لئے صفحۂ عالم سے نیست و نابود کر دیں اور اِنْشَاءَ اللّٰہُ ایسا ہی ہوگا۔ زمین اور آسمان ٹل سکتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کی باتیں کبھی ٹل نہیں سکتیں۔

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ ۱۹۶۱ء)

---

۱ البقرۃ: ۲۰۲ ۲،۳ البقرۃ: ۲۸۷

۴ آل عمران: ۱۹۴ ۵ آل عمران: ۱۹۵ ۶ آل عمران: ۹

۷ البقرۃ: ۱۳۷

۸ براہین احمدیہ۔ جلد چہارم روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۶۷۳

۹ طویلے: طویلہ۔ گھوڑوں کا تھان۔ اصطبل

۱۰ مجموعہ اشتہارات جلد ۱ صفحہ ۱۱۴

۱۱،۱۲ مجموعہ اشتہارات جلد ۱ صفحہ ۱۱۵

۱۳ مجموعہ اشتہارات جلد ۱ صفحہ ۱۱۳

۱۴،۱۵ مجموعہ اشتہارات جلد ۱ صفحہ ۱۱۷

۱۶ مجموعہ اشتہارات جلد ۱ صفحہ ۱۶۷

۱۷ سبز اشتہار صفحہ ۴، ۵ روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۴۵۰، ۴۵۱

۱۸؎ **ابن ماجه کتاب الجنائز باب ماجاء فی الصلوٰة علی ابن رسول الله ﷺ الخ**

۱۹؎ سبز اشتہار صفحہ ۱۶، ۱۷۔ روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۴۶۲، ۴۶۳

۲۰؎ سبز اشتہار صفحہ ۱۷۔ روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۴۶۳

۲۱؎ خلافت محمود مصلح موعود صفحہ ۵۴ مطبوعہ ۱۹۱۴ء مصنفہ میر قاسم علی

۲۲؎ خلافت محمود۔ مصلح موعود صفحہ ۵۵ مطبوعہ ۱۹۱۴ء مصنفہ میر قاسم علی

۲۳؎ سبز اشتہار صفحہ ۱۷ حاشیہ۔ روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۴۶۳ حاشیہ

۲۴؎ مجموعہ اشتہارات جلد ا صفحہ ۱۶۲

۲۵؎ **مشکوۃ کتاب الفتن باب نزول عیسیٰ**

۲۶؎ **مسند احمد بن حنبل** جلد ۲ صفحہ ۴۱۷ مطبوعہ بیروت ۱۹۷۸ء

۲۷؎ **بخاری کتاب التفسیر۔ تفسیر سورة الجمعة**

۲۸؎ ٹرنچز: خندقیں

۲۹؎ **البقرة:** ۱۴۴

۳۰؎ بیئے: بیا۔ چڑیا کی طرح کا ایک پرندہ۔ اس کا گھر بنانا بڑا مشہور ہے۔

۳۱؎ الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء

۳۲؎ **الفاتحه:** ۵

۳۳؎ الفضل ۱۶؍ جولائی ۱۹۲۵ء

۳۴؎ **الصف:** ۷ ۳۵؎ **احزاب:** ۴۱ ۳۶؎ **آل عمران:** ۵۶

۳۷؎ الوصیت صفحہ ۸ حاشیہ۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۶ حاشیہ

۳۸؎ الفضل ۳۰ مئی ۱۹۳۵ء صفحہ ۵

۳۹؎ لندن ٹائمز مؤرخہ ۱۸؍ جون ۱۹۴۰ء

۴۰؎ لندن ٹائمز مؤرخہ ۱۹؍ دسمبر ۱۹۴۰ء

۴۱؎ سٹریٹ سیٹلمنٹس (STRAITS SETTLEMENTS) ملایا میں برطانیہ کی سابق شاہی نوآبادی۔ ۱۸۲۶ء سے ۱۸۵۸ء تک برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی نے پینانگ، ملکا اور

سنگاپور کو ایک انتظامی جز و کی حیثیت سے سنبھالے رکھا۔ بعد ازاں قلیل مدت کیلئے انڈیا آفس نے انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ۱۸۶۷ء میں یہ نو آبادی قائم کی گئی اور ۱۹۴۶ء میں ختم کر دی گئی۔ اب سنگاپور ایک الگ کالونی ہے مگر باقی حصے ملایا کے اتحاد میں شامل ہوگئے ہیں۔
(اُردو جامع انسائیکلو پیڈیا جلد ۱ صفحہ ۷۴۱ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء)

۴۲ **نٹال:** مشرقی وجنوبی افریقہ کا صوبہ۔ ۱۸۳۷ء میں بوئر نقل مکان کر کے نٹال پہنچے اور زولو قبیلے کو ۱۸۳۸ء میں شکست دے کر جمہوریہ نٹال کی بناء ڈالی۔ ۱۸۴۲ء میں برطانیہ نے نٹال کا الحاق کر لیا۔ ۱۸۵۶ء میں یہ شاہی نو آبادی بنا اور ۱۸۹۷ء میں زولینڈ کو شامل کر لیا۔ ۱۹۱۰ء میں یہ جنوبی افریقہ کا صوبہ بنا۔
(اُردو جامع انسائیکلو پیڈیا جلد ۲ صفحہ ۱۷۰۹ لاہور ۱۹۸۸ء)

۴۳ چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۴

۴۴ تذکرہ صفحہ ۱۶۳۔ ایڈیشن چہارم

۴۵ حجة الله صفحہ ۲۰۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۱۵۸

۴۶ المصلح الموعود صفحہ ۲۱۔ ایڈیشن اوّل

۴۷ تذکرہ صفحہ ۵۳۲۔ ایڈیشن چہارم

۴۸ الوصیت صفحہ ۸ حاشیہ۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۶ حاشیہ

۴۹ الوصیت صفحہ ۷۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۵

۵۰ الوصیت صفحہ ۴، ۵ روحانی خزائن جلد ۲۰

۵۱ پیغام صلح ۲۶ / جولائی ۱۹۴۴ء صفحہ ۲